محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وراثتِ انبیاء
علیہم السلام

مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری

ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

بِاسْمِ رَبِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

وراثتِ انبیاء
علیہم السلام

مبلغِ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری

ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

کتاب: وراثت انبیاء (علیہم السلام)
مصنف: مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری رحمتہ اللہ علیہ
تقدیم: علامہ بدر القادری
اصلاح و نظر ثانی: علامہ بدر القادری
اہتمام: صاحبزادہ سید عامر علی قادری
کمپوزنگ: الفاروق کمپیوٹرز لاہور فون: ۷۲۲۱۹۵۳
سال اشاعت: ستمبر ۱۹۹۴ء
قیمت: ۷۵ روپے
مطبع: اوریلیا پرنٹرز لاہور
ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امامِ اہلسنّت غزالیِ زماں رازیٔ دوراں

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ

کی نذر

از

فقیر سید سعادت علی القادری

مقیم حال ہالینڈ

۱۹/ مارچ ۱۹۹۲ء

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وراثتِ انبیاء علیہم السلام

انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے امتیوں کی حاجت روائی کرتے ہیں لیکن بذات خود وہ نہ تو دولت سے محبت کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے بعد اپنی اولاد کے لئے کچھ چھوڑتے ہیں۔ اگر کسی نبی نے دولت چھوڑی بھی تو اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا وہ امت کے لئے وقف اور صدقہ ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں حضور نبی کریم علیہ السلام کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

عن عائشة قالت ماترک رسول الله صلى الله عليه وسلم ديناراً ودرهما ولاشاة ولا بعيراً ولا اوصى بشىء

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی دینار اور درہم اور بکری اور اونٹ نہیں چھوڑا اور نہ کسی چیز کی وصیت فرمائی۔"

عن عمرو بن الحارث اخى جويرية ماترك رسول الله صلى الله عليه وسلم عند موته ديناراً ولا درهما ولا امة ولا شيئًا الا بغلته البيضاء وسلاحه وارضاً جعلها صدقة

"حضرت جویریہ کے بھائی حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وصال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس دینار، درہم، لونڈی اور غلام کوئی چیز نہ تھی ماسوائے ایک سفید خچر اپنے ہتھیار اور زمین کے جو سب چیزیں صدقہ کر رکھی تھی۔"

عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه

وسلم قال لا تقتسم ورثتی دیناراً ماترکت بعد
نفقة نسائی ومؤنة عاملی فهو صدقة

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو میں چھوڑوں اس میں سے کوئی دینار تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ میری بیویوں کے خرچ اور میرے عاملوں کی تنخواہ سے جو بچے وہ صدقہ ہے۔"

عن ابی بکر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لا نورث ماترکناہ صدقة

"حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔"

اللہ کے نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ دولت جمع کرے اور اپنے اہل و عیال کے لئے چھوڑے، نہ ہی وہ امت سے کسی قسم کی اجرت طلب کرے بلکہ امت کے گمراہوں نے جب بھی نبی کو کوئی لالچ دیا تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے ایک ہی جواب دیا صرف سورۂ شعراء ہی میں حضرت نوح، ھود، صالح، لوط، شعیب علیہم السلام کا جواب ایک ہی قسم کے الفاظ میں موجود ہے۔

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

"میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا میرا بدلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے"

(سورۂ شعراء، ۱۰۹، ۱۲۷، ۱۴۵، ۱۶۴، ۱۸۰)

سورۂ شعراء کی ان آیات کے علاوہ سورۂ یونس، یوسف، فرقان، سبا، ص، تغابن، انعام، ھود میں بھی اسی قسم کی آیات موجود ہیں غرضیکہ قرآن کریم نے واضح طور پر بتا دیا، کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی تبلیغ کا کوئی معاوضہ طلب نہیں فرمایا اور میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تو شان ہی نرالی ہے کہ جب آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کو خبر دی کہ

قریش مکہ کے بتوں کو اگر تم برا کہنا چھوڑ دو، تو وہ تمہیں دولت، عورت، حکومت جو تم چاہو دینے کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا "قسم خدا کی اگر وہ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج بھی لاکر رکھ دیں تب بھی میں اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے باز نہ آؤنگا۔" کفار مکہ تبلیغ دین کے لئے آپ کی محنت و مشقت اور ایثار و قربانی کا حال دیکھ کر اسی غلط فہمی میں تھے کہ شاید یہ نوجوان دولت چاہتا ہے یا ہمارا سردار بننے کے لئے اتنی محنت کر رہا ہے۔ قرآن کریم نے وضاحت کے ساتھ اس غلط فہمی کو دور فرمانے کے لئے نبی کریم علیہ السلام سے ہی اعلان کرایا۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

" آپ فرما دیجئے میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا سوائے رشتہ داری کی محبت کے" (سورۂ شوری، ۲۳)

یعنی انبیاء سابقین کی طرح دین کی تبلیغ پر میں تم سے کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا ہاں صرف انصاف ضرور چاہتا ہوں اس طرح کہ تم میری بات مانو یا نہ مانو مگر اتنا تو احساس کرو کہ میں تمہارا کوئی غیر نہیں بلکہ میری، تمہاری، کسی نہ کسی طرح کوئی رشتہ داری ہو ہی جاتی ہے پس اس تعلق سے کم از کم تم ہمدردی اور محبت کے ساتھ میری بات سن لیا کرو اور اس پر غور کیا کرو صرف گالیاں دینا پتھر برساتے رہنا کسی مسئلہ کا حل تو نہیں بن سکتا. مجھے اپنا رشتہ دار مانو، اور پھر میری بات پر غور کرو. (عالی نسب ہونے کے باعث حضور علیہ السلام کا تقریباً تمام اہل مکہ سے رشتہ بنتا تھا)

بہر حال انبیاء علیہم السلام کی دولت کا وارث کوئی نہیں ہوتا. ان کی چھوڑی ہوئی عظیم دولت علم ہے امت کا ہر خوش نصیب اس کا وارث بن سکتا ہے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دولت کا اپنی امت کو وارث بنایا، اور جنہوں نے یہ ذمہ داری قبول کی یعنی علم کی وراثت کا عظیم بوجھ اٹھایا تو انہیں "وارثین انبیاء" ہونے کا بلند اعزاز دیا گیا۔

ان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا

دینارًا ولا درھما انما ورثوالعلم فمن اخذہ اخذبحظ وافر

"بیشک علماء وارث ہیں انبیاء کے کیونکہ انبیاء علیہم السلام دینار و درہم کی وراثت نہیں چھوڑتے بلکہ ان کی وراثت علم ہوتا ہے جس نے علم حاصل کر لیا اس نے بڑی دولت حاصل کرلی۔"

حضور نبی کریم علیہ السلام نے امت میں یہ دولت کیسے تقسیم فرمائی۔ اور "وارثین نبی" نے اس عظیم ذمہ داری کو کس طرح نبھایا ہے، یہی تفصیلات ہمارے اس مقالہ کا موضوع ہیں جو آپ آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے، اور اسی مناسبت سے ہم نے اس کا نام "وراثت انبیاء" رکھا ہے۔

علم جاننا

اپنے عام معنی کے اعتبار سے علم انسان کا کوئی کمال نہیں کہ اللہ نے اپنی تمام مخلوق کو اس کی ضرورت کے مطابق چیزوں کو جاننے کی صلاحیت بخشی ہے، جس کو قرآن کریم میں "ہدایت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی۝

"ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو صورت عطا کی پھر رہنمائی فرمائی" (طٰہٰ ۵۰)

یہ ہدایت رہنمائی وہ فطری اور طبعی علم ہے جس کے ذریعہ ہر مخلوق اپنی ضرورت پوری کر لیتی ہے انسان ہو یا جانور سب کے بچے پیدا ہوتے ہی پیٹ بھرنے کا طریقہ جان لیتے ہیں۔ چڑیا اپنے بچے کو دانہ دیتی ہے تو وہ منہ کھول دیتا اور اس کو نگل لیتا ہے ماں بچے کو چھاتی دکھاتی ہے تو وہ اس کو منہ میں لے کر چوسنے لگتا ہے بچوں کو یہ عمل نہ کوئی سکھاتا ہے اور نہ سکھا سکتا ہے یہ فطری علم ہے جو پیدائش کے ساتھ ہی رب حقیقی کی طرف سے بخش دیا جاتا ہے اسی طرح تمام جانور اپنی غذا تلاش کرتے بچہ پیدا کرنے بچوں کو پالنے سردی اور

گرمی کے مطابق اپنے گھر بنانے کا طریقہ جانتے ہیں۔

یورپ میں باقاعدہ موسم سرما میں ایک دن اعلان ہوتا ہے کہ آج پرندے یہاں سے گرم ملکوں کی طرف جارہے ہیں کیونکہ اب یہ یہاں کی سخت سردی اور برف باری برداشت نہیں کرسکیں گے اور موسم گرما میں ایک دن اعلان ہوتا ہے کہ آج گرم ملکوں سے پرندے یہاں آرہے ہیں کیونکہ اب وہ گرم ملکوں کی سخت گرمی برداشت نہیں کرسکتے۔

میں نے بارہا یہ منظر ٹیلی ویژن پر دیکھا کہ سردیوں میں ایک خاص دن پرندے کیسے جا رہے ہیں اور گرمیوں میں کیسے آرہے ہیں اس وقت میں سوچتا ہوں کہ بہت دولت منداس پر بڑا فخر کرتے ہیں کہ وہ گرمی کے دن سرد ممالک میں اور سخت سردی کے دن گرم ممالک میں گزارتے ہیں حالانکہ یہ کام تو جانور بھی کرتے ہیں پھر انسان کس کمال پر فخر کرتا ہے۔

بہرحال یہ وہ فطری اور طبعی علم ہے جو اللہ اپنی ہر مخلوق کو بخشتا ہے۔ دلچسپی کے لئے دو جانوروں کا خاص طور پر ذکر ملاحظہ ہو کہ قرآن کریم میں بھی ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

شہد کی مکھی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ
الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ
رَبِّكِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ
لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

"اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنائے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور ان چھپروں میں جو لوگ بناتے ہیں پھر رس چوسے ہر طرح کے پھلوں سے پھر چلتی رہے اپنے رب کے آسان کئے ہوئے راستوں پر (اس طرح) نکلتا ہے ان کے پیٹوں سے ایک شربت اس میں شفاء ہے لوگوں کے لئے بے شک اس میں (قدرت الٰہی) کی نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔" (النحل ، ۶۸ ۔ ۶۹)

شہد کی مکھی کو گھر بنانے شہد تیار کرنے کا فطری طریقہ بتایا گیا جس سے وہ اپنا گھر بناتی

ہے گھر بھی کیا کہ تمام خانے برابر ہوتے ہیں۔ کیا مجال کہ کوئی خانہ کسی سے بڑا چھوٹا ہو جائے پھر اس کے مختلف حصے ہوتے ہیں کوئی حصہ بچوں کے لئے اور کوئی شہد جمع کرنے کے لئے کوئی خوراک کا گودام ہوتا ہے مزید اللہ کی قدرت دیکھئے کہ یہ مکھیاں ایک خاص نظم و نسق کے ساتھ رہتی ہیں۔ ایسا نظام جس کی مثال ہماری تربیت یافتہ بہترین فوج میں بھی نہیں پائی جاتی، ان سیکڑوں مکھیوں میں ایک ملکہ ہوتی ہے جو تین ہفتوں میں چھ سے بارہ ہزار تک انڈے دیتی ہے اس کا قد و قامت دوسری مکھیوں سے ذرا بڑا ہوتا ہے۔ تمام مکھیاں اس کا حکم مانتی ہیں ان میں کچھ مکھیوں کا کام خوراک جمع کرنا ہے کچھ پہریدار ہوتی ہیں بعض انڈوں کی حفاظت پر مقرر ہوتی ہیں بعض بچوں کی حفاظت کرتی اور ان کی تربیت کرتی ہیں بعض معمار اور انجینئر ہوتی ہیں جو چھتہ بناتی ہیں ان کے تیار کردہ اکثر چھتوں میں بیس ہزار سے تیس ہزار تک خانے ہوتے ہیں بعض مکھیاں موم جمع کرتی ہیں جس سے چھتہ مضبوط کیا جاتا ہے یہ موم گنے اور دوسرے درختوں پر لگے ہوئے سفید پوڈر سے بنایا جاتا ہے یہ مکھیاں اس پاؤڈر کو تلاش کرنے کے لئے دور دور کا سفر کرتی ہیں شہد حاصل کرنے کے لئے بھی یہ مکھیاں دور دور جاتی ہیں پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہیں جو ان کے پیٹ میں جاکر شہد بن جاتا ہے۔ یہ شہد ان کے اور ان کے بچوں کی غذا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے لئے بھی غذا بنایا ہے۔ بہت سے امراض کے لئے شفا بنایا ہے آج تک کوئی مشین ایسی تیار نہ ہو سکی، جو کوئی شہد جیسا مزیدار خوشبودار اور مفید شربت بنا سکے۔

ملاحظہ فرمایا یہ ہے اللہ کی قدرت اور یہ ہے وہ فطری و طبعی علم جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو عطا فرمایا اب گھر انسان اپنے گھر بڑی بڑی خوبصورت بلڈنگوں کی صورت میں بنالیتا ہے تو کیا کمال کرتا ہے کسی نے مجھے اپنا خوبصورت گھر دکھایا اور اس پر بڑے فخر کا اظہار کیا میں نے کہا بھائی یہ کوئی کمال نہیں جس پر تم فخر کرتے ہو جانور بھی تو اپنا گھر بنا لیتے ہیں۔ اور بڑے خوبصورت گھر بناتے ہیں کیا تم نے شہد کی مکھی کا گھر نہیں دیکھا ہے، ہے کوئی ایسا انجینئر جو اس جیسا گھر بنا کر دکھائے، ہاں فرق یہ ہے کہ انسان ہوس کا شکار ہے اپنی ضرورت سے زیادہ بڑے بڑے گھر بناتا ہے۔ اور جانور ضرورت کے مطابق بناتے ہیں انسان سب کا حصہ مار لینا چاہتا ہے جانور صرف اپنا حصہ لیتا ہے۔

چیونٹی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ

"یہاں تک کہ جب وہ (سلیمان علیہ السلام) گزرے چیونٹیوں کی وادی سے تو ایک چیونٹی کہنے لگی اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ، کہیں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں کچل نہ ڈالے اور انہیں احساس بھی نہ ہو۔" (النمل، ۱۸)

غور فرمایئے:۔

ابھی سیدنا سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تین میل دور تھا کہ چیونٹی کو ان کے آنے کا پتہ چل گیا اپنی قوم کو اس نے بلوں میں گھس جانے کا حکم دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ سلیمان علیہ السلام تمہیں جان کر ہلاک نہیں کریں گے کیونکہ وہ نبی ہیں اور نبی ظالم نہیں ہوتا بلکہ ہمارا جسم اتنا چھوٹا ہے کہ لشکر اس پر سے گذر جائے گا۔ اسے پتہ تک نہ چلے گا۔ اور ہماری جان چلی جائے گی یہ چیونٹی کا فطری اور طبعی علم تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"تو (سلیمان علیہ السلام) ہنستے ہوئے مسکرا دیئے اس (چیونٹی) کی بات سے۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز کو تین میل کے فاصلہ سے سن بھی لیا اور اس کی بات کو سمجھ بھی لیا یہ فطری علم نہ تھا بلکہ یہ وہ علم تھا جو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو عطا فرماتا ہے اور جو امت پر نبی کی عظمت اور برتری کا ذریعہ ہوتا ہے۔

چیونٹی میں صرف یہی کمال نہیں کہ وہ اپنی جان بچانے کا انتظام کر لیتی ہے بلکہ اللہ نے اس کو سونگھنے کی زبردست قوت عطا فرمائی ہے جس سے وہ اپنی غذا کا احساس کر لیتی ہے اور اپنے بل سے نکل کر دور دور پہنچ جاتی ہے پھر جتنا کھاتی ہے اتنا ہی وہ جمع بھی کر لیتی تا کہ

سردی اور بارش کے موسم میں کام آسکے کہ ان موسموں میں چیونٹیاں اپنے بلوں سے باہر نہیں آسکتیں جمع کی ہوئی خوراک کے وہ دانے جو زمین سے اگتے ہیں ان کے وہ دو دو ٹکڑے کر دیتی ہیں تاکہ اگنے نہ پائیں اور اس کی خوراک کا ذخیرہ ضائع نہ ہو ان چیونٹیوں میں قبیلے اور خاندان بھی ہوتے ہیں ہر قبیلہ اور خاندان کی ایک ایک چیونٹی سردار ہوتی ہے مختلف کاموں کے لئے علیحدہ علیحدہ ٹولیاں ہوتی ہیں کوئی خوراک جمع کرتی ہے کوئی انڈوں بچوں کی حفاظت کرتی ہے اسی طرح سب کے کام تقسیم کر دیئے جاتے ہیں اور سب وقت کی پابندی کے ساتھ اپنے اپنے کام کرتی ہیں۔

انسان کا کمال

وہ علم حاصل کرلینا نہیں جس سے وہ شاندار بلڈنگیں بنا سکے خوب دولت جمع کر سکے بلکہ اس کا کمال وہ علم حاصل کرنا ہے جس سے وہ دنیا کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کر سکے یہی علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو خصوصی طور پر عطا فرمایا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ

"اسی نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا" (العلق، ۵)

انسان کیا نہیں جانتا تھا جو رب نے اسے سکھایا

کیا وہ بچے پیدا کرنا نہ جانتا تھا یہ تو فطری اور طبعی طور پر جانوروں انسانوں سب ہی کو سکھا دیا گیا تھا سب بچے پیدا کرنا جانتے ہیں ہاں انسان کو یہ سکھایا گیا کہ وہ حرام کاری سے بچے پیدا نہ کرے نکاح کے ذریعہ جوڑا ملائے اور پھر بچے پیدا کرے اور جوڑا بھی اپنی مرضی سے نہ بنائے بلکہ رب نے جن مردوں کے لئے جن عورتوں کو حلال کیا ہے انہیں سے جوڑا ملایا اور نکاح کیا جائے۔

کیا انسان اپنا پیٹ بھرنا نہ جانتا تھا جبکہ فطری اور طبعی طور پر اللہ نے سب کو پیٹ بھرنے کا علم دیا ہے پس انسان کو یہ سکھایا کہ اس کے لئے کون سی غذا حلال ہے اور کون سی حرام دولت کمانے کا علم اس کے لئے کافی نہیں بلکہ اسے وہ علم حاصل کرنا چاہئے جس سے وہ جان سکے کہ کونسی دولت اس کے لئے حلال ہے اور کون سی حرام

اسی طرح تمام معاملات پر غور کیجئے تو آپ تسلیم کریں گے کہ انسان اور جانور میں فرق یہی ہے کہ جانور اپنا ہر کام فطری اور طبعی تقاضوں کے مطابق کرتا ہے جبکہ انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی اپنے رب کے حکموں کے مطابق بسر کرے، جس کے لئے اسے اس علم کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے نبیوں اور رسولوں کی معرفت انسان کو عطا فرمایا یہی ہے وہ علم جس کو قرآن کریم نے "خیر کثیر" حاصل ہونے کا ذریعہ بتایا ہے۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

"وہ عطا فرماتا ہے حکمت (علم) جسے چاہتا ہے اور جسے حکمت عطا کی گئی تو یقیناً اسے بہت بھلائی دی گئی اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر عقلمند لوگ۔" (البقرہ، ۲۶۹)

بھلائیاں دنیا کے علوم سے نصیب نہیں ہوتیں یا یوں کہئے کہ آج دنیا والوں نے جسے بھلائی سمجھ لیا ہے در حقیقت وہ بھلائی نہیں بھلائی تو یہ ہے کہ ہر فرد کو سکون کی زندگی نصیب ہو جس سے آج ہم محروم ہیں حالانکہ لوگوں کے خیال کے مطابق آج دنیا نے بہت ترقی کی ہے سائنس نے ہمیں کیا کچھ نہ دے دیا۔ لیکن اگر انصاف سے غور کیا جائے تو اس نام نہاد ترقی نے ہمیں تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہ دیا بلاشبہ ماضی میں دنیا کی یہ چمک دمک نہ تھی لیکن انسان کی قدر و قیمت تھی اسے سکون و اطمینان میسر تھا جس کا آج کہیں پتہ نہیں۔

آج کی جنگیں

آپ صرف ماضی اور آج کی جنگوں کا تقابل کر لیجئے جنگ ایک فطری عمل ہے ہر دور میں کسی نہ کسی وجہ سے آپس میں انسان لڑتے اور جنگ کرتے رہے ہیں۔ لیکن ماضی کی جنگوں میں وہ تباہی نہ ہوتی تھی جو آج کی جنگوں سے ہوتی ہے ماضی میں دو لشکروں کے درمیان مقابلہ ہوتا تھا قوت والا کمزور پر غالب آجاتا تھا نہ بچے مارے جاتے تھے نہ عورتیں نہ مکان تباہ ہوتے تھے اور آج جو کچھ ہوتا ہے سب ہی جانتے ہیں قوت کا مقابلہ کہاں اب تو مہلک ہتھیاروں کی شعبدہ بازی ہے بموں اور میزائل کا کھیل ہے فوج اتنی تباہ نہیں ہوتی

جتنے بے گناہ شہری کام آتے ہیں شہر کے شہر ختم ہو جاتے ہیں بلڈنگیں ڈھیر بن جاتی ہیں برسوں تک لوگ مہلک ہتھیاروں کے اثرات سے امراض میں مبتلا رہتے ہیں۔

یہ ہے آج کی ترقی کا کرشمہ، دنیا کے اس علم نے انسان کو مہلک ہتھیار دیئے ایڈز اور نہ جانے کیسی کیسی مہلک بیماریاں دیں، زندگی کے کسی شعبہ کا بھی تجزیہ کیجئے آپ کو تباہی کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا ہاں اگر دنیا سے جہالت و غربت ختم ہو گئی ہوتی انسانوں میں محبت و یگانگت پیدا ہوئی ہوتی تو ہم مانتے کہ کچھ ترقی ہوئی ہے اور کچھ ملا ہے لیکن ایسا نہ ہوا اور کیسے ہوتا انسان نے تو اس علم سے منہ موڑ لیا جو ترقی کی ضمانت دیتا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

"تم میں سے جو ایمان لے آئے اور جن کو علم دیا گیا اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرما دے گا۔"

(المجادلۃ، ۱۱)

اہل ایمان اور اہل علم کے درجات بلند ہوتے ہیں اور ہم مہلک ہتھیار بنانے والوں چاند پر جانے کا دعویٰ کرنے والوں کو بہت اونچا سمجھتے ہیں انہی کے پیچھے بھاگتے اور ان جیسی زندگی بسر کرنے پر فخر کرتے ہیں بلندی اور ترقی اسی کو ملے گی جس سے اللہ رب العزت نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہی بلند عطا فرمانے والا ہے۔

غرضیکہ انسان اپنے آپ کو جانوروں سے ممتاز کر سکتا ہے عزت و سکون کی زندگی حاصل کر سکتا ہے جبکہ وہ اس علم کو حاصل کرے جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ نازل فرمایا، یہ علم الٰہی ہے یہ آسمانی علم ہے اس علم کا مقابلہ دنیا کا علم کسی اعتبار سے نہیں کر سکتا۔

انبیاء کی بعثت

نبیوں اور رسولوں کی بعثت کا مقصد انسان کو ایسے رہبر و راہنما فراہم کرنا تھا جو اسے اس دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھائیں ایسا طریقہ جو انسان کی عزت و عظمت کا بھی ضامن ہو اور جس سے وہ سکون و اطمینان کی زندگی حاصل کر سکے پس اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے انہیں وہ علم عطا فرمایا جس سے اس مقصد کی تکمیل ہو سکے اور

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی ذمہ داری کو پورا کر سکیں ہر نبی کو اس کی ضرورت کے مطابق اللہ نے علم عطا فرمایا، چند آیات ملاحظہ ہوں۔

حضرت آدم علیہ السلام

کہ زمین پر اللہ کے لئے پہلے خلیفہ ہیں، ملائکہ پر ان کی فضیلت و برتری کا ذریعہ اس علم ہی کو بنایا گیا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝

"اور اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا پھر فرمایا تم مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔"

(البقرہ، ۳۱)

فرشتوں کو خیال ہوا تھا کہ معیار فضیلت اللہ کی پاکی و تقدیس بیان کرنا اور اس کی عبادت کرنا ہے لیکن اللہ کے نزدیک انسان خلافت کا اس لئے مستحق قرار دیا گیا کہ اسے "علم" کی عظیم نعمت سے نوازنا مقصود تھا وہ "علم" جس کا مقابلہ فرشتے نہیں کر سکتے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۝

"(فرشتے) عرض کرنے لگے (اے اللہ) تو ہر عیب سے پاک ہے ہمیں تو اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔" (البقرہ، ۳۲)

حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا۔

"اور یقیناً ہم نے داؤد و سلیمان (علیہما السلام) کو علم عطا فرمایا" (النمل، ۱۵)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں ہے۔

وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ۝

"اور فراہم کئے گئے سلیمان (علیہ السلام) کے لئے لشکر جنوں انسانوں اور پرندوں کے پس وہ نظم و ضبط کے پابند ہیں" (النمل، ۱۷)

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا۔

"اور ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کے لئے تیز و تند ہوا کو فرمانبردار بنا دیا وہ ہوا ان کے حکم سے اس زمین کی طرف چلتی تھی جسے ہم نے برکت والا بنایا" (انبیاء، ۸۱)

یعنی سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم کی برکت سے ایسی حکومت عطا فرمائی کہ جن وانس، پرندوں اور ہوا تک کو آپ کا مطیع و فرمانبردار بنا دیا۔

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان سے پوچھا کہ تم علم چاہتے ہو یا حکومت و دولت پس آپ نے عرض کی اے اللہ مجھے علم عطا فرما دے اللہ نے آپ کو علم دیا اور اس کی برکت سے حکومت و دولت سب کچھ عطا فرما دیا کہ اس کا وعدہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾

"وہ عطا فرماتا ہے حکمت (علم) جسے چاہتا ہے اور جسے حکمت عطا کی گئی تو یقیناً اسے بہت بھلائی دی گئی اور نصیحت نہیں قبول کرتے ہیں مگر عقلمند" (البقرہ، ۲۶۹)

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کو دعوت توحید دیتے ہوئے فرمایا۔

ارشاد ہوتا ہے۔

يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾

"اے میرے باپ (چچا) بیشک میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا لہٰذا تم میری پیروی کرو میں تمہیں سیدھا راستہ دکھاؤں گا" (مریم، ۴۳)

حضرت یعقوب علیہ السلام

وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾

"اور بے شک وہ (یعقوب علیہ السلام) علم والے تھے کیونکہ ہم نے انہیں علم عطا فرمایا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" (یوسف، ۶۸)

حضرت یوسف علیہ السلام

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۝۲۲

"اور جب وہ (یوسف علیہ السلام) جوانی کی عمر کو پہنچے تو ہم نے انہیں حکمت اور علم عطا فرمایا اور اسی طرح ہم نیکوں کو بدلہ دیتے ہیں" (یوسف، ۲۲)

حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں اپنے ساتھیوں کو خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ

"اس علم سے جو مجھے میرے رب نے سکھایا" (یوسف، ۳۷)

خوابوں کی تعبیر بتانے کا علم رب کا دیا ہوا ہے لہٰذا جو تعبیر بتاؤں گا وہ یقیناً پوری ہو کر رہے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۝۱۴

"اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) جوانی کی عمر کو پہنچ گئے اور ان کا بڑھنا پورا ہو گیا تو ہم نے انہیں حکمت اور علم عطا فرمائے، اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔" (قصص، ۱۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کے پاس جا کر دعوت حق دینے کا حکم ہوا تو آپ نے اس اہم ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مزید علم کی دعا کی۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ۝ وَ یَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ۝ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ۝ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ۝

"عرض کی اے میرے پروردگار میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرما دے اور میرے لئے میرا (مشکل) کام آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں" (طٰہٰ، ۲۵ تا ۲۸)

حضرت لوط علیہ السلام

وَ لُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا

"اور دیا ہم نے اس (لوط علیہ السلام) کو حکمت اور علم۔" (انبیاء، ۷۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿ۚ﴾

"اور اللہ تعالیٰ سکھائے گا اس (عیسیٰ علیہ السلام) کو کتاب و حکمت اور تورات وانجیل"

(آل عمران، ۴۸)

تمام ہی نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا نبی امت کا قائد ہوتا ہے اور قائد کے لئے علم ضروری ہے دولت یا اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور بنی اسرائیل کے ایک واقعہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ

بنی اسرائیل نے اپنے ایک نبی سے گذارش کی کہ ہمارا کوئی امیر مقرر کر دیا جائے تاکہ ہم اس کی قیادت میں جالوت بادشاہ سے جنگ کریں کہ اب ہم اس کے ظلم و ستم سے تنگ آچکے ہیں پس انہوں نے اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق طالوت کو اُن کا امیر مقرر کیا، جس پر بنی اسرائیل نے اعتراض کیا کہ طالوت نہ تو دولت مند ہے نہ ہی کسی اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے وہ کیسے ہمارا امیر ہو سکتا ہے نبی نے جواب دیا۔

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ
وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿﴾

"نبی نے کہا، بیشک اللہ نے اسے (طالوت) کو تمہارے مقابلے میں چن لیا ہے اور اس کو علم اور جسم میں کشادگی عطا فرمائی ہے۔"

(البقرہ، ۲۴۶)

یعنی بنیادی طور پر قیادت کا مستحق وہ ہوتا ہے جو قوم میں سب سے زیادہ صاحب علم ہو انبیاء چونکہ امت کے قائد ہوتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کو اتنا علم عطا فرماتا ہے کہ امت کا کوئی فرد علم میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور یہ علم اللہ خود انہیں تعلیم فرماتا ہے وہ علم حاصل کرنے میں دنیا والوں کے محتاج نہیں ہوتے کہ دنیا والوں کا علم ناقص ہوتا ہے اور ان کی تعلیم بھی ناقص، ناقص علم سیکھ کر کوئی قائد کیسے بن سکتا ہے قائد وہی ہو سکتا ہے جسے اللہ علم عطا فرمائے یا وہ قائد ہو سکتا ہے جو اللہ کا دیا ہوا علم نبی سے سیکھے اور اس کے علم کا وارث بنے، کہ علم، وراثت انبیاء علیہم السلام ہے۔

آج دنیا بھر میں اضطراب و پریشانی کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ قوم کے قائد علم نبی سے جاہل ہیں سربراہان مملکت کا انتخاب دولت اور اعلیٰ خاندان کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ وہ نبی

کے دیئے ہوئے اصول حکومت سے نابلد ہونے کے سبب قوم کی رہبری کے لئے خود قوانین وضع کرتے ہیں۔ نتیجتاً وہ قوم کو ترقی و سکون کی منزل کی طرف لے جانے کے بجائے تباہی و بربادی کے گڑھوں میں دھکیل رہے ہیں انسان کی فلاح و بہبود کے لئے اگر اپنے وضع کئے ہوئے قوانین کافی ہوتے تو انبیاء کی بعثت اور ان کے ذریعہ زندگی بسر کرنے کے اصول نازل کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی نبیوں کی وساطت سے اللہ کا نازل کیا ہوا علم ہی ماضی میں قوموں کی فلاح و بہبود کا ذریعہ بنا. اور آج بھی یہی علم پرسکون زندگی بخشنے کا ضامن ہے۔

سیدالانبیاء کا علم

پچھلے نبی اور رسول اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث فرمائے گئے اور ان کا زمانہ نبوت بھی محدود تھا. لہٰذا انہیں ان کی ضرورت کے مطابق محدود علم فرمایا گیا جس سے انہوں نے اپنی مخصوص امتوں کی محدود زمانہ تک رہبری فرمائی لیکن نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص قوم اور محدود زمانہ کے لئے تشریف نہیں لائے، بلکہ

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ اے لوگو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔" (اعراف. ۱۵۸)

آپ بنی نوع انسان کے لئے رسول بنا کر مبعوث فرمائے گئے اپنے سے پہلوں کے لئے بھی نبیوں اور رسولوں کے لئے بھی اور قیامت تک آنے والوں کے لئے بھی. پس آپ کی عام نبوت کے مطابق آپ کی ضرورت علم بھی عام تھی لہٰذا اللہ رب العزت نے آپ کو غیر متناہی اور لامحدود "علم" سے آراستہ و پیراستہ فرما کر مبعوث فرمایا۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا

"اور نازل فرمائی اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اور آپ کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا ہی فضل ہے۔"

(النساء. ۱۱۳)

امام المفسرین ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وعلمك مالم تكن تعلم من خبرالاولين
والاخرين وماكان وما هو كائن

"آپ کو ان باتوں کا علم عطا فرمایا جو آپ پہلے نہ جانتے تھے یعنی گزرے ہوئے اور آنے والے لوگوں کی خبروں کا علم جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے۔"
(تفسیر ابن جریر)

حضرت امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ حضور علیہ السلام کی وسعت علم کے متعلق فرماتے ہیں۔

فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

"اور بیشک دنیا و آخرت آپ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح و قلم آپ کے وسیع علم کا ایک حصہ ہے۔"

یہ آپ کے وسیع علم ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ نے ماضی کی قوموں کے حالات اس طرح بیان فرمائے جیسے آپ انہیں دیکھ رہے تھے اور قیامت تک ہونے والے واقعات بھی ایسے بیان کئے جیسے سب کچھ آپ کے سامنے ہو رہا ہے آج جو کچھ ہو رہا ہے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو برس پہلے بیان فرما چکے مثال کے طور پر حدیث ملاحظہ ہو۔

عن انس قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم تقوم الساعة حتى يتقارب الزمان
فتكون السنة كالشهر والشهر كالجمعة وتكون
الجمعة كاليوم ويكون اليوم كالساعة وتكون
الساعة كالضرمة بالنار (رواه الترمذى)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت نہ آئے گی جب تک کہ زمانہ اتنا قریب نہ ہو جائے کہ سال مہینہ کی مانند ہو، اور مہینہ ہفتہ کی مانند اور ہفتہ ایک دن کی مانند اور ایک دن ایک گھنٹہ

کی مانند اور گھنٹہ آگ کی لپٹ کی مانند۔" (ترمذی)

دیکھ لیجئے آج یہی ہو رہا ہے ہر ایک کہتا ہے سال بہت جلدی گزر جاتا ہے مہینہ شروع ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے یہ قیامت کے قریب ہونے کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔

غرضیکہ عالم الغیب والشہادۃ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علم عطا فرمایا جس کا نہ آج تک کوئی مقابلہ کر سکا اور نہ قیامت تک اس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس میں ہے اس وسیع علم کے باوجود بھی قرآن کریم نے آپ کو "امی" فرمایا جس کے معنی ہیں "ان پڑھ" جو آپ کے وسیع علم کا مزید ثبوت ہے کہ دنیا والے علم حاصل کرنے کے لئے جن حروف و الفاظ کی پہچان ان کو لکھنے پڑھنے کا سہارا لیتے ہیں نبی مکرم علیہ السلام ان کے بھی محتاج نہیں انہوں نے یہ علم نہ دنیا کے کسی استاد سے حاصل کیا نہ کسی کتاب سے نہ الفاظ و حروف کے سہارے سے انہیں سب کچھ ان کے رب نے بلاواسطہ عطا فرمایا وہ علم جو الفاظ کی صورت میں نازل ہوا "وحی متلو" قرآن بنا اور وہ علم جو آپ کے قلب پر القا کیا گیا اور اس کو آپ نے اپنے الفاظ میں ظاہر فرمایا "وحی غیر متلو" یعنی حدیث کہلایا۔ یہ سب کچھ، اللہ ہی کا سکھایا ہوا۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝

"اور وہ (نبی علیہ السلام) اپنی خواہش سے نہیں بولتے، نہیں ہوتا ان کا فرمانا مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔" (النجم، ۳، ۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور علیہ السلام کی ہر بات لکھ لیا کرتا تھا قریش کے بعض دوستوں نے مجھے یہ کہتے ہوئے منع فرمایا کہ تم حضور علیہ السلام کی ہر بات لکھ لیتے ہو، حالانکہ وہ انسان ہیں ہو سکتا ہے کوئی بات غصہ میں کہہ دیں اور وہ لکھنے کی نہ ہو پس میں نے لکھنا چھوڑ دیا چند دن بعد آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ اے عبداللہ! تم نے لکھنا کیوں چھوڑ دیا میں نے آپ کو سب بات بتا دی پس آپ نے فرمایا۔

اکتب فوالذی نفسی بیدہ فاخرج منی الا الحق

"اے عبداللہ! تم میری ہر بات لکھا کرو قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری زبان سے کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلتی۔"

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی مکرم علیہ السلام کے اخلاق و عادات کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔

کان خلقہ القرآن ۔

"حضور علیہ السلام کے اخلاق و عادات قرآن ہی کے مطابق تھے"

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی کام یا کوئی ارشاد کبھی قرآن سے ہٹ کر نہ ہوتا تھا گویا آپ کی ذات قرآن کریم کی عملی تفسیر تھی اس لئے بغیر کسی شرط یا حد بندی کے قرآن کریم نے حکم دیا۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

"جو کچھ تمہیں رسول عطا فرما دیں وہ تم لے لو اور جس سے وہ منع فرمائیں تم باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔" (الحشر، ۷)

امتی کا کام صرف رسول کی اطاعت و فرمانبرداری ہے یہ سوال کرنا یا سوچنا نہیں کہ یہ حکم اللہ کا ہے یا رسول اللہ کا کیونکہ رسول کی ہر بات رسول کا ہر عمل درحقیقت اسی علم کی تعلیم ہے جو اس کو اللہ نے عطا فرمایا ہے۔

کوئی اگر یہ جاننا چاہے کہ رسول کا علم کتنا تھا تو اس کا جواب وہی ہے جو قرآن کریم نے دیا۔

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝

"پس وحی کی اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔" (نجم، ۱۰)

عام انسانوں کی عقل اس قابل نہیں کہ وہ نبی مکرم علیہ السلام کے علم کا احاطہ کر سکے لہٰذا انہیں صرف یہ جان لینا کافی ہے کہ اللہ نے اپنے عبد کامل کو جو چاہا جتنا چاہا دے دیا۔

یہی علم ہے جو انسان کو زندگی کے وہ اصول اور ڈھنگ سکھاتا ہے جن سے وہ حقیقتاً اشرف المخلوقات بن جاتا ہے ورنہ انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں۔ قرآن کریم

فرماتا ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ

" (اے نبی علیہ السلام) آپ پوچھئے کیا کبھی برابر ہو سکتے ہیں علم والے اور جاہل البتہ صرف عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ " (الزمر، ۹)

علم والے، اور جاہل کسی اعتبار سے برابر نہیں ہو سکتے۔

جاہل کی زندگی جانوروں جیسی ہوتی ہے وہ پیٹ بھر لینے کو ہی بڑا کمال سمجھتا ہے اس کا مقصد زندگی دنیا کی دولت عزت شہرت اور اس پر فخر کے سوا کچھ نہیں ہوتا وہ ظالم ہوتا ہے کہ ہر ایک کا حق مارتا ہے اپنا پیٹ بھرتا ہے وہ حاسد ہوتا ہے کہ کسی کو اچھے حال میں دیکھ کر خوش نہیں ہوتا صرف خود ہی تمام خوشیاں سمیٹ لینا چاہتا ہے وہ بخیل ہوتا ہے کہ اللہ کی دی ہوئی دولت پر صرف اپنا قبضہ جما کر بیٹھ جاتا ہے اپنے گھر والوں پر بھی نہایت تنگی سے جو کچھ خرچ کرتا ہے اس سے بھی اس کا دل دکھتا ہے نہ اسے ماں باپ کے حق کا احساس ہوتا ہے نہ اعزاء واقربا کا کبھی خیال آتا ہے نہ صدقہ و خیرات کرتا نہ زکوٰۃ ادا کر پاتا ہے وہ مغرور ہوتا ہے کہ غریبوں کا مددگار بننے کی بجائے انہیں حقیر جانتا ہے ہر وقت اپنی بڑائی میں مبتلا رہتا ہے وہ بد زبان ہوتا ہے کہ ہر ایک سے ترشی اور سختی سے بات کرتا ہے لوگ اس سے بھاگتے ہیں بچتے ہیں نفرت کرتے ہیں ایسا آدمی چاہے پڑھنا لکھنا جانتا ہو یا اس نے کتنی ہی اعلیٰ ڈگری حاصل کی ہوئی ہے بہر حال وہ جاہل ہی ہے۔

علم تو وہ ہے جو انسان کو اعلیٰ اقدار سکھاتا ہے اس کے اخلاق و عادات کو سدھارتا ہے علم والے کے نزدیک پیٹ بھر لینا کمال نہیں حلال نوالا حاصل کر لینا کمال ہے وہ خوش ہوتا ہے دوسروں کو کھلا کر دوسروں کو اچھے حال میں دیکھ کر وہ غریب کا مددگار بنتا ہے صدقہ و خیرات کر کے زکوٰۃ ادا کر کے اسے خوشی ہوتی ہے وہ اپنی دولت میں اپنے اہل و عیال عزیز واقربا غریب و لاچار، سب کو حصہ دار سمجھتا ہے اسی لئے جب کسی کو دیتا ہے تو اس پر احسان نہیں جتاتا بلکہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس جس کی امانت تھی میں نے وہ اس کو ادا کر دی وہ نرم مزاج ہوتا ہے بولتا ہے تو اس کے ہر لفظ سے محبت کا پیغام ملتا ہے

وہ لوگوں کے دلوں میں گھر بنالیتا ہے لوگ اس پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں ہر جگہ اور ہر موقع پر اس کو عزت ملتی ہے۔

علم والے اور جاہل کسی اعتبار سے برابر نہیں ہوسکتے۔

جاہل، زندہ بھی مردہ جیسا ہوتا ہے علم والا دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی زندے کی طرح یاد کیا جاتا ہے۔

یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت

"اللہ تعالیٰ ان کے جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا درجات بلند کر دے گا۔"

معلّم کامل (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ رب العزت جل جلالہ و عم نوالہ نے اپنے پیارے محبوب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب خوب نعمت علم سے آراستہ و مزین فرما کر مبعوث فرمایا اور امت کو علم سکھانا آپ کی نبوت کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری قرار دیا۔

هُوَالَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

"وہی اللہ تعالیٰ جس نے مبعوث فرمایا اُمیّوں میں ایک رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم) انہی میں سے جو پڑھ کر سناتا ہے انہیں اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان کے دلوں کو اور سکھاتا ہے انہیں کتاب و حکمت، اور وہ اگرچہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔" (جمعہ، ۲)

يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

"اور وہ رسول تمہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور ایسی باتوں کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے۔" (البقرہ، ۱۵۱)

یعنی اللہ علیم و خبیر نے نبی مکرم علیہ السلام کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے "معلّم کامل" بنا کر مبعوث فرمایا آپ نے انسان کو زندگی بسر کرنے کے جو اصول عطا فرمائے اور جو مکمل ضابطہ حیات دیا وہی انسان کی فلاح و بہبود کا ضامن اور عزت و عظمت کا ذریعہ ہے کہ درحقیقت وہ خالق حقیقی اللہ رب العزت ہی کی طرف سے انسان کے لئے دستور حیات ہے اور آپ وہ قائد ہیں جو انسان کو منزل مراد دکھانے کے لئے خالق انسان کی طرف سے مبعوث کئے گئے پس آپ کے سوا کسی کی قیادت کو تسلیم کرنا یا کسی کے وضع کردہ قانون کو اپنانا تباہی و بربادی کی راہ اختیار کرنا اور کھلی گمراہی ہے۔

امت مسلمہ کو اس نعمت پر فخر رہا ہے کہ ہم نے جس کا کلمہ پڑھا جس کو قائد و آقا مانا اس نے ہمیں جو کچھ دیا کسی غیر سے مانگ کر نہیں بلکہ خالق حقیقی سے لے کر دیا اور اتنا دیا کہ زندگی کا کوئی گوشہ تاریک نہ چھوڑا اتنا دیا کہ غلاموں کو کسی غیر کا دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت باقی نہ چھوڑی اتنا دیا کہ غیروں نے بھی اس سے استفادہ کیا آج اقوام عالم کی دستوروں میں جو بنیادی باتیں شامل کی جاتی ہیں مثلاً دنیا میں امن و امان قائم کرنا ظلم و ستم کو مٹانا غربت و جہالت کا خاتمہ کرنا عدل و انصاف کو آسان بنانا کمزور اقوام کی مدد کرنا یہ اور ان جیسی تمام باتیں وہی ہیں جو معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو سکھائیں ان پر دنیا کو عمل کر کے دکھایا۔

معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو صرف عبادت کرنے کے طریقے ہی نہ سکھائے بلکہ دنیا کی ہر چیز استعمال کرنے اور دنیا میں زندگی بسر کرنے کا ڈھنگ سکھایا اسی تعلیم کا اثر تھا کہ بگڑی ہوئی قوم سدھرتی چلی گئی ظالم و جابر مظلوم انسانیت کے نجات دہندہ بن گئے بکریاں چرانے والے نہایت کامیاب حاکم و قائد ہوئے پُر خار و خطر راستے پُر امن ہوگئے تڑپتی ہوئی انسانیت کو سکون و چین نصیب ہوا ایک دوسرے کے خون کے پیاسے آپس میں ایثار و قربانی اور میل و محبت کے ساتھ زندگی گزارتے نظر آنے لگے۔

علم نبی کے جو وارث بنے وہ ہر دور میں تعلیمات نبوی کی خدمت و اشاعت میں اس

محنت و مشقت کے ساتھ مصروف رہے کہ بعد کی نسلوں کو یہ امانت پہنچتی رہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسلاف کی مساعی اور ان کے خلوص ہی کا یہ ثبوت ہے کہ آج تک علم مصطفیٰ کی شمع روشن ہے یہ ہماری بدعملی ہے کہ اس نور سے فیضیاب ہونے اپنے دلوں کو منور کرنے کی بجائے ہم ان دروں سے روشنی کی بھیک مانگتے ہیں جن کے گھروں میں خود اندھیرا ہے خود ان کی زندگی تاریک ہے ہم اپنا مستقبل ان سے وابستہ کر رہے ہیں جنہیں نہ خود اپنے مستقبل کا پتہ ہے نہ ہی ان کی کوئی منزل ہے قرآن آج بھی پکار رہا ہے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿٢٤﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ﴿٢٥﴾ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ﴿٢٦﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿٢٧﴾ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ﴿٢٨﴾

"اور وہ (نبی) غیب (بتانے) پر بخیل نہیں اور وہ (قرآن) شیطان مردود کا کہا ہوا نہیں تو تم کہاں چلے جا رہے ہو وہ (قرآن) نہیں ہے مگر نصیحت سارے جہان والوں کے لئے۔ تم میں ہر اس شخص کے لئے جو سیدھا چلنا چاہے۔"

(التکویر، ۲۴۔ ۲۸)

قرآن کریم کتنے واضح اور اچھے انداز میں دعوت دے رہا ہے ان کو جو عزت چاہتے ہیں جو سکون کے متلاشی ہیں جو منزل مراد تک پہنچنے کے لئے سیدھا راستہ پر چلنا چاہتے ہیں قرآن دعوت دیتا ہے آؤ میرے رسول کے دامن میں پناہ لے لو، یہاں سے سب کچھ مل جائے گا میرا رسول معلم کامل ہے اور تعلیم دینے میں بخیل بھی نہیں علم رسول کی شمع قیامت تک کے لئے روشن ہے اس شمع سے اپنے دلوں کی تاریکی کو دور کرنے کے لئے اپنے دور کے ان وارثین نبی علماء کو اپنا قائد بناؤ جن کی رہبری و رہنمائی آج بھی امت کی عزت و عظمت کی ضامن ہے۔

نبی بخیل نہیں

اللہ رب العزت نے جس نبی مکرم علیہ السلام کو انسانیت کے لئے معلم بنا کر مبعوث فرمایا وہ اپنی یہ عظیم ذمہ داری پوری کرنے میں بخیل نہیں آپ نے کس محنت و مشقت سے

علم کی اشاعت فرمائی اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے کیجئے اور پھر تفصیلات ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو زید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے نماز فجر پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لائے اور ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے رہے یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آگیا آپ منبر سے اترے نماز ظہر پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا آپ نے نماز عصر پڑھائی اور پھر خطبہ شروع فرمایا آپ کا یہ طویل خطبہ غروب آفتاب تک جاری رہا، اس خطبے میں آپ نے فرمایا۔

فاخبرنا بما ہو کائن الٰی یوم القیمۃ قال فاعلمنا احفظنا

"پس جو قیامت تک ہونے والا تھا وہ آپ نے ہمیں بتا دیا لہٰذا ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جس کو وہ زیادہ باتیں یاد ہیں۔" (مسلم شریف)

یہ تھی علم کے لئے آپ کی سخاوت کہ سارا دن خطبہ دیا اور یہ تھا علم کے لئے شوق صحابہ کہ سارا دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنتے رہے۔ اور علم کے موتی چنتے رہے۔

یہی وہ "علم" ہے جو انسان کی عزت و عظمت کا ذریعہ اس کی فلاح و بہبود کا ضامن جہالت اور غربت کو دنیا سے مٹانے والا ہے اور جو انسان کو پُر سکون زندگی بخشتا ہے جس سے ملکوں میں امن و امان قائم ہوتا ہے محکوم۔ حاکم کا حکم ماننے لگتے ہیں مظلوم۔ ظالم کے ظلم سے چھٹکارا پاتا ہے عدل و انصاف عام ہو جاتا ہے لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہو جاتی ہے اور جس سے تہذیب و تمدن سے پر معاشرہ وجود میں آتا ہے چھوٹے بڑوں کا احترام کرنے لگتے ہیں۔ بڑے چھوٹوں سے شفقت سے پیش آنے لگتے ہیں انسانوں میں محبت پیدا ہو جاتی ہے ہی علم سے صوبائی، قبائلی تعصب مٹتا ہے رنگ و زباں کا فرق ختم ہوتا ہے۔ تکبر و غرور حسد بغض کینہ جیسی مہلک بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں یہ اللہ کا نازل کیا ہوا، رسول کا سکھایا ہوا علم ہے جو اللہ کے بندوں رسول کے غلاموں کے لئے رحمت و برکت کا ذریعہ ہے آج ہم اسی علم سے دور ہو گئے تو کسی اعتبار سے بھی ہماری حالت ٹھیک نہ رہی، جتنا زندگی کو سدھارنا سنوارنا چاہتے ہیں سہل و آسان بنانا چاہتے ہیں اتنا ہی دھنستے چلے جا رہے ہیں قرآن آج

بھی پکار رہا ہے۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝

"اور وہ (نبی) غیب بتانے پر بخیل نہیں اور وہ (قرآن) شیطان مردود کا کہا ہوا نہیں تو تم کہاں چلے جارہے ہو۔" (التکویر، ۲۴۔۲۷)

ہم ہیں قرآن کی سنتے ہی نہیں جو قرآن سناتا ہے رسول کے دامن میں پناہ لینے کی دعوت دیتا ہے آج ہماری نظروں میں اس کی کوئی قدر نہ رہی۔ شیطان کی پکار پر یورپ امریکہ کی طرف بھاگے چلے جارہے ہیں۔ ان کی پناہ میں جارہے ہیں جو خود انسانیت کے بڑے دشمن ہیں جنہوں نے انسان کی عزت، تہذیب و تمدن سب کچھ چھین لیا ہے جنہوں نے ظاہری چمک دمک پیدا کر کے انسانوں کے دلوں کی دنیا کو تاریک کر دیا ہے، جنہوں نے انسان کی عزت کو شراب سے بہایا صحت و تندرستی کو زنا اور بدکاری سے تباہ کیا اور ہنستے بستے شہروں کو لہلہاتی فصلوں کو وہ اپنے مہلک ہتھیاروں سے برباد کرتے رہتے ہیں۔ سوچو!

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝

"تو تم کہا جارہے ہو۔" (التکویر، ۲۶)

دیکھو اللہ کے نبی معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شمع علم کو روشن کیا اس نے آج تک ہر دور میں انسان کی رہبری و رہنمائی کی ہے آج بھی ضرورت ہے کہ ہم اسی شمع علم سے اپنی تاریک دنیا کو روشن و منور کریں۔

اہتمام تعلیم

معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منصب نبوت کی اس ذمہ داری کو پورا کرنے یعنی علم سکھانے کا اہتمام کس طرح فرمایا آیئے اختصار کے ساتھ جائزہ لیں۔

یوں تو اس سوال کا جواب نبی کریم علیہ السلام کی زندگی کے ہر عمل سے ملتا ہے کہ آپ کا ہر کام امت کی تعلیم ہی کے لئے تھا آپ کے اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے چلنے پھرنے کا طریقہ انسان کو ان کاموں کا ڈھنگ سکھاتا ہے آپ کا اپنی بیویوں اپنے اعزاء و رشتہ داروں اور صحابہ سے بات چیت کرنا ان کے حق ادا کرنا ان کی دلجوئی اور ہمت افزائی کرنا غریبوں اور

امیروں سے برتاؤ کا طریقہ بڑوں کی عزت چھوٹوں پر شفقت سفر کی حالت میں رفقائے سفر سے برتاؤ دشمن کے مقابلے کے لئے جنگ کی تیاریاں میدان جنگ میں لشکر اسلام کے ساتھ برتاؤ غرضیکہ آپ کا ہر کام امت کی تعلیم کے لئے تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی ہر ادا کو بغور دیکھتے آپ کی اتباع و پیروی کرتے اور اپنی اصلاح کرتے تھے لیکن خاص طور پر آپ نے تعلیم کے لئے جو انتظام فرمایا اس کا ہم ایک اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک علم کی اشاعت کس قدر اہم تھی اور آپ نے اس کو کس محنت و مشقت کے ساتھ ہم تک پہنچایا۔

نبی کریم علیہ السلام کی ظاہری زندگی کے دو دور ہیں۔ مکی، مدنی

ہم ان دونوں ادوار میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح دنیا سے جہالت کے خاتمہ کی بنیاد ڈالی اور علم کی شمع سے تاریک گھروں اور تاریک دلوں کو منور فرمایا۔

مکی دور

نبی کریم علیہ السلام کی مکی زندگی کے دو حصے ہیں ایک حصہ نبوت کے اعلان سے پہلے دوسرا اعلان نبوت کے بعد جب ہم حضور علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی نبوت کے اعلان سے پہلے بھی اہل مکہ کی رہبری فرمائی اپنے عمل اور اپنی زبان سے ان کی برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش فرمائی اس دور میں قبائل کے درمیان چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑے ایک عام بات تھی معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم ان جھگڑوں کو مٹاتے اور لوگوں کو میل و محبت سے زندگی بسر کرنے کی تلقین فرماتے تھے تعمیر کعبہ کے موقع پر تمام اہل مکہ کا آپ کی قیادت کو تسلیم کرنا اور آپ کا اپنے عمل سے ایک بڑے جھگڑے کو مٹا دینا سیرت کی تمام کتابوں میں موجود ہے یہ آپ کے عملی کردار ہی کا نتیجہ تھا کہ اہل مکہ عام طور پر آپ کو امین و صادق کے لقب سے پکارتے تھے آپ پر اعتماد کرتے اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھتے تھے اور آپ کی ہر بات پر یقین کرتے تھے ام المومنین

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اسی کردار کی وجہ سے اپنا سرتاج بنایا اور اپنا سب کچھ آپ پر قربان کر دیا اور اسی لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی رفاقت اختیار کی اور دنیا و آخرت میں آپ کے رفیق ٹھہرے کسی کو اس بات سے اختلاف نہ تھا کہ آپ قوم کے بہترین معلم اور مربی ہیں اختلاف تو اعلان نبوت کے بعد نبی تسلیم کرنے اور آپ کا کلمہ پڑھنے پر ہوا۔ آپ کے معلم کامل اور انسان کامل ہونے پر سب متفق تھے۔

اعلان نبوت کے بعد تو آپ نے باقاعدہ قوم میں علم کی اشاعت شروع کر دی کہ آپ زمانہ جاہلیت کی ان تمام باتوں سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔ جو انسانیت کے سراسر خلاف تھیں اور اہل مکہ ان پر فخر کیا کرتے تھے اس ابتدائی دور میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ان کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ نے "دار ارقم" کو مرکز بنایا ہوا تھا جہاں سب مسلمان جمع ہوتے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دین کی باتیں بتاتے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی، حضرت عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، ابو ذر غفاری، حضرت عمر رضی اللہ عنہم اور وہ تمام مرد و عورت صحابہ کرام جنہیں اس وقت مشرف باسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا جبکہ دعوت اسلام کا کام خفیہ طور پر ہو رہا تھا اسی "دار ارقم" کے تربیت یافتہ تھے حضور علیہ السلام کی چند روزہ تعلیم و تربیت نے ان تمام حضرات کو معلم بنا دیا تھا اور یہ اپنے اپنے حلقوں میں دین کی دعوت پہنچانے کے پوری طرح اہل ہو گئے تھے نبوت کے تیرہویں سال حضوو علیہ السلام نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اہل مدینہ کے لئے "معلم" مقرر فرما کر روانہ کیا یہ پہلے مسلمان ہیں جو مکہ سے باہر ایک اسلامی معلم کی حیثیت سے بھیجے گئے انہوں نے مدینہ کے ہر گھر کو رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع علم سے روشن کیا قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انہی کی تبلیغ و تعلیم سے مشرف باسلام ہوئے اور اسلام مدینہ کے گھر گھر میں پہنچ گیا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ مکی زندگی کا یہ دور حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے لئے نہایت ہی تکالیف اور پریشانی کا دور تھا آئے دن طرح طرح کے مصائب و آلام کا مقابلہ کرنا ہوتا تھا اسی زمانہ میں تین سال سے زیادہ آپ کو قریش کے بائیکاٹ کا سامنا رہا اس زمانہ میں آپ کے چچا ابو طالب اور ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا،

اسی زمانہ میں بعض صحابہ کو مکہ چھوڑ کر حبشہ ہجرت کرنا پڑی غرضیکہ کوئی دن اور کوئی رات چین و سکون کا نہ تھا پھر بھی آپ نے بحیثیت "معلم" اپنی ذمہ داری کو ایک لمحہ کے لئے بھی فرموش نہ کیا، حتیٰ کہ جو قرآن کریم نازل ہوتا تھا اس کی کتابت کا بھی اہتمام فرمایا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے بہنوئی اور بہن قرآن کریم کی جو آیات تلاوت کر رہے تھے وہ ایک چمڑے پر لکھی ہوئی تھیں۔

مدنی دور

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد نبی کریم علیہ السلام کی پوری توجہ اسلامی ریاست اور ایک اسلامی معاشرے کی تعمیر پر تھی اس زمانہ میں بھی اگرچہ ہنگامی مصروفیات کچھ کم نہ تھیں مہاجروں کی آمد کا سلسلہ ان کی آبادی اور معاش کا انتظام منافقوں کی سازشوں اور یہودیوں کے مکروفریب کا مقابلہ اہل مکہ اور دیگر اسلام کے دشمنوں سے نمٹنا اور ان جیسے تمام معاملات نے حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کو بے حد مصروف کر رکھا تھا لیکن اس کے باوجود بھی آپ تعلیم کی ذمہ داری سے کسی وقت غافل نہ ہوئے۔

صُفّہ یونیورسٹی

تعلیم پر آپ کی پوری توجہ کا سب سے اہم ثبوت یہ ہے کہ آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر ہی کے ساتھ ایک ایسی جگہ مخصوص فرمائی جہاں باقاعدہ تعلیم کا کام ہو سکے طالب علم ٹھہر سکیں اسی جگہ کو "صُفّہ" کہا جاتا ہے یہ ایک چبوترے کی شکل میں آج بھی مسجد نبوی کے اندر موجود ہے اس کو ہم اسلام کی پہلی یونیورسٹی کہہ سکتے ہیں یہاں مدینہ اور بیرون مدینہ کے وہ لوگ ٹھہرا کرتے تھے جن کا مقصد دن رات نبی کریم علیہ السلام سے علم حاصل کرنا ہوتا تھا ان طلباء کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی کبھی ستر، اسی تک ہو جاتے تھے حضور علیہ السلام ان کی تعلیم کھانے رہنے وغیرہ کے انتظام کی خود نگرانی فرماتے تھے اور اصحابہ صفہ پر آپ کی خاص عنایت رہتی تھی آپ صحابہ کرام کو ان کی مدد کرنے کھانا وغیرہ کھلانے کی تاکید فرماتے رہتے تھے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جہاں آپ کی دعوت ہوتی اپنے ہمراہ ان حضرات کو

بھی لے جایا کرتے تھے پھر بھی ان پر کئی کئی دن کے فاقہ گزر جاتے تھے یہاں تک کہ ان میں کمزور حضرات بھوک کی شدت کی وجہ سے کبھی حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے بیہوش ہو کر گر جاتے تھے آپ نماز سے فارغ ہو کر خود ان کے پاس تشریف لاتے اور فرماتے۔

"اے علم کے پیاسو! اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ بارگاہ الٰہی میں تمہارا کیا مرتبہ ہے تو تم فقر و فاقہ کو اور بھی زیادہ پسند کرو گے"

اور پھر صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرماتے تھے۔

"طالب علم کا بھوکا پیٹ ستر عقلمند عابدوں سے زیادہ اللہ کو پسند ہے۔"

ایک مرتبہ آپ نے اصحاب صفہ کی اس حالت کو دیکھ کر فرمایا۔

"میری امت میں سے جو بھی دین کے لئے اس طرح زندگی گزارے گا جس طرح تم گزارتے ہو وہ قیامت کے دن میرے رفیقوں میں ہو گا۔"

لوگ سارا دن بازاروں میں کام کرتے اپنے اہل و عیال کے لئے روزی کماتے رات کو اپنے گھروں میں سکون کی نیند سوتے لیکن علم دین کے یہ پیاسے پھٹے پرانے کپڑوں سے تن ڈھانپے خالی پیٹ دنیا کی ہر فکر سے آزاد دیوانہ و متوالا "معلم کامل" صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات ہر ادا اور اللہ کے ارشادات کو اپنے دل و دماغ میں محفوظ کرنے اور ان پر غور و فکر کرنے میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے مہاجر بھائی تجارت میں مشغول رہتے اور انصار بھائی کھیتی باڑی میں مصروف رہتے تھے اور میں علم سے پیٹ بھرنے کے لئے ہمہ وقت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا تھا لہٰذا میری جھولی میں وہ علم آیا جس سے دوسرے محروم رہے۔

ذرا غور کیجئے کیسے عاشق تھے یہ حضرات علم کے اور آج ہم ہیں کہ اسلامی درسگاہیں اور دارالعلوم موجودہ خوشحالی اور فراخی کے دور میں بڑی بڑی خوبصورت اور حسین عمارتوں کی صورت میں موجود ہیں قیام و طعام کا نہایت معقول اور آرام دہ انتظام ہے لیکن پڑھنے والے نصیب نہیں جو ہیں بھی تو انہیں اپنی تعلیم سے زیادہ اپنے آرام کا ہی خیال رہتا ہے

یہی وجہ ہے کہ آج جو طالب علم پڑھ لیتے ہیں وہ مدرسوں سے سندیں لے کر تو آ جاتے ہیں لیکن معاشرے میں انہیں کوئی مقام حاصل نہیں ہو پاتا نہ ہی ان میں خدمت دین کا کوئی جذبہ اور ولولہ پیدا ہوتا ہے وہ رہبر و راہنما بننے کی بجائے قوم کے محتاج ہو کر رہ جاتے ہیں جبکہ ہمارے فاقہ مست اسلاف علم کے نور سے منور ہو کر دنیا میں چمکے تو وہ جن کو ان کے اپنے شہر کے لوگ تک نہ جانتے تھے تاریخ کے ہیرو بن گئے انہوں نے اپنے علم سے دنیا کو روشن کر دیا ان میں بہترین عالم بہترین سیاست دان بہترین حکمران بہترین مدبر بہترین مصنف بہترین تاجر بہترین مفکر غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی اور قیادت کی صلاحیت رکھنے والے موجود تھے یہ کامیابی ان مصائب و آلام پر صبر کا نتیجہ تھی۔ جو انہیں تعلیم کے دوران پیش آتے رہے اور وہ ان کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ وہ محنت کے عادی تھے ساری زندگی قوم کی رہبری کے لئے محنت کرتے رہے۔ راتیں مطالعہ اور اللہ سے دعاؤں میں گزارتے اور دن کو مخلوق کی خدمت کرتے تھے آج کے نوجوان علماء نے طالبعلمی کے دور میں کوئی تکلیف نہ اٹھائی لہٰذا وہ جانتے ہی نہیں کہ محنت کیا ہوتی ہے اور قوم کی خدمت کے لئے کیسے دن رات ایک کرنا پڑتے ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام اصحاب صُفّہ کو خصوصی طور پر خود تعلیم دیتے تھے نیز آپ نے چند صحابہ کو بحیثیت استاد مقرر فرمایا مثلاً حضرت عبداللہ بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اصحابہ صُفّہ کو لکھنا سکھانے کے لئے مقرر تھے کیونکہ یہ بہت خوش خط تھے اور زمانہ جاہلیت میں بھی کاتب کی حیثیت سے مشہور تھے اسی طرح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی تعلیم دیتے تھے ان کا خط بھی بہت اچھا تھا لہٰذا یہ بھی لکھنا سکھایا کرتے تھے اسی طرح اسلامی احکام قرات و تجوید کے لئے بھی اساتذہ مقرر تھے. حضرت عبداللہ بن مسعود ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم بھی معلمین میں شامل تھے۔

صُفّہ یونیورسٹی سے وہ حضرات بھی پورا پورا استفادہ کرتے تھے جو تجارت کھیتی باڑی وغیرہ کی وجہ سے ہر وقت یہاں نہیں رہ سکتے تھے ایسے لوگوں کے لئے بھی وقت مقرر تھا وہ حاضر ہوتے اور حضور علیہ السلام اور دیگر اساتذہ سے پڑھا کرتے تھے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مدینہ سے باہر آباد تھے اور روزانہ حاضر نہ ہو پاتے تھے انہوں نے تعلیم حاصل کرنے

کا خود ہی یہ انتظام کر لیا تھا، کہ ان کی ایک جماعت ایک دن آتی اور دوسری جماعت دوسرے دن اور اس طرح دونوں جماعتوں کے لوگ جو کچھ پڑھتے وہ ایک دوسرے کو پڑھا دیتے تھے اس طرح تمام صحابہ کرام صُفّہ یونیورسٹی سے فیضیاب ہوئے لیکن خاص طور پر

حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن مکتوم، حضرت ابو سعید خدری، حضرت حذیفہ، حضرت مسعود بن ربیع، حضرت عیاض بن حمار، حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہم قابل ذکر ہیں۔

جامعہ صُفّہ کے قافلہ سنت طلباء کرام ہی ہیں جنہوں نے نبی مکرم علیہ السلام کی شمع علم سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں اجالا کیا۔ حضور علیہ السلام نے ان کو اپنے زمانہ ہی میں نو مسلم قبائل کو دین کی تعلیم دینے کے لئے مقرر فرمایا اور مفتوحہ علاقوں میں تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا یہ حضرات جہاں جہاں پہنچے انہوں نے درسگاہیں قائم کیں اور یوں علم کا نور پھیلتا چلا گیا۔

دارالعلوم

بحمداللہ آج تک یہ سلسلہ جاری ہے دنیا بھر میں موجود دینی درسگاہیں اور دارالعلوم درحقیقت صُفّہ یونیورسٹی کی شاخیں ہی ہیں جو علماء دین کی انتھک محنت و مشقت کے باعث قائم ہیں یہی دینی درسگاہیں دین کی اشاعت حفاظت کا ذریعہ ہیں کہ ہر دور میں اور آج بھی اسلام پر علمی حملہ کرنے والوں کو یہیں سے للکارا جاتا ہے انہی درسگاہوں کے سبب آج امت مسلمہ کے گھروں میں تھوڑا بہت علم کا نور نظر آتا ہے، لیکن افسوس کہ ہمارے دور میں ان درسگاہوں کی سرپرستی کی طرف نہ تو مسلم حکومتیں توجہ کرتی ہیں اور نہ ہی عوام کے نزدیک دین کے ان قلعوں کی کوئی اہمیت رہی ہے لیکن اللہ اپنے دین کا محافظ ہے وہ ہر دور میں ایسے افراد کو پیدا فرماتا رہا ہے جنہوں نے دینی خدمت انجام دیں آج بھی بحمداللہ دین کے یہ پاسبان موجود ہیں، جو شدید دشواریوں کا مقابلے کر کے دارالعلوم اور دینی درسگاہوں کو چلا رہے ہیں کس قدر ہمت ہے ان حضرات کی کہ تحریر و تقریر کا کام بھی کرتے ہیں مساجد میں امامت کی ذمہ داری بھی پوری کرتے ہیں رات مطالعہ کرتے ہیں دن میں طلباء کو پڑھاتے ہیں مزید بر آں طلباء کی رہائش ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام بھی انہی

کو کرنا ہوتا ہے مدارس کے اخراجات پورے کرنے کے لئے گھر گھر اور دکان دکان جا کر چندہ بھی یہی کرتے ہیں اللہ ان کو جزا دے آج انہی کی محنت سے دین باقی ہے کاش قوم دین کے ان خادموں کی ہمت افزائی کرے ان کے بوجھ کو ہلکا کرے تو یہ حضرات مزید دین کا کام کرسکتے ہیں بجائے اس کے کہ یہ حضرات تعلیمی اخراجات پورے کرنے کے لئے عوام کے پاس جائیں عوام کو خود ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی ضروریات معلوم کرنا اور پوری کرنا چاہئیں۔

دوسرے طریقے

"جامعہ صُفّہ" کے قیام کے علاوہ حضور علیہ السلام متعدد طریقوں سے علم کی اشاعت کا اہتمام فرماتے تھے، مثلاً:۔

(۱) اکثر نماز کے بعد آپ مسائل بیان فرماتے تھے اور حاضرین کے سوالات کے جواب دیا کرتے تھے خصوصاً آپ کا خطبہ جمعہ نہایت ہی اہم ہوتا تھا جس میں آپ دینی مسائل کے علاوہ حالات حاضرہ بیان فرماتے دشمن کی سازشوں سے صحابہ کرام کو باخبر کرتے ہر ہفتہ کا پروگرام دیتے تھے اس کے علاوہ جب بھی موقع ہوتا تھا آپ دینی احکام کی تعلیم فرماتے تھے گویا مسجد نبوی ایک "اوپن یونیورسٹی" تھی کہ جو بھی یہاں آتا تھا کچھ نہ کچھ سیکھ کر ہی جاتا تھا۔

(۲) آپ کا گھر بھی دینی مدرسہ تھا کہ آپ ازواج مطہرات میں سے جس کے گھر بھی تشریف لاتے انہیں تعلیم دیتے خاص طور پر عورتوں سے متعلق مسائل کی آپ نے ہماری ماؤں کو خوب تعلیم دی تھی لہٰذا اکثر عورتیں اس قسم کے مسائل ازواج مطہرات ہی سے معلوم کرتی تھیں۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھنا بھی خوب آتا تھا لہٰذا آپ دوسری ازواج اور عورتوں کو لکھنا سکھاتی تھیں بہرحال تمام امہات المؤمنین، عالمہ اور محدثہ تھیں اور عورتوں میں انہی کے ذریعہ علم کا نور پھیلا۔

اس سلسلہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ اللہ نے آپ کو علم حاصل کرنے کا شوق بھی دیا تھا ذہن بھی خوب بخشا تھا حضور علیہ

السلام آپ کو جو بات بتاتے تھے آپ بہت جلد اس کی تہ تک پہنچ جاتیں۔ اور اس کو یاد کر لیا کرتی تھیں مزید بر آں آپ خود حضور علیہ السلام سے اکثر نہایت ہی اہم سوالات کیا کرتی تھیں بے شمار مسائل موجود ہیں جو آپ کے سوالات ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچے یہ آپ کے علمی شوق ہی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن و حدیث پر پورا پورا عبور عطا فرمایا آپ کی بیان کردہ احادیث کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے جو حدیثوں کی کتابوں میں موجود ہیں قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے کا بھی آپ کو کمال حاصل تھا غرضیکہ قرآن و حدیث کے علاوہ تفسیر، فقہ، شعر و ادب اور علم طب کی آپ ماہرہ تھیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد تعلیم ہی کو اپنا مشغلہ بنایا آپ کا حجرہ مبارکہ عورتوں سے بھرا رہتا تھا جو دور دراز سے دین سیکھنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں درس کے لئے خاص اوقات بھی مقرر تھے جس کو سننے کے لئے عورتوں کے علاوہ مرد بھی جمع ہوتے تھے اس طرح کہ دروازے پر پردہ پڑا ہوتا اور مرد مسجد میں بیٹھ کر آپ کی تقریر سنتے تھے لوگ آپ سے صرف احادیث وغیرہ ہی نہ سنتے تھے بلکہ نہایت اہم سوالات بھی کرتے تھے اور تسلی بخش جواب پاتے تھے صحابہ کرام میں جب بھی کسی مسئلے پر اختلاف ہوتا تو وہ امت کی ماں کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور اپنی الجھن ختم کر کے واپس ہوتے امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر آپ سے ملک کے سیاسی اور انتظامی معاملات میں بھی مشورہ فرماتے تھے۔

(۳) عورتوں کی تعلیم کا ذریعہ اگرچہ ازواج مطہرات تھیں لیکن نبی کریم علیہ السلام کے دربار میں حاضری اور آپ کی زبان مبارک سے دین کی باتیں سننے کا عورتوں کو اشتیاق رہتا تھا پردے کا حکم آنے کے بعد عورتوں کا مسجد میں آنا بالکل ہی بند ہو گیا تھا لہٰذا بعض عورتوں نے نبی کریم علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمیں بھی دین سیکھنے کا موقع دیا جائے آپ نے اس درخواست کو قبول فرمایا اور ہفتہ میں ایک دن عورتوں کی محفل کے لئے مقرر کر دیا۔

اس محفل میں دور دراز سے عورتیں آکر شریک ہوتی تھیں نبی کریم علیہ السلام ان کو نہ صرف دینی احکام کی تعلیم دیتے تھے بلکہ ملکی حالات سے بھی باخبر کرتے تھے نتیجتاً چند ہی دن

میں ہر گھر میں علمی باتیں ہونے لگیں عورتیں اپنے شوہروں اپنے بچوں کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے علاوہ ملکی معاملات میں بھی اپنی ذمہ داری کو محسوس کرنے لگیں جب نبی کریم علیہ السلام لوگوں کو جہاد میں شرکت کی دعوت دیتے تو عورتیں اپنے نوجوان بچوں اور مردوں کو جہاد میں شرکت کے لئے مزید ابھارتیں اور ان میں جذبہ پیدا کرتی تھیں جب آپ مالی امداد کی اپیل فرماتے تو عورتیں اپنے اخراجات میں کمی کر کے مالی تعاون میں حصہ لیتیں۔

(۴) غزوۂ بدر میں کامیابی کے بعد ستر سے زیادہ کفار مکہ گرفتار ہو کر مدینہ آئے ان میں چند قیدی ایسے بھی تھے جن کو بہترین لکھنا آتا تھا حضور علیہ السلام نے ان قیدیوں کو حکم دیا کہ تم میں سے ہر ایک ہمارے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے تو اس کو آزاد کر دیا جائے گا آپ کے اس فیصلے سے مدینہ کے متعدد گھروں میں مکتب کھل گئے جن میں قیدی معلم تعلیم دیتے رہے یہ مکتب اگرچہ عارضی تھے لیکن جب تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا تو مستقل ہو گئے کہ قیدیوں سے صرف بچوں ہی نے تعلیم حاصل نہ کی بلکہ بڑوں نے بھی اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور قیدیوں کی آزادی کے بعد یہی لوگ معلم بن گئے اور تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔

کس قدر اہم تھا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ کہ اس وقت مدینہ میں چند ہی لوگ تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے حضور علیہ السلام کے اس فیصلے سے چند ہی دن میں مسلمانوں کے اکثر بچے لکھنے پڑھنے لگے مشہور صحابی کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی انہی قیدیوں سے لکھنا پڑھنا سیکھا اور پھر نبی کریم علیہ السلام کی خصوصی توجہ سے آپ کے علم کا تارہ بن کر چمکے۔

(۵) نبی کریم علیہ السلام صحابہ کرام کو عربی پڑھنے کے علاوہ دیگر زبانیں سیکھنے کی ترغیب بھی فرماتے تھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب وحی بھی تھے اور حضور علیہ السلام کے ترجمان بھی آپ میں غیر زبانیں سیکھنے کی خداداد صلاحیت تھی یہ فارسی رومی قبطی اور حبشی زبانوں میں ماہر تھے نیز انہوں نے خود بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس مختلف خطوط آتے رہتے ہیں اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ ان خطوط کو ہر کوئی پڑھے تو کیا تم عبرانی زبان لکھنا پڑھنا سیکھ سکتے ہو یا فرمایا کہ کیا تم سریانی لکھنا پڑھنا سیکھ سکتے ہو، میں نے عرض کیا جی سیکھ سکتا ہوں پس میں نے صرف سترہ دن میں وہ زبان خوب

سیکھ لی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کئی زبانیں جانتے تھے جو انہوں نے اپنے غیر ملکی غلاموں سے سیکھی تھیں جو غلام جہاں کا ہوتا اس سے اسی کی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔

غرضیکہ نبی کریم علیہ السلام نے مختلف طریقوں سے امت کی تعلیم پر توجہ دی اور وہ قوم جو جہالت میں مشہور تھی جس میں بمشکل ہی کوئی پڑھا لکھا نظر آتا تھا چند ہی دن میں دنیا کی معلم بن گئی، نبی کریم علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کسی قوم میں علم کو وہ اہمیت نہ دی گئی جو "معلّم کامل" صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے ملی آج جو چاہے تعلیم یافتہ قوم ہونے کا دعویٰ کرے لیکن اس حقیقت کو کسی طرح نہیں چھپایا جا سکتا کہ تعلیم کا سرچشمہ وہی نبی کریم علیہ السلام ہیں جن کے لئے اللہ علیم و خبیر نے اعلان فرمایا۔

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

"اور وہ رسول تمہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور ایسی باتوں کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے۔"

(البقرہ، ۱۵۱)

الحمدللہ امت مسلمہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ دنیا کے تمام علوم میں سب سے زیادہ لٹریچر علم دین کا موجود ہے اگر صرف قرآن کریم کے ترجمے اور تمام تفاسیر ہی جمع کر لی جائیں تو نہ جانے کتنے کمرے بھر جائیں گے حدیث، سیرت، فقہ وغیرہ کی بے شمار کتابیں علیحدہ ہیں اور صرف عربی ہی میں یہ کتابیں نہیں بلکہ دنیا کی ہر زبان میں پائی جاتی ہیں اور لکھنے والے متواتر لکھنے میں مصروف ہی ہیں یہ اسلام کی حقانیت کا ثبوت بھی ہے اور معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیاب کوشش کا نتیجہ بھی صرف احادیث کی چھان بین کرنے کے لئے محدثین نے سو سے زیادہ طریقے وضع کئے ہر طریقہ ایک فن اور علم بنا جس پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں بخاری شریف کی ساٹھ سے زیادہ شرحیں لکھی گئیں جن میں سے بعض شرحوں کی چودہ چودہ ضخیم جلدیں موجود ہیں یہ ہے وہ علم جو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو دیا اور جس کی حفاظت اور اشاعت کے لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اس امت میں علماء پیدا فرمانے کا فیصلہ فرمایا بلا خوف و خطر دنیا کو چیلنج کیجئے کہ اگر کسی کے پاس ایسا وسیع علم ہے تو

پیش کرے اسی علم نے بے سہارا قوم کو عروج پر پہنچایا اور بے تاجوں کو بادشاہ بنا دیا اسی علم نے دنیا سے ظلم و ستم کی حکمرانی کا خاتمہ کیا اور حق و صداقت امن و آتشی سے آشنا کیا اسی علم کے ذریعہ خاندانوں اور قبیلوں کی نفرتیں محبت میں بدل گئیں کمزور طاقتور ہو گئے پس آیئے اس عظیم علم کے فضائل اور علماء کے بلند مراتب کا مطالعہ کر کے اپنے اندر بھی ذوق علم پیدا کیجئے تاکہ دنیا جس منزل تک پہنچنے کے لئے بیتاب ہے اور ہزاروں جتن کر رہی ہے آپ اس منزل کے رہبر و راہنما بن سکیں اور تعلق پیدا کیجئے معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ انہی کی محبت آج بھی علم و عرفان کا سرچشمہ ہے۔

وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقه سیدنا محمد
وعلٰی اله واصحابه اجمعین

علم کے فضائل

اب ہم "معلّمِ کامل" صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ہدیہ قارئین کرنا چاہتے ہیں جن سے اس علم کی قدر و منزلت کا اندازہ ہو گا کہ جس کی آج ہماری نظروں میں کوئی وقعت و اہمیت نہیں پڑھیے اور سوچیے کہ ہم کیسی غفلت میں مبتلا ہیں۔

علم حاصل کرنا فرض ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

طلب العلم فریضة علی کل مسلم وواضع العلم عند غیر اھله۔ کمقلد الخنازیر الجوھر واللولو والذھب

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور نااہل لوگوں کو علم سکھانا ایسا ہے جیسے سوروں کو زیورات پہنا دیئے جائیں۔"

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے۔

مراد بعلم درین جا علمے است کہ ضروری وقت مسلمان است مثلاً چوں در اسلام در آمد واجب شد بر دے معرفت صانع و صفات وے و علم بہ نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و جز آں از آنچہ صحیح نیست ایمان بے آں وچوں وقت نماز در آمد واجب شد آموختن علم باحکام صلاۃ وچوں رمضان آمد، واجب گردید تعلم احکام صوم و ہرگاہ مالک نصاب گردید واجب شد تعلیم احکام زکوۃ و اگر

اس حدیث میں علم سے مراد وہ علم ہے جو ہر مسلمان کو وقت پر ضروری ہے مثلاً جب اسلام میں داخل ہو تو اس پر اللہ کی ذات و صفات کو پہچاننا اور حضور علیہ السلام کی نبوت کو جاننا لازم ہو گیا اور ہر اس چیز کا علم ضروری ہو گیا کہ جس کے بغیر ایمان صحیح نہیں اور جب نماز کا وقت آ گیا تو اس پر نماز کے احکام کا جاننا واجب ہو گیا اور جب رمضان آ گیا تو روزے کے مسائل جاننا واجب ہو گیا اور جب مالک نصاب

پیش از آں مرد و تعلم نہ کرد عاصی نہ باشد وچوں زن خواست علم حیض و نفاس و جز آں از آنچہ متعلق باحکام زن و شوے است واجب گردد

ہوگیا تو زکوٰۃ کے مسائل جاننا ضروری ہوگیا اور اگر زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے مرگیا اور زکوٰۃ کے مسائل نہ سیکھے تو گناہگار نہ ہوگا اور جب نکاح کیا تو حیض و نفاس اور مرد و عورت سے متعلق جتنے مسائل ہیں ان کا جاننا واجب ہو جاتا ہے۔

شیخ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا یہ بطور مثال ہے اس سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ علم دین صرف عبادتوں ہی کے احکام و مسائل کا نام ہے نہیں یہ تو اتنا وسیع علم ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ کے لئے اس سے رہنمائی موجود ہے تو ہم مزید وضاحت کے لئے محدث صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کے بعد عرض کرتے ہیں "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔"

یعنی مسلمان پر جو ذمہ داری آئے اس سے متعلق وہ دین کا علم حاصل کرے ورنہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا اور بغیر علم کے اس کام کو کرنے والا شریعت کی نظر میں ایسا ہی مجرم قرار پائے گا جیسا بغیر لائسنس کے گاڑی چلانے والا پولیس کی نظر میں مجرم ہوتا ہے مثلاً

مسلمان تاجر پر فرض ہے کہ وہ تجارت سے متعلق دین کے احکام جانے۔

مسلمان وکیل پر فرض ہے کہ وہ اسلامی قانون بھی سیکھے۔

مسلمان ڈاکٹر پر فرض ہے کہ وہ علاج و معالجہ اور مریض کے ساتھ برتاؤ کرنے حلال و حرام دواؤں علاج کی قیمت وصول کرنے سے متعلق احکام شریعت سیکھے۔

مسلمان انجینئر پر فرض ہے کہ وہ تعمیرات سے متعلق دین کے مسائل جانے۔

مسلمان ٹرسٹی پر فرض ہے کہ وہ ٹرسٹ وقف سے متعلق شرعی مسائل سیکھے وہ چاہے مسجد کا ٹرسٹی ہو خاندانی جائیداد کا یا کسی مدرسہ و یتیم خانہ یا مزار وغیرہ کا۔

مسلمان سیاست داں پر فرض ہے وہ سیاست سے متعلق شرعی احکام سیکھے۔

مسلمان حاکم پر فرض ہے کہ وہ حکومت کرنے عوام کے حقوق وغیرہ سے متعلق

مسائل سیکھے۔

اسی طرح زندگی کے ہر شعبہ کو لے لیجئے جس کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کے احکام موجود ہیں اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے شعبہ میں کمال پیدا کرنے کے لئے جس طرح دنیا کا علم حاصل کرتا ہے اسی طرح اس شعبہ میں کامیابی کے لئے دین سے رہبری حاصل کرے ورنہ وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا اور آج یہی اصل وجہ ہے دنیا بھر میں مسلمانوں کی ذلت و خواری کی، ظاہر ہے جب وہ مسلمان ہوتے ہوئے غیروں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں ان کا طریقہ زندگی اپنا رہے ہیں تو غیر ان کو بآسانی اپنا غلام بنا رہے ہیں انفرادی ذمہ داریاں ہوں یا اجتماعی ہر معاملہ میں ہم نے اپنے آپ کو اپنے دشمنوں کا محتاج بنا رکھا ہے اپنی دولت عزت و آبرو سب کچھ ان کے حوالے کر بیٹھے ہیں۔

سوچئے آج کوئی بھی تاجر اسلامی اصول تجارت کو اپناتا ہے کوئی سیاستدان ماضی کے عظیم مسلم سیاستدانوں کے نقش قدم پر چلتا ہے آج کسی مسلم ملک کا سربراہ خلفائے راشدین کے طرز حکومت کو اپنائے ہوئے ہے میرے عزیز! موجودہ مسلم ممالک کے سربراہوں کو اسلامی نظام حکومت کا علم تو درکنار انہیں تو ضروری دینی مسائل تک نہیں آتے اکثر کو قرآن شریف تک پڑھنا نہیں آتا ظاہر ہے جب ایسے جاہل ہمارے قائد ہیں تو ہمارے مقدر میں ذلت و رسوائی افلاس غربت جہالت کے علاوہ کیا آسکتا ہے جاہل و بدکردار احکام کا مسلط ہونا قوم کے گناہوں کی سزا ہوتی ہے یا یوں کہئے کہ جب قوم بدعمل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر ان جیسے ہی حکام مقرر فرما دیتا ہے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

كما تكونون كذلك يؤمر عليكم

"جیسے تم ہو جاؤ گے اسی طرح کے تم پر حاکم مقرر کر دیئے جائیں گے۔"

غرضیکہ "علم حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے"

عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کریں اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے علم دین کو اپنا رہبر بنائیں اچھی بیوی ہونا یا اچھی ماں بننا عورت کا بلند ترین مقام ہے جس کی عظمت کا احساس انہی عورتوں کو ہو سکتا ہے جو تعلیمات نبویہ کے مطابق

ایک بیوی یا ماں کی ذمہ داری پوری کرتی ہیں انہی عورتوں کو شوہر کی محبت اور اولاد کی طرف سے سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے جو عورت اپنے شوہر کی خدمت اور اولاد کی تربیت کے شرعی احکام جانتی اور ان کے مطابق زندگی بسر کرتی ہے وہی ایک کامیاب عورت کہلائی جا سکتی ہے۔

نا اہلوں کو علم سکھانا

اب حدیث مبارکہ کے دوسرے حصہ پر غور کیجئے "اور نا اہل لوگوں کو علم سکھانا ایسا ہے جیسے سوروں کو زیورات پہنا دیئے جائیں" خنزیر، سور بدترین بدشکل جانور ہے جس کے بال تک شریعت نے حرام و ناپاک قرار دیئے ہیں ایسے جانور کو کتنے ہی خوبصورت زیورات سے آپ لاد دیجئے نہ اس کی شکل بدلے گی نہ عادات و اطوار میں فرق آئے گا نہ ہی حیثیت تبدیل ہوگی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کس قدر قابل فکر ہے کہ نا اہل لوگوں کے سامنے کتنی ہی علم کی باتیں کی جائیں انہیں کتنی ہی تقریریں سنائی جائیں یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے ان کے اخلاق و کردار کی اصلاح نہیں ہوتی علم کا زیور ان کے لئے ایسا ہی ہے جیسا خنزیر کے لئے سونے چاندی کا زیور۔

یہ نا اہل کون ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن پر دنیا کا نشہ اتنا سوار ہو گیا ہے کہ وہ صرف اسی چیز کو قابل قدر جانتے ہیں جس سے دنیا کا ظاہری اور مادی فائدہ ہو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے علم کی بھی ان کے نزدیک کوئی قدر نہ رہی علم بھی وہ اسی کو سمجھتے ہیں جس سے ان کے خیال کے مطابق دنیا کمائی جا سکے جس سے دنیا کی عزت حاصل ہو سکے ایسے علم کے لئے وہ دولت بھی خوب خرچ کرتے ہیں محنت بھی کرتے ہیں یورپ و امریکہ تک پہنچتے ہیں لیکن جو علم ان کی فلاح و بہبود کی ضمانت دیتا ہے جو علم دنیا و آخرت کی عزت کا ذریعہ ہے اس سے نہ صرف وہ غافل ہیں بلکہ اللہ رحم کرے ایسے لوگوں کی حالت پر کہ وہ اس علم کی ناقدری کرتے اس کو معمولی جانتے ہیں اپنے بچوں کو دینی مدارس میں بھیجنا اپنی توہین خیال کرتے ہیں خود مسجد کے امام یا کسی عالم کی تقریر سننا یا درس قرآن وغیرہ میں شریک ہونا معیوب جانتے ہیں یہ ہیں ناقدرے نا اہل لوگ۔

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک دن ایسے لوگوں کے سامنے احادیث بیان کر رہا تھا جو توجہ سے نہیں سن رہے تھے ان کی حالت سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کے نزدیک علم کی کوئی قدر نہیں اسی وقت حضرت اعمش رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے مجمع پر ایک نظر ڈالی اور فرمانے لگے۔

"اے شعبہ، کیا خنزیروں کے گلوں میں موتی لٹکا رہے ہو"

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں "کیا میں چوپایوں میں موتی بکھیروں اور جانوروں کے لئے ہار بناؤں" حالانکہ یہی امام شافعی ہیں جن کو علم کی اشاعت کا اتنا شوق تھا کہ فرمایا کرتے تھے۔

"اگر میں لوگوں کو علم گھول کر پلا سکتا تو پلا دیتا"

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کی بھی قیمت ہوتی ہے آپ سے پوچھا گیا کہ علم کی کیا قیمت ہے۔ آپ نے فرمایا علم کی قیمت یہ ہے کہ علم ایسے لوگوں کو سکھایا جائے جو اسے ضائع نہ کر دیں بلکہ اس کی قدر کریں اس کی حفاظت کریں اور اس پر عمل کریں۔

حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علم پر سب سے بڑی آفت یہ ہوگی کہ لوگ عالم کی بات کو معمولی سمجھ کر لاپرواہی سے سنیں گے اور جلد بھول جائیں گے۔ (کیا آج یہی حال نہیں؟)

ملاحظہ فرمایئے آپ نے اسلاف کے ارشادات برسوں پہلے وہ فرما گئے جو آج ہو رہا ہے کون کرتا ہے آج علم کی قدر لوگ علماء پر الزام لگاتے ہیں کہ ان کی تقریر کا کوئی اثر نہیں ہوتا میرے عزیز حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کی قدر نہیں رہتی اس کا اثر بھی ختم ہو جاتا ہے علماء تو وہی قرآن و حدیث سناتے ہیں جو اسلاف سنایا کرتے تھے اور جس کو سننے کے لئے لوگ میلوں کا سفر کر کے آتے تھے قدر کرتے تھے وہ علم کی لہٰذا ان پر اثر ہوتا تھا آج تو دین کا علم کوئی گھر بیٹھے بھی سیکھنے کو تیار نہیں ہاں دنیا کے علم کے لئے بڑی سے بڑی مصیبت برداشت ہو سکتی ہے سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔

میرے ایک شناسا پروفیسر صاحب بڑے پریشان حال میرے پاس آئے فرمانے لگے مولانا آپ کی مدد کی ضرورت ہے میں نے کہا فرمایئے اگر میں آپ کے کسی کام آ سکوں تو

مجھے خوشی ہوگی بولے میں اپنے لڑکے کو اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ بھیج رہا ہوں کچھ رقم کی ضرورت ہے بڑی مہربانی ہوگی آپ کچھ انتظام کرا دیں میں جلد ہی ادا کر دوں گا۔ میں نے کہا بھائی میں نیک کام میں تو مدد کر سکتا ہوں اس کام میں نہیں فرمانے لگے علم حاصل کرنا تو بڑا نیک کام ہے میں نے کہا جی بہت نیک کام ہے مگر وہ علم حاصل کرنا جس سے انسان نیک بنے اور یہ علم امریکہ میں نہیں مل سکتا وہاں تو مذہب سے نفرت ملتی ہے تہذیب و تمدن سے آزادی ملتی ہے دولت سمیٹنے کی ہوس ملتی ہے اور اگر بہت زیادہ امریکہ کا اثر قبول کر لیا جائے تو ایڈز کی بیماری ملتی ہے میں نے پروفیسر صاحب سے عرض کیا جناب امریکہ میں علم نہیں ملتا اگر آپ واقعی اپنے بچہ کا اور اپنا بھلا چاہتے ہیں تو اسے اب اعلیٰ تعلیم کے لئے غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی کی زیر نگرانی مدرسہ انوارالعلوم ملتان بھیج دیجئے (اس وقت علامہ موصوف بقید حیات تھے) آپ قرض کے بار سے نجات پا جائیں گے آپ کا لڑکا نہایت ہی مہذب انسان ہو جائے گا سوسائٹی میں اس کا مرتبہ اتنا بلند ہوگا کہ مسجد کے ممبر یا مصلیٰ پر نظر آئے گا ہر کوئی ہاتھ چومے گا اور آپ کو بھی بڑا فائدہ ہوگا دنیا میں بھی عزت ملے گی مرنے کے بعد آپ کی روح خوش رہے گی کہ بیٹا نماز جنازہ پڑھائے گا ساری زندگی جتنی بھی دین کی خدمت کرے گا اس سے آپ کی قبر منور و روشن ہوتی رہے گی۔

معلوم نہیں پروفیسر صاحب پر میری باتوں کا کیا اثر ہوا خدا کرے قارئین میں سے کسی پر اثر ہو جائے کہ جو کچھ میں نے عرض کیا یہی حقیقت ہے دنیاوی تعلیم دنیاوی ترقی یا دنیا کمانا نہ برا ہے نہ اسلام نے اس سے منع کیا ہے برا دین کو چھوڑ دینا علم دین سے غافل ہو جانا دولت کے لئے حلال و حرام کا بھی احساس نہ رہنا ہے۔

مومن کا پیٹ نہیں بھرتا

وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یشبع المؤمن
من خیر یسمعہ حتی یکون منتہاہ الجنۃ

"بھلائی سننے سے مومن کا پیٹ نہیں بھرتا یہاں تک کہ اس کا انجام جنت ہوتا ہے۔

یعنی اللہ و رسول کی باتیں شریعت کے احکام سننے سے مسلمان کا پیٹ نہیں بھرتا کہ جو اس علم کی قدر کرتا ہے اس کے لئے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ لذیذ یہی علم ہے دن رات گزرتے جاتے ہیں اور علم کا عاشق علم کے حاصل کرنے میں ایسا مست رہتا ہے کہ اسے وقت گزرنے یہاں تک کہ زندگی گزر جانے کا بھی پتہ نہیں چلتا علم کا یہ شوق مسلمان کو جنتی بنا دیتا ہے۔ "یہاں تک کہ اس کا انجام جنت ہوتا ہے"

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس کے پاس علم ہے اور وہ اس میں اضافہ نہیں کرتا تو وہ پتھر بن گیا ہے (یعنی مطالعہ چھوڑ دیتا ہے اور اشاعت علم کی ذمہ داری پوری نہیں کرتا)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تقوے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ جو علم تمہارے پاس ہے اس کو کافی نہ جانو بلکہ اس کو مزید علم حاصل کرنے کا ذریعہ بناؤ جو شخص علم میں اضافہ نہیں کرتا اس کے علم میں ضرور کوئی خامی ہوگی۔ مزید علم کی خواہش نہ ہونا اس بیماری کا ثبوت ہے کہ اس شخص میں اپنے علم سے فائدہ حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے دن رات ایک کر کے دس سال سے زیادہ نبی کریم علیہ السلام سے علم حاصل کیا حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد مدینہ منورہ ہی میں درس قرآن و حدیث دینے لگے حال یہ تھا کہ دور دراز سے علم کے متوالے ان کے درس میں شرکت کے لئے حاضر ہوتے تھے شرعی احکام سیکھنے کے خواہشمند دن رات ان کے دروازے پر قطار لگائے نظر آتے تھے اور "بھلائی کے سننے سے مومن کا پیٹ نہیں بھرتا" کا منظر پیش کرتے تھے۔

انہی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا ایک دلچسپ واقعہ ہے وہ بھی پڑھتے چلئے بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے تیس صحابہ کو کسی مہم کے لئے روانہ فرمایا جس میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے مجاہدین نے راستہ میں ایک بستی کے قریب قیام کیا اور بستی والوں کو پیغام بھیجا کہ ہم تمہارے مہمان ہیں ہمارے لئے کچھ کھانے وغیرہ کا انتظام کرو لیکن ان لوگوں نے کوئی توجہ نہ کی اتفاق سے اسی رات بستی کے سردار کو ایک زہریلے بچھو نے کاٹ لیا لوگوں نے بہت علاج کیا جتنی

دوائیں وہ جانتے تھے سب استعمال کر ڈالیں لیکن سردار کو کوئی افاقہ نہ ہوا بلکہ زہر تیزی سے پورے جسم میں پھیلنے لگا کسی کو خیال آیا وہ دوڑا ہوا ان مسافروں کے پاس پہنچا اور اپنی مصیبت بیان کر کے کہنے لگا اگر تم کوئی علاج کر سکو تو میرے ساتھ چلو صحابہ نے کہا کہ ہم تو کوئی ایسی دوا نہیں جانتے لیکن حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بولے ہاں میں چلتا ہوں علاج کروں گا لیکن شرط یہ ہے کہ اگر تمہارا سردار ٹھیک ہو جائے تو تم ہمیں تیں بکریاں دو گے، یہ شخص راضی ہو گیا آپ اس کے ساتھ گئے اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر مریض پر دم کر دیا اللہ کا کرنا کہ سردار اسی وقت اچھا ہو گیا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بکریاں لیں اور واپس اپنے قافلہ میں آ گئے اب صحابہ میں اختلاف ہوا بعض کہتے تھے یہ بکریاں ہمارے لئے جائز نہیں بعض نے کہا جائز ہیں واپسی پر یہ حضرات نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب معاملہ بیان کیا اور سوال کیا کیا یہ بکریاں ہمارے لئے جائز ہیں نبی کریم علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا "تمہیں کس نے بتایا کہ سورۂ فاتحہ امراض کے لئے شفا ہے" جاؤ بکریاں آپس میں تقسیم کر لو اور میرا بھی حصہ لگانا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیت نے جو عالم و فقیہ بھی تھے اور متقی و پرہیز گار بھی سورۂ فاتحہ دم کرنے کی اجرت اپنی ضرورت پوری کرنے کی غرض سے وصول نہ کی تھی بلکہ اپنے اس عمل سے انہوں نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ ناقدروں سے کسی چیز کی قدر کرانے کے لئے ضروری ہے کہ ان سے بھاری قیمت وصول کی جائے۔

بہر حال بات یہ ہو رہی تھی کہ "بھلائی سننے سے مومن کا پیٹ نہیں بھرتا" ہمارے اسلاف کے بے شمار واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعی مومن کی شان یہی ہے۔

حضرت عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میں حدیث سننے کے لئے حاضر ہوا ہوں حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے احادیث سنانا شروع کر دیں بعض احادیث پر دونوں کے درمیان سوال و جواب ہوتے رہے اس طرح کافی وقت گزر گیا تو حضرت عون رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ کا بہت وقت لیا اب آپ تھک گئی ہوں گی حضرت ام الدرداء رضی

اللہ عنہا بولیں نہیں ہرگز نہیں مجھے اگرچہ عبادت کا بہت شوق ہے لیکن جب علمی گفتگو ہوتی ہے تو نفلی عبادت سے زیادہ مزا آتا ہے اور علمی مجلس ختم کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

حضرت علی ابن حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات بعد عشاء میں مسجد سے نکل رہا تھا کہ دروازے پر حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی ایک حدیث کا ذکر نکل آیا اور ہم دونوں کی گفتگو اتنی لمبی ہوگئی کہ جب موذن نے صبح کی اذان دی تو رات گزر جانے کا دونوں کو پتہ چلا (اللہ اکبر علمی گفتگو میں کیسی لذت ہے کہ ساری رات دونوں دروازے پر کھڑے رہے نہ تھکے نہ اکتائے مومن تھے اور مومن کا پیٹ علم سے کبھی نہیں بھرتا)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ معاذ دنیا میں رہنے کا مشتاق نہ تھا میں نے باغ لگائے نہ نہریں بنائیں میں تو بس اس لئے زندہ تھا کہ سارا دن مخلوق کی خدمت کروں (علم سکھاؤں) علمی حلقوں میں اور علماء کے ہجوم میں رہا کروں آپ نبی کریم علیہ السلام کی ایک حدیث بیان فرمایا کرتے تھے کہ "عالم زمین پر اللہ کا امین ہے"

حضرت امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ صاحب تفسیر کبیر فرمایا کرتے تھے کاش میرے کھانے پینے وغیرہ کے اوقات بھی علم حاصل کرنے میں گزرتے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ ہے مومن کی شان اور علم کا شوق کہ "بھلائی سے مومن کا پیٹ نہیں بھرتا" اور ہمارا کیا حال ہے اس کے بالکل برعکس کہ "صرف بھلائی میں دل نہیں لگتا" صرف علم حاصل کرنے کے لئے وقت نہیں ملتا ٹیلی ویژن پر اچھا پروگرام ہو ساری رات گزر جائے پتہ نہیں چلتا لیکن امام مسجد بعد عشاء یا کسی بھی نماز کے بعد درس قرآن یا درس حدیث دیں تو تھوڑی دیر بھی اللہ رسول کی بات سننے کا وقت نہیں جمعہ سے پہلے تقریر ہو تو اگر چند منٹ زیادہ ہو جائیں تو پریشانی ہو جاتی ہے مسجد میں ہنگامہ ہونے لگتا ہے کہ مولانا صاحب ہمارا وقت ضائع کرتے ہیں مذہبی جلسہ ہو تو شرکت کے لئے وقت نہیں اور اگر داعی سے تعلق کی بناء پر شریک ہونا ہی پڑے تو بے چینی رہتی ہے کب مولانا تقریر ختم کریں اور ہم بھاگیں اللہ کے واسطے غور کیجئے ہماری کیا حالت ہے آخر ہم نے

اپنے لئے کون سی راہ منتخب کی ہے کاش ہم اپنے اسلاف کی طرح علم کے دیوانے بن جائیں تو ہماری یہ تاریک دنیا بھی روشن ہو جائے گی اور ہماری قبر بھی کہ جب مومن علم کا متوالا بن جاتا ہے تو "اس کا انجام جنت ہوتا ہے۔"

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

اذا مات الانسان انقطع عند عمله الا من صدقة جارية اوعلم ينتفع به اوولد صالح يدعواله (رواه مسلم)

"انسان کے مرنے کے بعد اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر صدقہ جاریہ اور ایسا علم جس سے دوسرے مستفیض ہوتے ہوں یا نیک اولاد جوان (والدین) کے لئے دعائیں کرتی ہو"۔ (مسلم)

ہماری نمازیں روزے حج زکوٰۃ تلاوت قرآن اور وہ تمام نیک کام جو ہم کرتے ہیں ان کا تعلق ہماری زندگی سے ہے اگر یہ مقبول ہوئے توان کا اجر ہمیں ضرور ملے گا مرنے کے بعد عبادات کا یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور مردہ قبر میں انتظار کرتا ہے کہ کوئی زندہ اس کو کسی نیک عمل کا ثواب بخشے جس سے اس کو قبر میں سکون ملے پس کرم فرمایا ہم پر نبی مکرم رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مرنے سے پہلے ہی ہمیں کچھ ایسے نیک کاموں کی تعلیم بھی دے دی کہ ہمارے ان کاموں کا ثواب ہمیں قبر میں پہنچتا رہے گا اور ہم کسی کے محتاج نہ رہیں گے۔

صدقہ جاریہ

ہمارا ایسے کاموں میں دولت خرچ کرنا کہ مرنے کے بعد بھی ہمیں اس کا ثواب پہنچتا رہے مثلاً مسجد بنوا دینا یا تعمیر مسجد میں کسی طرح حصہ لینا جیسے تعمیر کے لئے کچھ پیسہ دے دینا پنکھے یا لائٹ وغیرہ لگوا دینا کہ جب تک مسلمان اس مسجد میں عبادت کرتے رہیں گے یا اس میں لگوائی ہوئی چیزوں سے نمازی فائدہ حاصل کرتے رہیں گے ہمیں اس کا ثواب پہنچتا رہے گا دارالعلوم بنوا دینا یا اس کی تعمیر میں کسی طرح حصہ لینا مدرسین و طلباء کے

لئے کتابیں فراہم کر دینا دینی کتابیں شائع کرا دینا کہ مسلمان ان کو پڑھیں اور دین کی تعلیم حاصل کریں جتنے مسلمان بھی ان کتابوں سے فائدہ حاصل کریں گے سب کا ثواب یہ نیک کام کرنے والے کو پہنچتا رہے گا۔ اسی طرح ہر اس کام میں دولت خرچ کرنا صدقہ جاریہ ہے جو مرنے کے بعد باقی رہے اور لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں کہ جب تک یہ کام جاری رہے گا اس کا ثواب بھی جاری رہے گا۔

علم

"علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں" چونکہ علم انسان کی صحیح رہبری کرتا ہے لہٰذا اس کا حاصل کرنا اور اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچانا یہ بھی وہ عمل ہے جس کا ثواب ہمیشہ جاری رہتا ہے علم سے فائدہ پہنچانا یہ ہے کہ جس کو دین کی جو بات بھی معلوم ہو وہ اپنے گھر والوں اور جاننے والوں کو بتا دے عالم اپنی زبان سے اپنے قلم سے علم کی اشاعت کرے غرضیکہ علم حاصل کرنے والے اور اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچانے والے قبر میں محتاج و مجبور تڑپیں گے نہیں بلکہ ان کو اس عمل کا ثواب ملتا رہے گا اور ان کی قبریں علم کے نور سے روشن ہوں گے علماء کے لئے سب سے مفید صدقہ جاریہ کتابیں تصنیف کرنا ہے کہ مسلمان ان سے دین کا علم حاصل کریں آج اپنی اپنی قبروں میں کس قدر مالا مال ہوں گے کیسے سکون سے آرام فرما رہے ہوں گے وہ علماء جن کی تصنیفات سے ہی آج تک دین زندہ ہے ہماری صدی کے ایک عظیم عالم صدر للشریعہ مولانا امجد علی رحمتہ اللہ علیہ نے نہایت آسان اردو میں فقہ کی ایک عظیم کتاب "بہار شریعت" لکھی جس سے عوام اور علماء سب ہی استفادہ کر رہے ہیں اس کتاب کو دیکھ کر ہمیں رشک آتا ہے کاش اللہ ہم سے بھی کوئی ایسا کام لے جو ہماری مغفرت کا ذریعہ بن جائے بڑی ہی مفید کتاب ہے ہر گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے۔

اولاد

"اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہو" اولاد خدا کی بڑی نعمت ہے والدین پر اولاد کی تربیت واجب ہے ایسی تربیت کہ جس سے اولاد مسلم معاشرے کا اچھا حصہ بنے ماں باپ کی

نیک نامی کا ذریعہ بنے نہ صرف اس دنیا میں والدین کے کام آئے بلکہ ان کے مرنے کے بعد بھی قبر میں سکون کا ذریعہ بنے ایسی اولاد وہی ہو سکتی ہے جس کی تربیت والدین نے شریعت کے مطابق کی ہو انہیں دین سکھایا ہو دین پر عمل کا جذبہ ان میں پیدا کیا ہو ایسی ہی اولاد ماں باپ کی زندگی میں ان کی اطاعت و فرمانبردار ہوتی ہے اور ان کے مرنے کے بعد ان کے لئے دعا کرتی ہے والدین کی ذمہ داری یہ نہیں کہ وہ اولاد کی دنیا کی فکر کریں ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اولاد کو صحیح مسلمان بنائیں آپ نے ایسے نوجوان دیکھے ہوں گے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں بڑے خوشحال اور دولت مند نظر آتے ہیں لیکن ماں یا باپ کے مرنے پر دور کھڑے دکھائی دیتے ہیں جبکہ غیر لوگ جنازے کی نماز پڑھتے اور دفن وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں یہ بدنصیب اولاد اس قابل بھی نہیں کہ ماں یا باپ کا جنازہ بھی پڑھ سکے یا قبر کے پاس کھڑے ہو کر فاتحہ کر سکے کاش والدین نے اس بچہ کو دیندار بنایا ہوتا تو وہ خود ہی ماں یا باپ کا جنازہ پڑھاتا خود ہی ان کو دفن کرتا اور اس طرح قبر میں سکون کا ذریعہ بن جاتا پس جس نے اولاد کی اچھی تربیت کی اسے مرنے کے بعد اپنی اولاد کے نیک کاموں کا ثواب پہنچتا رہے گا اور وہی اس کے لئے قبر میں سکون و آرام کا ذریعہ بنے گا۔

گمشدہ نعمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

كلمة الحكمة ضالة الحكيم فحيث وجدها فهو احق بها

”علم کی بات مومن کی کھوئی ہوئی (نعمت) ہے جہاں کہیں اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔“ (ترمذی)

مسلمان کے لئے علم ایک عظیم نعمت ہے پس مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر وقت اپنے علم میں اضافہ کی کوشش کرتا رہے زندگی کے جس حصہ میں بھی جہاں سے بھی اسے علم ملے اس کو اپنا کھویا ہوا سرمایہ سمجھ کر حاصل کرنے کی کوشش کرے کہ علم جتنا زیادہ ہو گا اتنے

ہی طالب علم کے لئے فلاح و بہبود کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے اسی لئے اللہ رب العزت نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہمیں علم میں اضافہ کی دعا کرنے کا حکم دیا۔

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا۝

"اور دعا مانگا کیجئے میرے رب (اور) زیادہ کر میرے علم کو۔"

(طٰہٰ، ۱۱۴)

اسی لئے صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور تمام ہی اسلاف کے حالات زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے علم حاصل کرنے کے لئے کیسی محنت و مشقت کی کتنے دور دراز کے سفر کئے اصحاب صُفّہ کا علم کے لئے بھوکا رہنا اور مصائب برداشت کرنا آپ گذشتہ صفحات پر ملاحظہ فرما چکے ہیں اب چند حضرات کا اور علم سے عشق ملاحظہ ہو۔

حضرت کثیر ابن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جامع دمشق میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا اے ابو الدرداء! میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث سننے آپ کے پاس آیا ہوں اس کے سوا اس شہر میں میرا کوئی کام نہیں چونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی ایک حدیث آپ کے پاس ہے جو لوگ آپ سے سنتے ہیں وہی میں سننے آیا ہوں (اس موقع پر حضرت ابو الدرداء نے اس شخص کو جو حدیث شریف سنائی وہ آپ اگلے صفحات پر پڑھیں گے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ان حضرات کا یہ ذوق علم تھا کہ مدینہ سے ہفتوں کا سفر کر کے ایک شخص دمشق صرف ایک حدیث سننے کے لئے آتا ہے)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ سے شام کا سفر صرف اس لئے کیا کہ مجھے معلوم ہوا کہ شام میں نبی کریم علیہ السلام کے ایک صحابی ہیں جن کے پاس حضور علیہ السلام کی کوئی حدیث ہے پس میں ایک مہینہ کا سفر کر کے شام پہنچا۔ ان کا گھر تلاش کیا ان کے دروازے پر دستک دی خادم آیا تو میں نے کہا اپنے آقا کو خبر کرو کہ مدینہ سے جابر ان کے دروازے پر حاضر ہے۔ خادم نے واپس آکر پوچھا کیا آپ جابر بن عبداللہ ہیں میں نے عرض کیا جی یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ باہر تشریف

لائے مجھے گلے لگایا گھر میں لے گئے پس جب میں نے اپنی حاضری اور اس سفر کا مقصد بتایا تو آپ بے حد خوش ہوئے اور طلب علم کے لئے سفر کرنے پر مبارکباد دی اور حضور علیہ السلام کی ایک طویل حدیث سنائی جو خود انہوں نے نبی کریم علیہ السلام سے سنی تھی۔

حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے مصر تشریف لے گئے۔ صرف حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سننے کے لئے جو انہوں نے خود حضور علیہ السلام سے سنی تھی حضرت ایوب انصاری مصر پہنچے حضرت عتبہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مجھے معلوم ہوا کہ آپ حضور علیہ السلام کی ایک حدیث روایت کرتے ہیں جو صرف آپ ہی کے پاس ہے میں وہ حدیث سننے حاضر ہوا ہوں حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور حدیث بیان کی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حدیث سنتے ہی اونٹ پر سوار ہوئے اور مدینہ واپس چل دیئے (صرف ایک حدیث کے لئے یہ طویل سفر کیا تھا)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے سفر کو جہاد نہیں سمجھتا میرے نزدیک اس کی عقل ناقص ہے۔"

حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طلب علم کے لئے میں نے حضرت مسروق سے زیادہ سفر کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا نیز انہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص شام کی سرحد سے چل کر یمن کے آخر تک صرف علم حاصل کرنے اور حکمت کی بات تلاش کرنے جاتا ہے تو میرے نزدیک اس کا یہ سفر بہت ہی مبارک ہے۔

حضرت سعید بن میسبؓ رضی اللہ عنہ رئیس التابعین کہلاتے ہیں۔ ایک ایک حدیث کے لئے لمبے لمبے سفر کیا کرتے تھے اور نبی کریم علیہ السلام کے صحابہ کو تلاش کر کر کے احادیث سنا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے انہوں نے اپنے زمانہ کے عظیم عالم محدث حضرت امام اوزاعی رضی اللہ عنہ سے استفادے کے لئے کوفہ سے شام کا سفر کیا نیز اسی مقصد کے لئے وہ دیگر علماء کے پاس شام، عراق، یمن، مصر اور بصرہ تشریف لے گئے آپ سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا آپ تو علم کا پہاڑ ہیں اب کب تک علم کی تلاش میں دوڑتے رہیں گے فرمایا انشاء اللہ موت تک ایک مرتبہ اسی قسم کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا "شاید اب تک میں نے وہ کلمہ سنا ہی

نہیں جو میرے کام آئے۔"

یہ ہے علم کے کھوئے ہوئے موتی کی تلاش ذرا اندازہ لگایئے اس زمانہ میں سفر کتنا دشوار تھا عرب کے ریگستانوں میں اونٹ پر سخت گرمی، سردی کے زمانہ میں ان حضرات کے سفر کا تصور کیجئے اور پھر ان کے نزدیک علم کی اہمیت کا خیال فرمایئے ان مصائب کے باوجود ان حضرات کا علم سے پیٹ نہ بھرتا تھا یہ تھے مومن اور "علم سے مومن کا پیٹ نہیں بھرتا"

آپ نے علم دین حاصل کرنے کے لئے کبھی ہوائی جہاز سے بھی سفر کیا یا اپنے کسی قریبی شہر میں صرف کسی عالم کی تقریر سننے کے لئے اپنی گاڑی سے تشریف لے گئے ہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کون اتنے پیسے خرچ کرے کسی کے پاس اتنا وقت ہے ہمارے پاس تو اتنا وقت بھی نہیں کہ اپنے محلّہ کی مسجد میں جمعہ سے پہلے امام صاحب کی تقریر سن لیا کریں سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہمارے پاس وقت نہیں تو یہ ہمارے اسلاف کے پاس وقت کہاں سے آجاتا تھا جو ذمہ داریاں آج ہماری ہیں جن کی وجہ سے ہمیں وقت نہیں ملتا اس سے زیادہ ہمارے اسلاف کی ذمہ داریاں تھیں لیکن انہیں پھر بھی وقت ملتا تھا اصل بات ذمہ داریوں اور وقت ملنے کی نہیں ہے بلکہ اصل بات اہمیت کی ہے ذوق کی ہے آج ہمارے نزدیک علم کی اہمیت نہ رہی ہمارا ذوق مردہ ہو گیا جن چیزوں کو ہم نے اہمیت دے رکھی ہے انہوں نے ہمارا چین و سکون چھین لیا ہے زندگی اجیرن کر دی ہے کاش ہم بیماری کی جڑ کو پکڑیں اور اپنے اسلاف کے دکھائے ہوئے راستہ پر چلنے لگیں تو یقین جانئے ہم مزید تباہی سے نجات پا سکتے ہیں۔

دین کا ذوق

دین کی سمجھ یا دین کا ذوق پیدا ہو جانا خدا کی بڑی نعمت ہے جسے یہ نعمت مل گئی سمجھ لیجئے اللہ نے اس پر بڑا ہی کرم فرمایا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

من یرداللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین و انما انا

قاسم واللہ یعطی

"جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا اسے دین میں سمجھ عطا کر دیتا ہے میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ دینے والا ہے۔"

علم دین کا ذوق پیدا ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ نے اپنے اس بندے کی بھلائی کا فیصلہ فرمالیا ہے بھلائی کا فیصلہ یعنی اس بندے کو اللہ کی طرف سے عزت و دولت سب کچھ نصیب ہو گا۔

دیکھ لیجئے آج اسلامی تاریخ کے جو ہیرو ہیں جن کا سب ہی احترام کرتے ہیں کوئی امام کہلاتا ہے کوئی مجتہد کوئی محدث یہ سب علم ہی کے متوالے تھے علم کے عاشق تھے ان کو علم نے ایسا چمکایا کہ آج تک چمک رہے ہیں اور قیامت تک چمکتے ہی رہیں گے کتنے بادشاہ گزرے ہیں جنھوں نے اپنے زمانہ کے عالموں پر ظلم و ستم کیے ان کو ستایا جیلوں میں ڈالا کوڑے لگوائے جان تک لے لی۔ لیکن اپنے وقت کے وہ سب سورما مٹ گئے آج ان کا نام تک کوئی نہیں جانتا لیکن علم مصطفیٰ کی شمع کو روشن کرنے والے آسمان دنیا کے تارے بن کر چمک رہے ہیں یہ ہے اللہ کی طرف سے ان علم کے دیوانوں کے لئے بھلائی کا فیصلہ جن کو یہ ذوق نصیب ہوا ان کا حال یہ تھا کہ:

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جب تک قبر میں نہ چلا جاؤں علم حاصل کرنا نہ چھوڑوں گا۔"

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "علم کا ایک باب سیکھ لینا دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے"

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ "اے نوجوانو! آؤ علم سیکھ لو کل تم قوم کے سرداروں میں شامل کئے جاؤ گے میں جب چھوٹا تھا تو میری کوئی قدر نہ تھی یہ بچپن کی تعلیم ہی کا اثر ہے کہ جہاں جاتا ہوں میرا احترام ہوتا ہے لوگ مجھے گھیر لیتے ہیں اور دین کی باتیں سیکھتے ہیں۔

یہی اہل علم ہیں جن کے لئے اعلان فرمایا گیا۔

یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

"وہ عطا فرماتا ہے حکمت (علم) جسے چاہتا ہے اور جسے حکمت عطا کی گئی تو یقیناً اسے بہت بھلائی دی گئی اور نصیحت قبول نہیں کرتے۔ مگر عقلمند۔"

(البقرہ، ۲۶۹)

لیکن اللہ کی طرف سے یہ بھلائی یعنی دنیا و آخرت کی عزت و عظمت آسانی سے نہیں ملتی اس کے لئے بڑی محنت و مشقت کرنا پڑتی ہے بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "طلب علم کے لئے تنگدستی خاکساری اور اساتذہ کا احترام بہت ضروری ہے" تحصیل علم کے سلسلے میں اپنی مشکلات کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں یتیم بچہ تھا گھر میں نہایت تنگی سے زندگی بسر ہوتی تھی ماں نے مجھے مکتب بھیجا ختم قرآن کے بعد میں علماء کے حلقے میں بیٹھنے لگا کوئی حدیث یا مسئلہ سنتا تو یاد کر لیتا تھا غربت کی وجہ سے کاغذ تک نہ خرید سکتا تھا مجبوراً چکنی ہڈیاں تلاش کر لیتا صاف کر کے انہی پر کچھ لکھ لیتا جب یہ ہڈیاں تحریر سے بھر جاتیں تو دوسری تلاش کر کے لے آتا تھا ان لکھی ہوئی ہڈیوں کو گھر کے ایک کونے میں نہایت احتیاط سے جمع کرتا رہتا تھا ابتدائی تعلیم کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا پھر جوں جوں میرے علم میں ترقی ہوتی گئی مزید علم حاصل کرنے کے لئے سہولتیں بھی میسر آتی رہیں۔"

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے طالب علمی کے زمانہ میں جو تکالیف برداشت کیں وہ مشہور و معروف ہیں مثلاً یہ کہ آپ پر کئی کئی دن گزر جاتے تھے اور کچھ کھانے کے لئے نصیب نہ ہوتا تھا بھوک کی شدت سے آپ زمین پر لیٹتے اور بار بار اس آیت کی تلاوت کرتے۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝

"پس یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔"

(انشراح، ۵-۶)

آپ خود فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تلاوت سے مجھے ایسا معلوم ہوتا جیسے کسی نے

کچھ کھلا دیا ہو۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ حصول علم میں اپنی محنت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مجھے بچپن ہی سے نہیں معلوم کہ کھیل کود کیا ہوتا ہے اور آرام کی نیند کیسی ہوتی ہے میں نے کبھی وقت پر کھانا نہ کھایا اور کبھی پوری نیند نہ سویا سخت سردی ہو یا سخت گرمی میرے تعلیمی پروگرام پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا اکثر پڑھتے پڑھتے آدھی سے زیادہ رات گذر جاتی تو والد صاحب کی آواز آتی بیٹا اب تک سوئے نہیں میں لیٹ کر جواب دیتا بس سونے ہی والا ہوں پھر اٹھ کر پڑھنے لگتا کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ چراغ کی لو سے میری پگڑی اور پیشانی کے بال تک جل گئے اور مجھے اس وقت احساس ہوتا جب میرے سر کی کھال جلنے لگتی۔

یہ تھا ہمارے اسلاف کا علم سے عشق وہ جانتے تھے کہ علم کی اہمیت کیا ہے اور انسان کی عزت و عظمت کا ضامن بنا کر خدا نے جو علم نازل کیا ہے وہ آسانی سے حاصل نہیں ہوسکتا کہ ہر قیمتی چیز محنت و مشقت سے ہی حاصل ہوتی علم دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہے اس کا فائدہ بھی دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہے تو یہ بغیر محنت و مشقت کے کیسے نصیب ہوسکتا ہے علم کے انہی متوالوں سے اللہ وعدہ فرماتا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ

"اللہ ان کے جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا مرتبے بلند فرمائے گا۔" (المجادلہ . ۱۱)

کہ دنیا میں بھی انہیں بھلائی نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں بھی یہ کامیاب و کامران ہوں گے۔

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث بیان کی جس کا آخری حصہ ہمارے موضوع سے متعلق ہے لیکن یہ حدیث شریف ہماری اصلاح کے لئے نہایت مفید ہے لہٰذا پوری حدیث ہم نقل کرتے ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا "جو کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیف دور کرے تو اللہ اس سے قیامت کی مصیبت دور کرے گا اور جو کسی

تنگی والے پر آسانی کرے تو اللہ دین و دنیا میں اس پر آسانی فرمائے گا اور جو کوئی مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے اور اللہ دین و دنیا میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اللہ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

ومن سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا الى الجنة وما اجتمع قوم فى بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدا رسونه بينهم الا نزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملئكة وذكرهم الله فيمن عنده ومن بظابه عمله لم يسرع به نسبه

"اور جو طلب علم کے لئے سفر کرے تو اس کی برکت سے اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کر دے گا اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن سیکھنے اور سکھانے کے لئے جمع نہیں ہوتی مگر اللہ ان کے دل کو سکون بخشتا ہے اور انہیں اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی اور فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے اور جس شخص کو اس کا عمل پیچھے کر دے اس کو اس کا نسب آگے نہیں کر سکتا۔"

(مسلم شریف)

علم کے لئے سفر

جو طلب علم کے لئے سفر کرے تو اس کی برکت سے اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کر دے گا طلب علم کے لئے سفر کا مطلب یہی ہے کہ جسے علم کا اتنا شوق ہو کہ جہاں بھی کوئی عالم ہو علم کا یہ متوالا سفر کی صعوبتوں اور اخراجات کی پروا کئے بغیر اس عالم سے استفادے کے لئے اس تک پہنچنے کی کوشش کرے یہ سفر چاہے دور کا ہو یا قریب کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں جائے یا اپنے گھر سے نکل کر محلّہ کی مسجد یا شہر کے کسی حصہ میں عالم کی تقریر سننے یا کوئی مسئلہ معلوم کرنے جائے بہرحال یہ طلب علم کے لئے سفر ہوگا اور فخر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس کا نتیجہ ضرور نصیب ہوگا یعنی "جنت کا

راستہ آسان ہوجائے گا" اس طرح کہ علم دین سے محبت اور اس کی تلاش مومن کو برائیوں سے بچاتی اور اس میں نیکیوں کا جذبہ بیدار کرتی ہے طالب علم کو معمولی سی برائی بھی بہت بڑی نظر آتی ہے اور شریعت کے سخت سے سخت حکم کی پابندی بھی اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے مثلاً نمازیں پڑھنا روزے رکھنا حج کرنا زکوٰۃ ادا کرنا یہ تمام عبادتیں بہت دشوار معلوم ہوتی ہیں لیکن انہی لوگوں کو جو اپنی جہالت کے سبب ان عبادتوں کے دنیوی اور اخروی فائدے نہیں جانتے اور جس شخص کو علم سے محبت ہے اس کے لئے یہ عبادتیں بالکل آسان زندگی کا ایک حصہ ہو جاتی ہیں اسی طرح اور تمام دینی باتوں کا حال ہے جب لوگوں میں علم کا ذوق ہوتا ہے اور وہ عالموں کی صحبت میں رہتے ان کی تقریریں سنتے ہیں یا دینی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو خود بخود وہ باتیں ختم ہو جاتی ہیں جو ایک مسلمان کے شایان شان نہیں پھر لوگوں میں عبادتوں کی پابندی کا احساس معاشی اور معاشرتی معاملات میں شرعی احکام کی طرف توجہ ہونے لگتی ہے اور یہی سب باتیں تو ہیں جن سے جنت کا راستہ آسان ہوتا ہے۔

طلب علم کے لئے سفر کرنے کا نہ تو کوئی وقت مقرر ہے اور نہ ہی عمر کی حد ہے اور نہ ہی کوئی ایسی حد ہے کہ جس کے پاس اتنا علم ہو جائے تو اسے مزید علم کی ضرورت نہ رہی کیونکہ کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں علم کی اس انتہا کو پہنچ گیا ہوں یا اتنا اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو گیا ہوں کہ اب مجھے کوئی سکھانے والا نہیں قرآن کریم فرماتا ہے۔

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝

"ہم بلند کر دیتے ہیں درجے جن کے چاہتے ہیں اور ہر علم والے سے اونچا دوسرا علم والا ہے۔" (یوسف، ٧٦)

کوئی کیسے دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نے سب علم حاصل کر لیا اور میں ہی زمانہ کا سب سے بڑا عالم ہوں جبکہ علم عطا فرمانے والا رب علیم و خبیر اعلان فرما رہا ہے "ہر علم والے سے اونچا دوسرا علم والا ہے" علم تو ایسا موتی بھرا سمندر ہے کہ کوئی غوطہ خور یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں نے اس کے سب موتی نکال لئے یہ عالم الغیب والشہادۃ اللہ ہی ہے جو جس کو جتنا چاہتا ہے علم عطا فرماتا ہے ہاں نبی کا علم قرآن و حدیث کی وضاحت کے مطابق

اپنی امت کے تمام افراد سے زیادہ ہوتا ہے کہ کوئی امتی کسی نبی کے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا کہ نبی کا علم وہبی بلاواسطہ اللہ کا دیا ہوا ہوتا ہے جبکہ ہر امتی کا علم کسبی ہوتا ہے کہ وہ دنیا والوں سے پڑھتا اور علم حاصل کرتا ہے اب یہ اس کی عقل محنت و مشقت اور علم سے شوق پر موقوف ہے کہ اس نے کتنا علم حاصل کیا پھر بھی وہ کتنا ہی علم حاصل کر لے لیکن سب سے بڑا عالم ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا حتیٰ کہ نبی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ دیگر انبیاء سے زیادہ علم رکھتا ہے اللہ کا ارشاد ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ

"یہ سب رسول ہم نے (ان میں سے) بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور ان میں سے بعض کے درجے بلند کئے۔" (بقرہ، ۲۵۳)

اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام نفس نبوت میں برابر ہیں۔

"ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔" (بقرہ، ۲۸۵)

نبوت میں فرق نہیں لیکن مراتب و درجات معجزات و کمالات اور علم میں بعض بعض سے افضل ہیں اور امت کا اس عقیدے پر اتفاق ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل و اعلیٰ ہیں خصوصاً علم میں آپ کا مرتبہ و مقام کائنات میں سب سے اونچا ہے بس آپ سے اونچی ذات ہے اللہ عالم الغیب والشہادہ کی کوئی امتی تو درکنار کوئی نبی بھی آپ کے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیا خوب فرماتے ہیں علامہ امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ

فانه شمس فضل هم كواكبها
يظهرون انوارها للناس فى الظلم

"جو لوگوں پر اپنی ہدایت و نصیحت کی روشنی تاریک زمانہ میں ڈالتے ہیں۔ آپ فضل الٰہی کا آفتاب ہیں اور تمام انبیاء اس کے تارے ہیں۔"

غرضیکہ کسی کو حق نہیں اور نہ زیب دیتا ہے کہ وہ علم میں سب سے اونچا ہونے کا دعویٰ کرے اس حقیقت کو مزید سمجھنے کے لئے توجہ فرمایئے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اس

واقعہ کی طرف جس کو قرآن کریم کی سورۂ کہف میں بیان کیا گیا ہے اور اس کی تفصیل نبی کریم علیہ السلام نے بیان فرمائی جس کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیح بخاری و مسلم نے ہم تک پہنچایا۔

"ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے خطبہ دے رہے تھے تو کسی نے آپ سے سوال کیا کہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں ان سے زیادہ علم والا کوئی نہ تھا اس لئے آپ نے) فرمایا کہ میں سب سے زیادہ علم والا ہوں (چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں حتیٰ کے انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی عجز و انکساری کو پسند فرماتا ہے لہٰذا اللہ کو آپ کی یہ بات پسند نہ آئی۔) پس وحی آئی کہ اے موسیٰ ہمارا ایک بندہ تم سے بھی زیادہ علم والا ہے (موسیٰ علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ کو اس بندے کی زیارت اور اس سے استفادے کا شوق پیدا ہوا) اس لئے آپ نے اللہ سے درخواست کی کہ مجھے اس بندے کا پتہ بتایا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک مچھلی اپنے ساتھ لو اور مجمع البحرین کی طرف سفر کرو جہاں یہ مچھلی گم ہو جائے گی بس وہی جگہ ہمارے بندے سے ملنے کی ہے آپ نے اپنے ہمراہ اپنے خادم یوشع بن نون کو لیا اور اپنے سامان میں ایک مچھلی بھی رکھ لی دوران سفر ایک پتھر پر سر رکھ کر دونوں سو گئے یہاں اچانک یہ مچھلی زندہ ہوئی اور دریا میں چلی گئی جس جگہ یہ مچھلی دریا میں گئی وہاں کا پانی جم گیا اور دریا میں ایک سرنگ سی ہو گئی (یوشع بن نون نے اس عجیب و غریب واقعہ کو دیکھا) لیکن جب موسیٰ علیہ السلام سو کر اٹھے تو انہیں بتانا بھول گئے اور دونوں آگے چل دیئے پورے ایک دن ایک رات کا مزید سفر کیا دوسرے دن صبح تکان محسوس ہوئی تو آرام کے لئے ٹھہرے اور موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون سے کہا کہ کھانے کا سامان نکالو کہ اب بھوک لگی ہے اب یوشع بن نون کو مچھلی کا واقعہ یاد آیا تو عرض کرنے لگے مچھلی تو زندہ ہو کر دریا میں چلی گئی اور اس جگہ کا پانی جم گیا تھا میں آپ کو یہ واقعہ اسی وقت سنانے والا تھا لیکن مجھے شیطان نے بھلا دیا پس

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہی تو ہمارا مقصد تھا (یعنی منزل مقصود وہی تو ہے) لہٰذا دونوں فوراً اسی راستہ سے واپس ہوئے جب اسی پتھر کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص سر سے پاؤں تک چادر تانے لیٹا ہے (یہ خضر علیہ السلام تھے) موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے (چادر کھولے بغیر کہا) اس جنگل میں سلام کی آواز کہاں سے آئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں موسیٰ ہوں، خضر علیہ السلام نے پوچھا کیا تم موسیٰ بنی اسرائیل ہو، آپ نے جواب دیا جی اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ خاص علم سکھا دیں جو اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کو دیا ہے خضر علیہ السلام نے کہا آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے کیونکہ میرے پاس جو علم ہے وہ اللہ نے آپ کو نہیں دیا (کیونکہ آپ کو اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے اس علم کی ضرورت نہ تھی) اور آپ کے پاس جو علم ہے وہ اللہ نے مجھے نہیں دیا، (کیونکہ میں کسی خاص قوم کے لئے رہبر بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گا (سب کام خاموشی سے دیکھتا رہوں گا) پس خضر علیہ السلام نے کہا ٹھیک ہے آپ مجھ سے کسی قسم کا سوال نہ کریں جب وقت آئے گا میں آپ کو خود ہی ہر کام کی مصلحت اور حکمت بتا دوں گا۔"

اس کے بعد یہ دونوں ساتھ چل دیئے سفر میں جو کچھ ہوا اس کی تفصیلات کے لئے قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ
حُقُبًا ۝ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ
سَرَبًا ۝ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا ۝
قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا
الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۝ قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ
فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ

عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤی اَنْ
تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝ وَكَیْفَ
تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ
اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ۝ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی
اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ
اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ
اَمْرِیْ عُسْرًا ۝ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا
زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا
تُصٰحِبْنِیْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ۝ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ
قَرْیَةِ اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ
اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ۝ قَالَ هٰذَا
فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ۝
اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ
اَعِیْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا ۝ وَاَمَّا الْغُلٰمُ
فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّكُفْرًا ۝ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ
یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ
لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا
صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَیَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ
رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ۝

"موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان (ساتھی) سے کہا کہ میں چلتا رہوں گا یہاں تک کہ وہاں پہنچ جاؤں جہاں دو دریا ملتے ہیں یا چلتے چلتے مدت دراز گزار دوں گا پھر جب وہ دونوں پہنچے جہاں آپس میں دریا ملتے ہیں دونوں بھول گئے

اپنی مچھلی کو پس اس نے اپنا راستہ دریا میں بنالیا سرنگ کی طرح پس جب دونوں وہاں سے آگے بڑھے تو (موسیٰ علیہ السلام نے) اپنے جوان سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ کہ ہمیں سفر میں بڑی ہی مشقت برداشت کرنا پڑی ہے۔ جوان نے کہا (اے موسیٰ) کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو میں بھول گیا مچھلی کو اور نہیں بھلائی مجھے وہ مچھلی مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کروں اور اس نے دریا میں اپنا راستہ بنالیا تھا عجب طریقے سے۔ (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا یہی تو وہ جگہ ہے جس کو ہم تلاش کر رہے تھے پس وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات پر واپس لوٹے۔ تو پایا انہوں نے ایک بندے کو ہمارے بندوں میں سے جسے ہم نے اپنی جانب سے رحمت عطا فرمائی تھی اور ہم نے اسے اپنے پاس سے (خاص) علم سکھایا تھا (موسیٰ علیہ السلام نے) اس (بندے) سے کہا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں کہ آپ مجھے رشد و ہدایت کا وہ خاص علم سکھائیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے اس (بندے) نے کہا (اے موسیٰ) آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ اور آپ اس بات پر کیسے صبر کر سکتے ہیں جس کا آپ کو پوری طرح علم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اس (بندے) نے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کیجئے یہاں تک کہ میں آپ سے اس کا خود ہی ذکر کر دوں۔ پس وہ دونوں چل دیئے یہاں تک کہ جب دونوں سوار ہوئے کشتی میں تو اس (بندے) نے اس میں شگاف کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام بول اٹھے کہ کیا تم نے کشتی میں اس لئے شگاف کر دیا کہ اس کی سواریوں کو ڈبو دو یقیناً تم نے بہت برا کام کیا ہے اس (بندے) نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہ گرفت کرو مجھ پر میری بھول کی وجہ سے اور نہ سختی کرو میرے اس معاملہ میں بہت زیادہ (یعنی معذرت کرلی) پھر دونوں چل دیئے یہاں تک کہ

وہ دونوں ایک لڑکے کو ملے تو اس (بندے) نے لڑکے کو قتل کر ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے (غضب ناک ہو کر) کہا کیا قتل کر دیا آپ نے ایک بے قصور جان کو کسی جان کے بدلے کے بغیر بیشک آپ نے بہت ہی غیر مناسب کام کیا ہے۔ اس (بندے) نے کہا کیا میں نے نہیں کہہ دیا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر میں اس کے بعد آپ سے کوئی بات پوچھوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں۔ آپ میری طرف سے معذور ہوں گے۔ پھر وہ دونوں چلنے لگے یہاں تک کہ جب ان دونوں کا گذر (ایک) گاؤں والوں کے پاس سے ہوا تو انہوں نے ان سے کھانا مانگا تو ان (گاؤں والوں نے صاف) انکار کر دیا کہ ان کی میزبانی کریں پھر ان دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے والی تھی پس اس (بندے) نے اس کو سیدھا کر دیا موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری ہی لے لیتے۔ اس (بندے) نے کہا (اب ساتھ ختم) یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔ وہ جو کشتی تھی وہ چند غریبوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے پس میں نے ارادہ کیا کہ اسے عیب دار بنا دوں اور (اس کی وجہ یہ تھی) کہ ان کے آگے ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر کشتی پر زبردستی قبضہ کر لیتا تھا۔ اور وہ جو لڑکا تھا (اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اس کے والدین مومن تھے پس ہمیں اندیشہ ہوا۔ کہ وہ (اگر زندہ رہا تو) مجبور کر دے گا انہیں سرکشی اور کفر پر۔ تو ہم نے چاہا کہ ان کا رب انہیں بدلہ دے (ایسا بیٹا) جو اس کی پاکیزگی میں بہتر ہو اور (والدین پر) زیادہ مہربان ہو۔ اور باقی رہی دیوار تو وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا پس آپ کے رب نے ارادہ فرمایا کہ وہ دونوں بچے جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکال لیں یہ (ان پر ان کے رب کی خاص رحمت تھی اور جو کچھ میں نے کیا) اپنی مرضی سے نہیں کیا یہ ہے حقیقت ان امور کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ (کہف، ۶۰ تا ۸۲)

اس واقعہ سے متعلق تحقیقی امور اگر بیان کیے گئے تو آپ اصل موضوع سے بہت دور نکل جائیں گے لہٰذا ہم ان کو چھوڑتے ہوئے صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی ورسول کا سب سے زیادہ عالم ہونے کا دعویٰ اللہ کو پسند نہ آیا تو کس کے لئے زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو سب سے بڑا عالم جانے نیز یہ ہے مثال علم کے شوق کی کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جونہی پتہ چلا کہ کوئی بندہ ایسا بھی ہے جس کو اللہ نے وہ علم عطا فرمایا ہے جو انہیں نہیں دیا گیا تو آپ فوراً اس کی زیارت کرنے اور اس سے علم حاصل کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور ایک طویل نہایت ہی دشوار سفر کر کے اس تک جا پہنچے۔

غرضیکہ "طلب علم کے لئے سفر کرنا جنت کے راستہ کو آسان کر دیتا ہے" پس ہر مومن خواہش رکھتا ہے کہ وہ آسانی سے جنت تک پہنچ جائے تو اس زمانہ میں تو اس خواہش کی تکمیل اور بھی زیادہ آسان ہے کہ اب سفر نہ اونٹوں اور گدھوں پر کرنا پڑتا ہے اور نہ بے آب و گیاہ ریگستانی اور پہاڑی راستوں سے گزرنا پڑتا ہے اب اللہ کے فضل سے اعلیٰ سے اعلیٰ سواریاں موجود ہیں بلکہ ضروری علم حاصل کرنے کے لئے تو سفر کی ضرورت ہی باقی نہ رہی اب تو یہ علم بے حد آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے دینی کتابیں لیجئے گھر میں بیٹھے پڑھیے علماء کی تقریروں کے ویڈیو کیسٹ حاصل کیجئے اور گھر میں بیٹھ کر دیکھئے اور اگر ہو سکے تو ذرا سی تکلیف برداشت کر کے اپنے محلّہ کی مسجد یا اسلامی سینٹر چلے جایئے تو وہاں آپ مولانا صاحب کو اپنا منتظر پائیں گے آپ جو بھی ان سے دینی سوال کریں گے وہ آپ کو جواب دیں گے اور پوری طرح مطمئن کریں گے کتنا آپ پر یہ اللہ کا کرم ہے کہ آج صرف مسلم ممالک ہی میں نہیں بلکہ امریکہ یورپ افریقہ تمام غیر مسلم ملکوں میں بھی شہر شہر اور ہر محلّہ میں کوئی نہ کوئی عالم دین موجود ہے لیکن ہماری حالت اس بدنصیب پیاسے کی سی ہے جو پیاس کی شدت سے تڑپ رہا ہے مرا جا رہا ہے لیکن اپنے سامنے بہتے پانی سے اپنی پیاس بجھانے کی اس میں عقل نہیں یا اللہ تو ہمیں سمجھ عطا فرما کہ ہم علم دین کے ذریعے اپنے آپ کو تباہی سے بچا سکیں۔

علم سیکھنا اور سکھانا

گزشتہ اوراق میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کو دوبارہ پڑھئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

"کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن سیکھنے اور سکھانے کے لئے جمع نہیں ہوتی مگر اللہ ان کے دلوں کو سکون بخشتا ہے اور انہیں اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ انہیں اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے۔"

یعنی جب لوگ دین کا علم حاصل کرنے یا دین کی باتیں سکھانے کے لئے مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں تو انہیں بڑے فائدے نصیب ہوتے ہیں۔

پہلا فائدہ تو یہ کہ ان کے دلوں کو سکون ملتا ہے کہ وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے سکون ملا ہی کرتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ
اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ

"جو لوگ ایمان لائے اور مطمئن ہوتے ہیں جن کے دل ذکر الٰہی سے غور سے سنو اللہ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔" (رعد، ۲۸)

ہے آج کوئی جو دعویٰ کر سکے کہ دنیا کے تمام وسائل موجود ہونے کے باوجود اس کی زندگی پرسکون گزر رہی ہے ہمیں تو کوئی ایسا خوش نصیب نہ مل سکا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آج سب کچھ ہے سوائے سکون کے اس لئے کہ جو سکون کا ذریعہ ہے اس سے سب بھاگتے ہیں اور تڑپتے ہیں کچھ کر لیجئے چین میسر نہیں آ سکتا جب تک غلام آقا کی بات نہ مانے اور آقا کا فرمان ہے کہ دینی مراکز کی طرف آؤ دین کا علم حاصل کرو اس کے مطابق زندگی بسر کرو سکون نصیب ہو جائے گا۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ان علم کا شوق رکھنے والوں کو اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور

فرشتے گھیر لیتے ہیں جس کے لئے ہم دن رات دعائیں کرتے ہیں۔ "اے اللہ رحم فرما" نبی کریم علیہ السلام اسی کا راستہ بتارہے ہیں کہ اے رحم کی بھیک مانگنے والو وہاں آؤ جہاں رحمت برس رہی ہے وہاں آؤ جہاں فرشتے تمہارے منتظر ہیں یہ اللہ کے گھر ہیں یہ دین کے مراکز یہ دین کی محفلیں ہیں انہی محفلوں کو کبھی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے کبھی گیارھویں شریف کی محفل کہتے ہیں کبھی عرس کہتے ہیں یہ سب دین سیکھنے سکھانے کی محفلیں ہیں جو خلوص سے ان محفلوں کا انتظام کرتے ہیں ان میں شریک ہوتے ہیں ان میں تقریر کرتے ہیں ان میں نعتیں پڑھتے ہیں سب پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے سب کو اللہ کے فرشتے گھیرے ہوتے ہیں اور ان کے ایمان کے گواہ بنتے ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں لیکن اے عزیز! تیرے پاس ان محفلوں میں شرکت کا وقت نہیں ہے تو ان کو ایک بے فائدہ رسم خیال کرتا ہے جبھی تو تیری زندگی کا کوئی لمحہ خوشگوار نہیں جبھی تو دن بدن جہالت کی تاریکی میں تو پھنستا چلا جارہا ہے اللہ تمہیں ہدایت دے اس راستے کی جو یقیناً عزت و سکون کا راستہ ہے یہی راستہ ہے ان بندوں کا جن سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اللہ انہیں اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے یہ ملائکہ کی جماعت ہے کتنا بڑا اعزاز ہے اس گناہگار انسان کے لئے کہ رب کے دربار میں اس کا ذکر ہوتا ہے لمبی چوڑی عبادتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف دین کا علم سیکھنے اور سکھانے کی وجہ سے دنیا کے پوجاریوں کو مبارک ہو کہ ان کا چرچا دنیا میں ہوتا ہے بڑے بڑے انعامات ملتے ہیں بڑی شہرت ہوتی ہے وہ بہت خوش ہوتے ہیں بہت فخر کرتے ہیں اس اعزاز پر کہ ان کی ساری کوششیں اسی کے لئے ہوتی ہیں ان کی منزل مقصود یہی ہے اہل علم کی نظروں میں یہ سب کچھ بھی نہیں وہ اللہ کی خوشنودی کو اپنی منزل سمجھتے ہیں تو فخر صادق صلی اللہ علیہ وسلم خبر دے رہے ہیں کہ اگر تم دین کا علم ذوق و شوق کے ساتھ سیکھو اور سکھاؤ نیز اس سے اپنی زندگی بھی سدھارو اور دوسروں کی رہبری بھی کرو تو تمہارا مقام اتنا بلند ہوگا کہ احکم الحاکمین کے دربار میں تمہارا ذکر ہونے لگے گا اور جس کو یہ بلند مرتبہ نصیب ہوگیا وہ اس دنیا میں بھی اتنا بلند ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کا چرچا ہوتا رہتا ہے

لوگ۔ احترام سے اس کا نام لیتے ہیں اس سے محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت مولائے علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں۔

رضينا قسمت الجبار فينا لنا العلم وللجهال مال

فان المال يفنى عنقريب وان العلم باق لايزال

"اللہ نے ہمارے درمیان جو تقسیم فرمائی ہے ہم اس سے راضی ہیں کہ ہمارے لئے علم اور جاہلوں کے لئے مال ہے۔"

کہ بیشک مال جلد ہی فنا ہو جاتا ہے اور بیشک علم ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ پھٹی پرانی گدڑیوں میں زندگی گزار جانے والے اہل علم آج بھی آسمان کے تاروں سے زیادہ چمک رہے ہیں اور دولت کے سہارے عزت و شہرت پانے والوں کا نام و نشان تک مٹ چکا۔

یہ ہیں علم کے فائدے اسی لئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا۔

من طلب العلم كان كفارة لما مضى

"جس نے تلاش علم کی تو یہ اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔"

اس حدیث کو حضرت ابو عبداللہ سنجرۃ ازری رضی اللہ عنہ نے ہم تک پہنچایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا

من خرج فى طلب العلم فهو فى سبيل الله حتى يرجع

"جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے نکلے وہ جب تک گھر نہ لوٹے اللہ کے راستے میں ہے۔"

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

"تم میں بہتر شخص وہ ہے جس نے قرآن پڑھا اور دوسروں کو پڑھایا"

خيركم من تعلم القرآن وعلمه (بخاری شریف)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

لاحسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللہ مالا فسلطه علی هلکته فی الحق ورجل اتاہ اللہ الحکمة فهو یقضی بها ویعلمها

"حسد دو افراد کے سوا کسی سے جائز نہیں ایک وہ جس کو اللہ نے دولت دی اور وہ اسے اللہ ہی کے لئے خرچ کرتا ہے دوسرا وہ جس کو اللہ نے حکمت (علم) سے نوازا اور وہ اس سے فیصلے کرتا اور تعلیم دیتا ہے۔" (بخاری شریف)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

من جآءه الموت وهو یطلب العلم لیحیی به الاسلام فبینه وبین النبیین درجة واحدة فی الجنة

"جو شخص احیاء اسلام کے لئے علم حاصل کرتا ہے اور حصول علم کے دوران اس کی موت آگئی تو اس کے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے درجات میں جنت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا۔" (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ السلام کے وصال کے وقت کم عمر تھا میں نے اپنے دوست سے کہا اب حضور علیہ السلام تو تشریف لے جا چکے لیکن یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ آپ کے صحابہ موجود ہیں۔ چلو ہم دونوں صحابہ سے علم حاصل کریں میرے دوست نے میری بات نہ مانی اور لاپرواہی سے جواب دیا کہ ان بڑے بڑے بزرگوں کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہو سکتی ہے اس نے تجارت شروع کر دی خوب دولت کمائی اور میں صحابہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کرنے لگا میں ہر اس جگہ پہنچتا جہاں مجھے کسی صحابی کی موجودگی کا پتہ چلتا ایک ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے میں نے مہینوں کا سفر کیا کئی بار ایسا ہوا کہ میں کسی صحابی کے گھر پر دوپہر کے وقت پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ قیلولہ کر رہے ہیں میں ساری دوپہر سخت دھوپ میں ان کے دروازے پر بیٹھا رہتا تھا جب وہ صحابی باہر آتے تو مجھے دیکھ کر فرماتے اے اللہ کے

رسول کے چچازاد بھائی آپ ہمارے لئے قابل احترام ہیں آپ نے ہمیں کیوں نہ بلالیا ہم حاضر ہو جاتے میں عرض کرتا نہیں میں سرکار کی حدیث آپ سے سننے آیا ہوں وہ خوش ہوتے مجھے حدیث سناتے اور میں واپس آ جاتا تھا اس طرح میں نے جتنا بھی ہوسکا علم حاصل کیا پھر ایک وقت آیا کہ صحابہ کرام دنیا سے جانے لگے اب لوگ میرے پاس علم حاصل کرنے آتے میں جہاں جاتا لوگ گھیر لیتے میرے گھر پر ہر وقت علم کے پیاسوں کا مجمع لگا رہتا تھا۔ میری اس عزت و شہرت کا پتہ میرے اس دوست کو ہوا تو وہ ایک دن میرے پاس آیا اور پچھتاتے ہوئے بولا میں نے خوب دولت کمائی لیکن مجھے یہ عزت نصیب نہ ہو سکی کاش میں تمہاری بات مان لیتا تو آج میرا مرتبہ بھی تمہاری طرح ہوتا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اپنے بچوں بھتیجوں اور نوجوانوں سے فرمایا کرتے تھے۔ " آج علم سمیٹ لو کل تم بڑے ہوگے قوم کو اس علم کی ضرورت پڑے گی تو لوگ تمہاری طرف دوڑیں گے بڑی عزت پاؤ گے۔ "

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علم کا ایک باب (حصہ) سیکھ لینا اس پر عمل کر لینا دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے (کہ اس سے انسانوں کو عزت بھی ملتی ہے اور سکون بھی)

عبدالملک بن مروان نے اپنے لڑکوں کو نصیحت کی کہ علم حاصل کرو کیونکہ اگر تم مالدار ہوئے تو علم تمہاری زینت بنے گا اور اگر غریب ہوئے تو علم بڑی دولت ثابت ہوگا (دین کا علم حاصل کرنے والا اور اس کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینے والا کبھی محتاج نہیں ہوتا)

پس اگر آج ہم اپنی زندگی کو سدھارنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنا رخ بدلنا ہوگا دینی مدارس کی طرف آنا ہوگا علماء دین کا احترام کرنا اور ان سے استفادہ کرنا ہوگا کہ یہی علم کا سرچشمہ ہے یہیں سے پیاسی انسانیت سیراب ہو سکتی ہے یہیں سے پریشان انسان کو چین کی زندگی میسر آ سکتی ہے یہیں سے دنیا کی عزت و عظمت اور آخرت میں نجات کی ضمانت مل سکتی ہے آپ پڑھ چکے ہیں کہ صفہ یونیورسٹی میں پناہ لینے والے ہمیشہ کے لئے علم کا تارہ بن کر چمک رہے ہیں بحمد اللہ اس یونیورسٹی کی شاخیں آج تک موجود ہیں جہاں آج بھی زنگ آلود دل

ایسے ہی چمک پاتے ہیں جیسے سونار کی بھٹی میں سونا چمکتا ہے پھر وہ قوم کے سروں کا تاج بنتے ہیں۔

علم اٹھنا

نبی کریم علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق جو حق ہے ایک زمانہ آئے گا جب دنیا سے دین کا علم اٹھنے لگے گا کیسے ملاحظہ فرمایئے۔

عن زیاد ابن لبید قال ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئًا فقال ذاك عند اوان ذهاب العلم قلت یارسول الله کیف یذهب العلم ونحن نقرأ القرآن ونقرئه ابناءنا ویقرئه ابنآءنا ابنآء هم الی یوم القیمة فقال ثکلتك امك زیاد ان کنت لارك من افقه رجل بالمدینة اولیس هذه الیهود والنصاری یقرءون التورته والانجیل لایعملون بشی مما فیها

"حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ علم کے چلے جانے کا وقت ہے میں نے عرض کیا کہ علم کیسے جاتا رہے گا جبکہ ہم قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور وہ اپنی اولاد کو پڑھائیں گے۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا میری بات پر سرکار نے فرمایا تیری ماں تجھ کو گم کرے میں تجھ کو مدینہ کے عقلمندوں میں سے سمجھتا تھا کیا یہ یہودی اور نصرانی تورات وانجیل نہیں پڑھتے لیکن وہ اس کے احکام میں سے کسی پر عمل نہیں کرتے۔"

یعنی میری امت پر بھی ایک دور آئے گا بظاہر تو علماء موجود ہوں گے دینی مدارس بھی قائم ہوں گے لیکن علم کی قدر نہ رہے گی اس پر عمل نہ رہے گا آہستہ آہستہ لوگ علم حاصل کرنا چھوڑ دیں گے خود عالم اتنے بد دل ہو جائیں گے کہ اپنی اولاد کو اپنی جگہ کی حفاظت اور

اپنے منصب کے لئے عالم نہ بنائیں گے۔

عن ابن مسعود قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا العلم وعلموہ الناس تعلموا الفرآئض وعلموھا الناس تعلموا القرآن وعلموہ الناس فانی امرء مقبوض والعلم سینتقص ویظھر الفتن حتی یختلف اثنان فی فریضۃ لایجدان احدا یفصل بینھما

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ فرائض (تقسیم ترکہ) کا علم حاصل کرو اور دوسروں کو بتاؤ۔ قرآن پڑھو اور دوسروں کو پڑھاؤ میرا وصال ہونے والا ہے علم کم ہوتا جائے گا اس کے بعد فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک دو آدمی فرض کے متعلق اختلاف کریں گے اور ان میں فیصلہ کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔"

عن عبداللہ ابن عمرو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لایقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلمآء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رءوسا جھالاً فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلو

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم کو جب واپس لینا چاہے گا تو ان سے چھینے گا نہیں بلکہ علم کو اس طرح واپس لے گا کہ اہل علم کو اپنے یہاں بلا لے گا اور جب دنیا میں عالم باقی نہ رہیں گے تو لوگ اپنا سردار جہلاء کو بنالیں گے اور جب ان سے فتویٰ طلب کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ

ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ "

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ علماء دین اٹھتے جا رہے ہیں جہلاء علم کی مسندوں پر قابض ہو رہے ہیں لوگو علم حاصل کرو اس سے پہلے کہ اسے اٹھالیا جائے علم کا اٹھ جانا اہل علم کا مٹ جانا ہے تم اس چیز کے پیچھے پڑے ہو جو بہرحال تمہیں ملنا ہی ہے (یعنی مال و دولت اور رزق) مگر تم وہ چیز حاصل کرنے سے غافل ہو جس کا حاصل کرنا تمہارے لئے واجب ہے (یعنی علم) میں تمہارے بڑوں کو اچھی طرح جانتا ہوں یہ وہ لوگ ہیں جو نماز سے منہ موڑ لیتے ہیں قرآن کریم کان بند کر کے سنتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ اگلے چلے جائیں گے اور باقی رہنے والے علم نہ سیکھیں گے آہ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ تمہارے پیٹ کھانوں سے بھرے ہوئے ہیں اور سینے علم سے خالی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرمایا جسے علم اٹھتا دیکھنا ہو وہ آج دیکھ لے نیز آپ نے فرمایا عالم مرتے جائیں گے اور ان کے ساتھ ہی حق کے نشان مٹتے جائیں گے یہاں تک کہ جب عالم اٹھ جائیں گے اور جاہل چھا جائیں گے تو لوگ جہالت ہی کو علم سمجھ کر اس پر یقین اور عمل کریں گے اس طرح گمراہی کا نزول مکمل ہو جائے گا۔

نیز آپ نے فرمایا "علم کو اس کے ختم ہونے سے پہلے حاصل کر لو علم کا ختم ہونا علماء کی موت ہے۔ "

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "علم اس طرح ختم نہ ہو گا کہ سینوں سے نکال لیا جائے گا بلکہ علماء ختم ہوتے جائیں گے اور ان کی جگہ لینے والا کوئی نہ ہو گا۔ "

ابن شہاب زہری فرماتے ہیں "حضور علیہ السلام کی اتباع ہی ذریعہ نجات ہے علم بڑی تیزی سے سلب ہو جاتا ہے علماء کے وجود سے ہی دین و دنیا باقی ہے اور علم کی تباہی (ناقدری) دین و دنیا کی بربادی ہے۔ "

حضرت شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم جانتے ہو علم کیسے اٹھ جائے گا علم کا اٹھ جانا اہل علم کی موت ہے میں تم کو بتا دوں کہ سب سے پہلے خلوص ختم ہو گا کہ لوگوں کی

نیتوں میں خلوص نہ رہے گا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "عالم کی موت سے اسلام میں ایسا خلا پیدا ہو جاتا ہے کہ کوئی اسے پر نہیں کر سکتا۔"

حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ افسوس کیا کرتے تھے کہ علم تو جا چکا اب تھوڑی کھرچن سنے برتنوں میں باقی رہ گئی ہے۔"

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ قیامت آنے اور مخلوق کے برباد ہونے کی کیا علامت ہے آپ نے فرمایا "علماء کا اٹھ جانا"

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ عسقلان تشریف لے گئے تین دن گذر گئے کسی نے کوئی مسئلہ نہ پوچھا یہ حالت دیکھ کر آپ نے اپنے میزبان سے فرمایا "میرے لئے سواری کا انتظام کرو تاکہ میں جلد سے جلد یہاں سے چلا جاؤں" پوچھا گیا اتنی جلدی کیا ہے فرمایا "میں اس بستی سے نکل جانا چاہتا ہوں جہاں علم کی کوئی قدر نہ ہو۔"

یہ سب بزرگ تقریباً پہلی صدی ہجری کے تھے جو اپنے زمانہ میں ایسی باتیں فرما گئے جو درحقیقت ہمارے لئے ایسا محسوس ہوتا کہ آج کوئی ہم سے یہ سب باتیں کہہ رہا ہے کہ ہمارا یہی حال ہے جو عالم گیا اس کی جگہ لینے والا کوئی نہیں اکثر علماء کی اولاد بھی عالم نہیں ہو رہی ہم اپنے بزرگوں میں ایسے مشہور و معروف علماء کو جانتے ہیں جن کے چلے جانے کے بعد ان کی اولاد نے ان کے جبے کرتے پگڑیاں کتابیں سب کچھ تقسیم کر دیا اب اس گھر میں علم تو بڑی بات ہے دین بھی رسماً سا ہی نظر آتا ہے آج علماء کی قدر و منزلت کہاں علم کا ذوق و شوق کہاں تین دن نہیں مہینوں کوئی مسئلہ پوچھنے نہیں آتا میں نے ایک امام صاحب سے پوچھا کیا آپ کے پاس بہار شریعت ہے جواب ملا یہاں کوئی مسئلہ ہی پوچھنے والا نہیں بہار شریعت رکھ کر کیا کرنا ہے اگر کوئی مولانا صاحب لوگوں کو مسئلے بتاتے ہیں تو لوگ اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں یا مولانا کو پرانا قدامت پسند قرار دے کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

غرضیکہ یہ بھی قیامت کی ایک علامت ہے کہ لوگ علم اور علماء دین سے متنفر ہو رہے ہیں خود ہی اپنی تباہی کو دعوت دے رہے ہیں آج ہمارے پیٹ دولت سے بھرے ہوئے ہیں لیکن سینے علم سے خالی ہیں اسی لئے کچھ مل جائے کتنا ہی مل جائے کافی نہیں ہوتا ہر وقت

مزید تلاش ہے کاش ہم اپنی حالت پر غور کریں اگر علم کی بھوک بیدار ہو جائے تو ہر بھوک مٹ جائے گی چین و سکون کی زندگی میسر آئے گی علم سے دوری علماء کی ناقدری یقیناً قیامت کی نشانیوں میں سے ہے ملاحظہ ہو۔

عن انس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اشراط الساعة ان یرفع العلم ویثبت الجهل ویشرب الخمر ویظهر الزنا (بخاری)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اٹھ جائے گا اور جہل اس کی جگہ پائے گا۔ لوگ شراب پئیں گے اور زنا عام ہو جائے گا۔"

یقول من اشراط الساعة ان یقل العلم ویظهر الجهل ویظهر الزنا وتکثر النسآء ویقل الرجال حتی یکون لخمسین امراة القیم الواحد (بخاری)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم کم ہو جائے گا جہل اور زنا کی کثرت ہو جائے گی عورتیں زیادہ اور مرد کم ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا نگہبان (قیم) ایک مرد ہو گا۔"

عن سالم قال سمعت ابا هریرة عن النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یقبض العلم ویظهر الجهل والفتن ویکثر الهرج قیل یارسول اللہ وما الهرج فقال هکذا بیده فحرکها کانه یرید القتل (بخاری)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علم اٹھالیا جائے گا۔ جہل پھیل جائے گا اور فتنوں کی کثرت ہو جائے گی پوچھا گیا یارسول اللہ حرج کیا ہے؟ تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا (اس طرح! ہاتھ کو خم کر کے) گویا اس سے آپ کی مراد قتل تھی)۔"

احادیث بالکل واضح اور ہمارے حال کے عین مطابق ہیں۔ علم کی کمی جہالت کی کثرت شراب و زنا کا عام ہونا مردوں سے زیادہ عورتوں کی تعداد ہر گھر میں بیٹیوں بوڑھی یا بیوہ عورتوں وغیرہ کی ایک مرد پر ذمہ داری فتنہ و فساد کا عام ہونا کہ کہیں مال و عزت محفوظ نہیں آج یہ سب کچھ کہاں نہیں ہو رہا کونسا ملک محفوظ ہے پس ضرورت ہے کہ ہم اپنے آپ کو تباہی و بربادی سے بچائیں اس طرح کہ علم کی شمع روشن کریں اسلام کا پیغام امن و سکون گھر گھر پہنچائیں جس طرح رات کے اندھیرے کے ساتھ طرح طرح کی بلاؤں کا تعلق ہے اسی طرح جہالت کی تاریکی تمام بدکاریوں اور برائیوں کی اصل ہے اگر آج ہم اپنے آپ کو جہالت کے اندھیرے سے نکال لیں علم حاصل کریں علم کی اشاعت و خدمت میں علماء کا تعاون کریں تو یقیناً تمام مہلک کیڑے خود بخود ختم ہو جائیں گے برائیوں کی جگہ اچھائیاں ہوں گی فتنہ و فساد کی جگہ امن و سکون ہو گا۔

یہ چند اوراق ہم نے علم کی اہمیت سے متعلق آپ کی خدمت میں پیش کئے جن کے مطالعہ کے بعد آپ نے یقیناً یہ تسلیم کر لیا ہو گا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قسم کا علم حاصل کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے اور یہ علم کس طرح دنیا و آخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہے تو پھر ہم میں سے ہر ایک کو کم از کم ضرورت کے مطابق علم حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

اب آئندہ صفحات پر قرآن و حدیث کی روشنی میں اہل علم علماء کا مرتبہ و مقام ملاحظہ کیجئے تاکہ ہمارے دلوں میں ان کا وہ احترام پیدا ہو جس کے وہ مستحق ہیں۔

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

قرآن اور علماء

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں امت مسلمہ پر اللہ کا یہ خصوصی انعام ہے کہ اس کی رہبری و راہنمائی اور علم دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ہمیشہ ان میں علماء دین پیدا ہوتے رہے جنہوں نے ہر دور میں نہایت مشقت و محنت کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا ہر طوفان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن علم کی شمع کو بجھنے نہ دیا بادشاہوں اور حاکموں کے ظلم سہے اپنوں اور غیروں کی گالیاں سنیں غربت و تنگ دستی اور فاقہ مستی کی زندگی بسر کی لیکن اللہ اور رسول کے پیغام کی اشاعت اور حق گوئی کی ذمہ داری کو نہ چھوڑا اور جب بھی امت نے ان کی قیادت کو قبول کیا دینی اور دنیوی برکتیں حاصل کیں عزت پائی سکون و چین کی زندگی نصیب ہوئی اسی لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علماء کرام کے فضائل بیان فرما کر امت کو ان کا احترام کرنے ان کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دعوت دی۔

جماعت علماء

قرآن کریم نے "ہر دور میں علماء کی ایک جماعت کا ہونا" ضروری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾

"اور یہ نہیں ہو سکتا کہ مومن سب ہی نکل کھڑے ہوں تو ہر قبیلے سے چند آدمی کیوں نہ نکلیں تاکہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ نافرمانیوں سے بچیں۔" (التوبہ، ۱۲۲)

یہ آیہ مبارکہ سورۂ توبہ میں ایسے موقع پر موجود ہے جبکہ مختلف انداز سے تاکید کے

ساتھ جہاد کا حکم دیا گیا ہے جس سے جہاد کا جذبہ اس قدر پیدا ہو گیا تھا کہ ہر صحابی کے دل میں جہاد کی آرزو تڑپتی اور وہ یا تو شہید ہو کر زندۂ جاوید ہونا چاہتا تھا اور یا فاتح بن کر غازی کہلانا چاہتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ "سب کا جہاد میں شریک ہونا نہ ممکن ہے اور نہ ضروری بلکہ ضرورت کے مطابق لوگوں کو جہاد میں شریک ہونا چاہئے اور باقی لوگوں میں سے ایسی جماعتیں بھی ہونی چاہئیں جو معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں اور دین کا علم حاصل کریں اور جب ان میں دین کی سمجھ بوجھ پیدا ہو جائے تو وہ اپنے اپنے قبیلوں میں تبلیغ کریں اور انہیں دین سکھائیں تاکہ عام لوگ برائیوں سے بچتے رہیں۔"

کیونکہ علم دین کی تبلیغ ہی دین کے تمام احکام کی بقا اور ان پر عمل کا ذریعہ ہے اگر کوئی جہاد پر آمادہ کرنے والا ہی نہ ہو گا تو سلسلہ جہاد کیسے باقی رہے گا کوئی نماز کے فضائل بیان کرنے والا نہ ہو گا تو نماز کی پابندی کرنے والے کیسے پیدا ہوں گے یہی حال تمام دین کے احکام کا ہے پس علماء کی جماعت کا ہر دور میں ہونا امت مسلمہ کی اہم ضرورت ہے ایسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے نبی کریم علیہ السلام نے مدینہ منورہ آنے سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اہل مدینہ کے لئے معلم مبلغ مقرر فرما کر بھیجا انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہوئے نیز مدینہ کے ہر گھر میں اسلام کا پیغام پہنچا یہی طریقہ خلفاء راشدین نے اختیار کیا جس کے سبب دنیا کا ایک بڑا حصہ اسلام کے نور سے منور ہوا اور بحمداللہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے دنیا میں جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں وہاں علماء کی جماعت بھی دین کی اشاعت و تبلیغ کے لئے موجود ہے خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں میں آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو دین کی خدمت اور اس کی بقا کی ذمہ داری کا احساس رکھتے ہیں وہ جہاں بھی پہنچے انہوں نے مذہبی جماعتیں بنائیں مساجد بنائیں اسلامی سینٹر بنائے مکتب اور مدارس قائم کئے اور انہیں آباد کرنے کے لئے علماء کی خدمات حاصل کیں ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے امریکہ جنوبی امریکہ یورپ اور افریقہ کے ممالک میں سیکڑوں علماء پہنچ چکے ہیں میں بذات خود شاہد ہوں کہ ۷۷ء تک اس ملک (ہالینڈ) میں کوئی عالم نہ تھا آج بحمداللہ اٹھارہ علماء موجود ہیں۔

غرضیکہ قرآن حکیم کے مطابق علماء کی جماعت آج تک چلی آرہی ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا ہاں یہ بات ضرور افسوسناک ہے کہ عوام علماء سے وہ فائدہ حاصل نہیں کر رہے جو ان کی دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے ضروری ہے یا جس کا انہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اس کی وجہ عوام کی دین سے لاپرواہی بھی ہے اور علماء کی کوتاہی بھی۔

مرکز علماء

آٹھویں صدی ہجری تک علم کا سرچشمہ اور علماء کا مرکز عرب کی سرزمین رہی جہاں سے علماء کی جماعتیں دنیا بھر میں پھیلتی اور شمع علم سے جہالت کی تاریکی کو دور کرتی رہیں لیکن اہل عرب دنیا کی ہوس اور دولت کے نشے میں ایسے مست ہوئے کہ خود جہالت کی تاریکی میں ڈوب گئے اور علم و علماء کا یہ مرکز پاک و ہند کی طرف منتقل ہو گیا آج پاک و ہند کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہاں ہزاروں دینی مدارس موجود ہیں وہاں کے مسلمان اپنے بچوں کو علم دین کے لئے وقف کرتے ہیں اور یہی جماعت دنیا بھر میں علم کی شمع روشن کئے ہوئے ہے۔ یورپ، افریقہ، امریکہ کہیں چلے جایئے آپ کو پاک و ہند ہی کے علماء دین کی خدمت و اشاعت کرتے ہوئے ملیں گے صرف یہی نہیں بلکہ علماء سے استفادہ کرنے والے ان کی خدمت کرنے والے مذہبی اداروں کا اہتمام کرنے والے بھی پاک و ہند ہی کے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ ان مخلصین کو خدمت دین کا دنیا و آخرت میں اجر عطا فرمائے۔ آمین

قابل غور

سورۂ توبہ کی اس آیت کو دوبارہ پڑھئے اور غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے علم حاصل کرنے کا حکم کن الفاظ کے ساتھ دیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ "تم میں سے کچھ لوگ علم حاصل کریں" بلکہ فرمایا گیا کہ "تم میں سے کچھ لوگ دین میں سمجھ (دین میں فقہ) حاصل کریں" اس ارشاد کے ساتھ علم حاصل کرنے کا حکم بھی دیا گیا اور عالم کی تعریف بھی بتائی

گئی کہ عالم وہ ہے جو ان تمام علوم کو حاصل کر لے جو قرآن و حدیث جاننے اور سمجھنے کے لئے معاون و مددگار کی حیثیت رکھتے ہیں ان علوم پر عبور حاصل ہوئے بغیر دین کی سمجھ ممکن نہیں صرف چند مذہبی کتابوں کا مطالعہ کر کے اپنے آپ کو عالم و علامہ سمجھ لینا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہمارے دور میں علم دین سے لاپرواہی اور علمائے دین کی بے قدری کے اسباب میں سے ایک سبب ایسے لوگوں کا وجود بھی ہے جو چند کتابوں کا مطالعہ کر کے مصنف مقرر مبلغ عالم و علامہ سب ہی کچھ بن گئے انہی لوگوں نے دین کو غلط انداز میں پیش کیا اور امت میں اختلاف و انتشار کا سبب بنے ایسے ہی لوگوں نے اپنی کم علمی پر پردہ ڈالنے کے لئے عوام کو علماء سے متنفر کیا انہوں نے علماء کو رجعت پسند کہا ان پر فرقہ بندی کے الزام لگائے ان کے علم کو محدود قرار دیا اور نہ جانے کیا کیا کہتے رہے اور کہتے ہیں لیکن آپ غور کریں تو میری تائید کریں گے کہ ان خود ساختہ علماء، مصنفین، مفسرین اور محدثین کو بے انتہا وسائل ہونے کے باوجود اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور یہ حضرات وہ مقام حاصل نہ کر سکے جو دینی مدارس کی پھٹی ہوئی چٹائیوں پر بیٹھ کر علم حاصل کرنے والے علماء کرام کو نصیب ہے۔ جو وعدہ الٰہی کے مطابق ہے۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

"وہ عطا فرماتا ہے حکمت (علم) جسے چاہتا ہے اور جسے حکمت عطا کی گئی تو یقیناً اسے بہت بھلائی دی گئی اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر عقل مند لوگ۔

(البقرہ. ۲۶۹)

الحمدللہ علماء کی جماعت جنہیں دین میں فقہ اور حکمت حاصل ہے وہ اب بھی معزز ہیں اب بھی ان کا احترام ہوتا ہے اب بھی ان کے ہاتھ پیر چومے جاتے ہیں بدنصیب علماء کی قدر کریں یا نہ کریں لیکن اللہ نے جنہیں عقل دی ہے مذہب کی محبت دی ہے وہ علماء کی جماعت کو دین کی بقا اور اپنی فلاح و بہبود کا ذریعہ سمجھتے ہیں ان کے دینی و دنیاوی معاملات میں اپنے وقت سے اپنی دولت سے مدد کرتے ہیں گویا یہی خوش نصیب معاونین مذہب کی

اشاعت اور بقا کا ذریعہ ہیں اللہ انہیں اس کی جزا عطا فرمائے اور دوسروں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔

فرض کفایہ

فقہاء کرام نے اسی آیت مبارکہ کے مطابق دین کا علم حاصل کرنا فرض کفایہ قرار دیا ہے یعنی ہر شہر، ہر دیہات کے مسلمانوں کا یہ مشترکہ فریضہ ہے کہ وہ کچھ لوگوں کو عالم دین بنوائیں، تاکہ ان کی رہبری اور راہنمائی میں شریعت کے مطابق زندگی بسر کریں عالم دین بنوانے کا مطلب صرف یہ نہیں کہ افراد ہی مہیا کئے جائیں بلکہ افراد کے ساتھ ان تمام وسائل کا اہتمام بھی امت مسلمہ کی ذمہ داری میں شامل ہے جو علم حاصل کرنے والوں کے لئے ضروری ہیں مثلاً مدارس کا قیام، مدرسین وغیرہ کا انتظام گویا عوام ہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ دینی مدارس قائم کریں ان کے لئے دولت بھی فراہم کریں اور طالب علم بھی جمع کریں بدقسمتی سے ہمارے دور میں عوام اپنی اس ذمہ داری سے غافل ہی نہیں بلکہ اس اہم کام میں علماء کا تعاون کرنا بھی ان پر بہت بار ہوتا ہے وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ یہ مولویوں ہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ مدارس قائم کریں ان کا انتظام کریں بس ہمیں مسجد کے لئے امام ملنا چاہئے وہ بھی اگر مفت ملے تو بہت ہی اچھا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ علماء نے محض دین کی بقا کے لئے عوام کا بوجھ اپنے سر لے رکھا ہے عوام کو شکر گزار ہونا چاہئے ان حضرات علماء کرام کا، کہ وہ اپنی تعلیمی ذمہ داریوں کے ساتھ مدرسوں کی انتظامی ذمہ داریاں بھی پوری کر رہے ہیں ورنہ سب ہی کو اللہ کے ہاں جواب دہ ہونا پڑتا کیونکہ یہ کام فرض کفایہ ہے کہ اگر نہ ہو تو سب گنہگار ہوں گے پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس فرض کفایہ کی ادائیگی میں ایک دوسرے سے تعاون کریں اس طرح کہ اپنے بچوں کو عالم بنانے کے لئے مدارس میں داخل کرائیں اور مدارس کی بقا اور ترقی کے لئے اپنی دولت اپنے وقت سے علماء کا تعاون کریں ان کی ہمت افزائی کریں غرضیکہ عالم کا انتظام ہر دیہات اور ہر شہر کے مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے پس اگر کسی شہر یا کسی دیہات میں عالم نہیں تو وہاں کی حالت نہ صرف یہ کہ

ایسی ہے جیسے تاریکی میں چراغ نہ ہو بلکہ وہاں کے تمام مسلمان گناہ گار ہوں گے۔

فرض عین

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

طلب العلم فریضۃ علٰی کل مسلم

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

یعنی اتنا علم حاصل کرنا کہ شریعت کے مطابق زندگی بسر ہو سکے ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض عین ہے مثلاً نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کے مسائل اگر تاجر ہو تو تجارت کے مسائل اسی طرح ضرورت کے مطابق مسائل کا علم حاصل کرتے رہنا انفرادی فریضہ ہے کہ جو بھی کام کیا جائے شریعت کے مطابق کیا جائے پس جس مسلمان نے اپنی ضرورت کے مطابق شریعت کا علم حاصل نہ کیا اور اپنی مرضی کے مطابق اپنا کام کرتا رہا اس کے لئے یہ عذر کافی نہ ہوگا کہ "میں نہیں جانتا" بلکہ وہ سخت گنہگار ہوگا نہ جاننا جس طرح دنیاوی معاملات میں قابل قبول نہیں اسی طرح شریعت میں بھی قابل قبول نہیں پس مسلمانوں کو اتنا علم حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے کہ وہ جاہلانہ زندگی بسر کرنے سے بھی بچیں اور آخرت کی نجات بھی حاصل کریں۔

ظاہر ہے یہ علم یا تو علماء کی صحبت سے نصیب ہو سکتا ہے اور یا اگر کوئی اپنی مادری زبان کی کتابوں کا مطالعہ کر سکتا ہے تو وہ یہ کتابیں پڑھ کر اس فریضہ کو ادا کر سکتا ہے، اس لئے ہر شہر اور گاؤں کے مسلمانوں پر فرض کیا گیا کہ وہ عالم کا انتظام کریں اور اپنی زبان میں دینی کتابوں کی طباعت کا اہتمام کریں اور دینی تعلیم کے مدارس قائم کریں کہ اللہ کے دربار میں نہ تو یہ عذر قبول ہوگا کہ ہمارے پاس کوئی عالم نہ تھا ہماری زبان بولنے والا نہ تھا یا ہماری زبان میں دینی کتابیں نہ تھیں آج بحمد اللہ عربی زبان کے بعد اردو زبان بولنے والے علماء کی کمی بھی نہیں اور کتابیں بھی بہت ہیں انگریزی، ڈچ، فرانسیسی اور دیگر زبانوں کے بولنے والوں کو اس طرف توجہ کرنا چاہئے۔

علماء کی ذمہ داری

آیت مبارکہ میں جماعت علماء کی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "جب یہ لوگ اپنی قوم کی طرف لوٹ کر جائیں تو انہیں ڈرائیں" اللہ کے عذاب سے ڈرائیں حساب و کتاب سے ڈرائیں تاکہ لوگ نافرمانیوں سے بچتے رہیں یعنی علماء کی ذمہ داری تبلیغ ہے تبلیغ بھی اَنْذَار، ڈرانے کی صورت میں اللہ کے رحم و کرم کی امید دلانا مغفرت و بخشش اور شفاعت رسول کی خوشخبری دینا بھی تبلیغ ہے لیکن اگر عوام کو صرف خوشخبری ہی دی جاتی رہے تو ممکن ہے کہ وہ گناہوں کی طرف مائل ہو جائیں لہٰذا علماء کو چاہئے کہ وہ انہیں اللہ کے عذاب سے بھی ڈرائیں عذاب قبر، قیامت کے دن کی تکالیف بھی بیان کریں کہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ انعام کے لالچ کی بہ نسبت سزا کے خوف سے زیادہ اطاعت و فرمانبرداری کو قبول کرتا ہے ــــ لیکن ایسا ڈرانا نہیں جیسے دشمن یا ظالم سے ڈرایا جاتا ہے بلکہ یہ ایسا ڈرانا ہو جیسے باپ بچے کو ڈراتا ہے جس میں شفقت ہوتی ہے محبت ہوتی ہے جس کا مقصد بچے کی تربیت ہوتی ہے یا اس کو تکلیف سے بچانا ہوتا ہے پس عالم کو چاہئے کہ لوگوں کو ڈرانے کے لئے ایسا انداز بیان اور ایسے الفاظ ادا کریں کہ سننے والے کو خود اپنی غلطی کا احساس ہو وہ خود کو مجرم جانے اور پھر اللہ کے خوف سے گناہوں اور برائیوں سے بچے اور اپنے پچھلے گناہوں پر شرمندہ ہو کر توبہ کر لے لیکن بہر حال تبلیغ میں اعتدال اور حکمت کا طریقہ لازمی ہے کہ نہ تو اتنی خوشخبریاں سنائی جائیں کہ عوام لاپرواہ ہو جائیں گناہوں پر جری ہو جائیں جیسا کہ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ "ہمیں عمل کی کیا ضرورت ہے ہم تو قیامت کے دن اپنے نبی کی شفاعت کے ذریعہ بخشے جائیں گے۔" یہ نہیں سوچتے کہ اگر ہماری بد اعمالیوں کے سبب نبی ہی ہم سے ناراض ہو گئے تو کیا بنے گا کہ اللہ کے نافرمانوں سے نبی کا خوش ہونا اور قیامت کے دن ان کو گلے لگالینا بھی خطرے ہی میں ہے تبلیغ میں حکمت و اعتدال اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ

هِیَ اَحْسَنُ

"بلاؤ (لوگوں کو) اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت سے اور اچھی نصیحت سے اور ان سے بحث پسندیدہ انداز سے کرو۔" (نحل، ۱۲۵)

علماء کا کمال یہی ہے کہ انداز تبلیغ ایسا اختیار کریں کہ پتھر دل بھی موم ہو جائیں مبلغ کے الفاظ میں کشش انداز میں شفقت و محبت ہونا چاہیئے سخت سے سخت بات برداشت کرنے غصہ پر قابو رکھنے کی قوت ہونا چاہیئے اپنے علم کی برتری اپنی بڑائی کا احساس نہ ہو بلکہ اصلاح اور دعوت دین کی ذمہ داری پوری کرنے کا خیال ہو مبلغین میں یہ خوبیاں اسی وقت پیدا ہو سکتی ہیں جب وہ خود وسیع علم کے علاوہ اچھے اخلاق سے آراستہ ہوں تبلیغ بصورت تقریر و وعظ ہو یا تحریر اگر الفاظ و بیان میں ترشی ہو تو اس کا اثر نہیں ہو سکتا۔

تبلیغ و دعوت دراصل انبیاء کرام علیہم السلام کا منصب ہے امت کے علماء انبیاء کے نائبین کی حیثیت سے اس منصب کے وارث بنائے گئے ہیں پس علماء کی تبلیغ اسی صورت میں موثر ہو سکتی ہے جب وہ انبیاء کے انداز تبلیغ کی اتباع و پیروی کریں اور اس کے آداب و طریقے انہی سے سیکھیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کا انداز تبلیغ قرآن کریم میں بیان فرمایا جو آپ اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔

ہم ذکر کر رہے تھے علماء کی ذمہ داری کا بہت بھاری ذمہ داری ہے علماء پر کہ وہ علم حاصل کرنے کے بعد عام لوگوں کی طرح دنیا کمانے اور دولت جمع کرنے میں مصروف نہ ہو جائیں بلکہ ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ ساری زندگی وہ اس شمع علم کو روشن کرتے رہیں امت کے گھروں سے جہالت کی تاریکی کو دور کرتے رہیں بحمد اللہ ہمارے سر فخر سے بلند ہیں کہ امت مسلمہ ہی کے علماء ہیں جنہوں نے ہر دور میں دین کی حفاظت و اشاعت کی ذمہ داری کو پورا کیا انہوں نے صرف اپنی مسندوں پر بیٹھ کر ہی یہ کام انجام نہ دیا بلکہ معاشی بدحالی، حکام کے مظالم عوام کی ایذا رسانی غرضیکہ ہر قسم کے طوفان کا مقابلہ کرتے رہے اپنی جانیں تک قربان کیں لیکن اپنا کام نہ چھوڑا اور آج بھی یہ حضرات نہایت ناساز گار حالات کے باوجود شمع علم کو روشن کئے ہوئے ہیں انہی حضرات کی کاوشوں سے چند مسلم ملکوں میں قدرے اسلامی ماحول کی جھلک نظر آتی ہے انہی حضرات کی شب و روز محنت کا نتیجہ

ہے کہ ہندو پاک میں کچھ دینی مدارس موجود ہیں یہی حضرات ہیں جن کی تقاریر تصانیف امت مسلمہ میں دین کی بقا کا ذریعہ بنیں۔

قرآن کریم کا ارشاد آپ نے ابھی پڑھا علماء کی جماعت بنانے کا حکم اسی لئے دیا گیا کہ یہ جماعت معاشرے کی اصلاح کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنا چراغ تاریکی دور کرنے کے لئے یا یوں سمجھئے کہ جس طرح ہر آبادی کے لئے ایک ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، ٹیچر وغیرہ ضروری ہے اسی طرح علما بھی ضروری ہیں لیکن افسوس آج اس اہم ضرورت کا نہ احساس ہے اور نہ اس کی کوئی وقعت۔ احساس ہوتا تو ہر بستی اور ہر آبادی کے لوگ اپنے بچوں کو علم دین حاصل کرنے کے لئے مدارس دینیہ میں بھیجتے لیکن ایسا نہیں مدارس کی حالت دیکھ کر خطرہ نظر آتا ہے کہ شاید کچھ مدت بعد مساجد کو امام اور مردوں کو جنازہ پڑھانے والا بھی نصیب نہ ہوگا اور اب جو دین کی خدمت کر رہے ہیں ان کی وقعت کا اندازہ لگانے کے لئے ذرا اپنی مسجد کے امام صاحب کا ہی حال معلوم کر لیجئے، انہیں کیا تنخواہ ملتی ہے مکان کیسا ہے ان کا گذر اوقات کیسے ہوتا ہے اس ترقی اور دولت کی بھرمار کے دور میں بھی علماء ہی ہیں جو سب سے زیادہ معاشی بدحالی کا شکار ہیں اللہ انہیں مزید ہمت دے پھر بھی وہ اپنی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں۔

باہمی اختلاف

علماء کی ایک اہم ذمہ داری آپس میں میل و محبت اور ایک دوسرے کا احترام کرنا بھی ہے کہ انہیں ہرگز زیب نہیں دیتا کہ وہ آپس میں عوام کی طرح اختلاف کریں اور جھگڑیں اس سے عوام پر ان کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے عوام کی نظروں میں وہ قابل احترام نہیں رہتے عوام کی پریشانی اور الجھن کا ذریعہ بنتے ہیں کہ لوگ سوچنے لگتے ہیں کہ ایک ہی مسئلے کے متعلق ایک عالم کچھ کہتا ہے اور ایک عالم کچھ، آخر ہم کس کی بات پر عمل کریں ہونا یہ چاہئے کہ اختلافی مسائل میں علماء خلوص کے ساتھ باہمی گفتگو کریں اور مخلصانہ بحث و مباحثہ کے بعد کوئی متفقہ بات عوام کو سنائیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اشد الناس عذاباً یوم القیمة عالم لم ینفعه الله بعلمه

"سب سے زیادہ سخت عذاب میں قیامت کے دن وہ عالم ہو گا جس کے علم سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نفع نہ بخشا ہو"

علم کا بنیادی نفع یہی تو ہے کہ عالم میں تحمل، خلوص، انکساری، ایثار، جیسی خوبیاں پیدا ہوں پس جن علماء میں ان خوبیوں کے برعکس اپنی برتری کے مظاہرے کا جذبہ اور اپنے علم پر ناز و تکبر کا مرض پیدا ہو گیا گویا اس کو اس کے علم نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا، اللہ محفوظ، ایسا عالم قیامت کے دن سخت گرفت اور عذاب میں مبتلا ہو گا نیز فرماتے ہیں حضور علیہ السلام۔

لاتتعلموا العلم لتباهوا به العلمآء ولتماروابه السفهاء ولتصرفوا به وجوه الناس اليكم فمن فعل ذلك فهو فى النار

"علم دین کو اس غرض سے نہ سیکھو کہ اس کے ذریعہ دوسرے علماء کے مقابلہ میں فخر و عزت حاصل کرو یا کم علم لوگوں سے جھگڑے کرو یا اس کے ذریعہ لوگوں کی توجہ اپنی طرف کر لو اور جو ایسا کرے گا وہ آگ میں ہے۔"

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح شراب اُمّ الخبائث ہے کہ خود بھی بڑا گناہ ہے اور شرابی کو دوسرے گناہوں پر ابھارتی ہے اسی طرح بحث و مباحثہ کا مقصد جب مخاطب کو ہرانا اور شرمندہ ہی کرنا ہو جائے اور اپنی علمی برتری کی کوشش کرنا ہو تو وہ بھی باطن کے لئے شراب ہی کی طرح اُمّ الخبائث بن جاتا ہے کہ اس سے بہت سے روحانی امراض پیدا ہوتے ہیں مثلاً حسد، بغض، تکبر، غیبت، دوسرے کے عیب تلاش کرنا اس کی تکلیف پر خوش اور آرام پر رنجیدہ ہونا جس کے نتیجہ میں دونوں طرف کے علماء بس اپنی کامیابی کی فکر میں لگ جاتے ہیں چاہے قرآن و حدیث میں کیسی ہی تاویل

کرنا پڑے اور چاہے حق کو ناحق ثابت کرنا پڑے۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا علم تو اہل علم کے درمیان اخوت و برادری کا رشتہ مضبوط کرتا ہے تو وہ لوگ جنہوں نے علم ہی کو مخالفت اور دشمنی کا ذریعہ بنا لیا وہ کسی دوسرے کو اپنی اقتداء کی دعوت کیسے دے سکتے ہیں ان کے پیش نظر اگر دوسروں پر غلبہ حاصل کرنا ہی ہے تو پھر ان سے امت کو متحد و متفق کرنے کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے اور اس سے بڑی برائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ انسان کو منافقین جیسی عادتوں میں مبتلا کر دے اور مومنین و متقین کے اخلاق سے محروم کر دے۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

کان مالک یقول المراء والجدال فی العلم یذهب بنور العلم عن قلب العبد وقیل له رجل له علم بالسنة فهل یجادل عنها قال لا ولکن یخبر بالسنة فان قبل منه والا سکت

"امام مالک" نے فرمایا کہ علم میں جھگڑا اور جدال نور علم کو انسان کے قلب سے نکال دیتا ہے کسی نے عرض کیا کہ ایک شخص جس کو سنت کا علم ہو کیا وہ حفاظت سنت کیلئے جدال کر سکتا ہے، فرمایا نہیں بلکہ اس کو چاہئے کہ مخاطب کو صحیح بات سے آگاہ کر دے پھر وہ قبول کر لے تو بہتر ورنہ سکوت اختیار کرے۔"

باہمی اختلاف کے واقعات اور نظائر ہمارے اسلاف میں بھی پائے جاتے ہیں لیکن کسی واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی کسی عالم نے دوسرے عالم پر صرف فوقیت اور برتری حاصل کرنے یا اپنی شہرت اور عوام میں اپنی عزت کے لئے اختلاف کیا ہو نہ ہی کوئی ایسی نظیر ملتی ہے کہ اختلاف کرنے والے علماء نے عوام کے سامنے ایک دوسرے کی غیبت کی ہو یا ایک دوسرے کو برا بھلا کہا ہو ان کا اختلاف شرعی مسائل اور صرف علمی

تحقیق کے لئے ہوتا تھا جس کا مقصد باہمی اصلاح اور عوام کی صحیح رہنمائی کرنا ہوتا تھا مثال کے طور پر ہم امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے کی آپ کو دعوت دیتے ہیں آپ کو اندازہ ہوگا کہ امام صاحب کے اکثر ہمعصر علماء نے آپ کی مخالفت کی لیکن جب آپ سے مسائل پر گفتگو کی تو مطمئن ہوئے اور آپ کے علم کا اعتراف کیا شام کے مشہور عالم حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بہت بدظن تھے لیکن امام صاحب کے قیام مکہ کے دوران جب آپ سے ان کی ملاقات ہوئی اور انہوں نے ان تمام مسائل میں گفتگو کی جن سے اختلاف تھا تو فرمایا۔

"مجھے تو اس شخص (امام ابو حنیفہ) کے علم اور عقل پر رشک ہوا میں اللہ سے اپنی غلط فہمی کی معافی چاہتا ہوں بلاوجہ اس شخص کو الزام دیتا تھا واقعہ یہ ہے کہ ان کی جو باتیں مجھ تک پہنچائی گئیں تھیں میں نے ان کو بالکل ان کے برعکس پایا۔"

غرضیکہ علماء کا آپس میں علمی مسائل کی تحقیق کے لئے بحث و مباحثہ اور اختلاف برا نہیں لیکن اس سے عوام کو متاثر کرنا اور ان میں انتشار پیدا کرنا برا ہے آج علماء کے اختلافات کا یہ حال ہے کہ بعض مقامات پر تو عوامی نمائندوں کو علماء کے درمیان صلح صفائی کرانی پڑتی ہے اگر ایسا شدید اختلاف مسلک مختلف ہونے کے سبب ہو تب بھی قابل برداشت ہے افسوس اس بات پر ہے کہ ایک مسلک کے علماء ایک دوسرے سے منفرد نظر آتے ہیں معمولی اختلاف کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف تقاریر ہونے لگتی ہیں اخبارات و رسائل میں مضمون شائع ہونے لگتے ہیں فتوے جاری کر دیئے جاتے ہیں مزید افسوسناک بات یہ کہ ان قائدین کرام کے اختلاف کے باعث ان کے عقیدت مندوں میں اختلاف ہی نہیں بلکہ باقاعدہ جنگ ہونے لگتی ہے۔

للہ غور کیجئے وارثین انبیاء کی کیا ذمہ داری تھی اور انہوں نے کیا کر ڈالا آہ! جو امت اس مقدس جماعت کو اپنا سربراہ اور دنیا و آخرت میں اپنا سہارا یقین کرتی تھی جس امت کو ان کی سربراہی میں منظم ہو کر لادینی تحریکوں کا مقابلہ اور اشاعت دین کا فریضہ انجام دینا چاہئے تھا جس امت کے اتحاد و اتفاق کے سبب دین کے دشمنوں کو لرزنا اور

خوف زدہ ہونا چاہئے تھا آج وہ امت اپنے قائدین کے باہمی اختلاف کا شکار ہونے کی وجہ سے بے سہارا ہے خود لادینی تحریکوں کا شکار ہے دشمنوں سے مرعوب ہے مسلمانوں کی آج دین سے بیداری علماء سے دوری علم دین سے لاپرواہی کا ایک بڑا سبب علماء کا یہ افسوسناک کردار ہے کوئی ہے جو ان کی اصلاح کرے کون کر سکتا ہے یہ تو خود رہبر ہیں قائد ہیں علم نبی کے وارث ہیں کاش یہ حضرات اپنے بلند درجات کی خود ہی قدر کریں اور خود ہی اپنی اصلاح کریں۔

بلند درجے

یہی علماء کرام ہیں جن کے درجات بلند فرمانے کا اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا۔

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ

"اللہ تعالیٰ درجے بلند فرماتا ہے تم میں سے ان کے جو ایمان لے آئے اور جن کو علم دیا گیا۔" (مجادلہ ، ۱۱)

مرتبہ چاہے دنیا کا ہو یا آخرت کا ایمان والوں اور علم والوں ہی کو نصیب ہوتا ہے اہل علم پر اللہ کا یہ کیا کم احسان ہے کہ زندگی میں دنیا ان کے گرد جمع رہتی ہے اور مرنے کے بعد ہمیشہ ان کا نام احترام ہی سے لیا جاتا ہے یہ کیا کم احسان ہے کہ ان میں ایسی قوت و طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ دنیا کا لالچ ظالموں کا ظلم کوئی چیز انہیں خدمت علم و دین سے نہیں روک پاتی یہ کیا کم احسان ہے کہ ان کا مقام یا تو رسول کا منبر ہوتا، یا مصلیٰ، دنیا ان کو کتنی ہی حقیر نظروں سے دیکھے لیکن وعدہ الٰہی کے مطابق ان کا درجہ مرتبہ بلند ہی رہتا ہے۔ صاحب حکومت و اقتدار لوگوں کا مجمع ہو یا دولت مندوں کا علماء ان میں تاروں کی طرح چمکتے ہی نظر آتے ہیں ماضی میں بھی یہی مقام تھا آج بھی یہی ہے اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا کہ یہ مرتبہ اللہ کا دیا ہوا ہے کوئی نہیں چھین سکتا دولت چھینی جا سکتی ہے اقتدار چھین لیا جاتا ہے لیکن علم اسے کون چھین سکتا ہے کیا خوب فرمایا حضرت سیدنا علی رضی اللہ

عنہ نے۔

"علم، مال سے بہتر ہے مال کی حفاظت کرنا پڑتی ہے مگر علم تمہاری حفاظت کرتا ہے مال خرچ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے مگر علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے علم حاکم ہے مال محکوم مالدار چل بسے مگر علم والے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں علم والوں کے جسم تو مٹ سکتے ہیں مگر ان کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔"

پھر علماء کرام کے ادب واحترام کی تعلیم دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

"جب تم کسی عالم کے پاس پہنچو تو پہلے عالم کو پھر دوسروں کو سلام کرو عالم کے سامنے نہایت ادب سے بیٹھو ہاتھوں سے اشارے نہ کرو آنکھیں نہ پھیرو عالم سے حجت نہ کرو بحث نہ کرو سوالوں سے پریشان نہ ہو کہ عالم اس درخت کی طرح ہے جو پھلوں سے لدا ہوا ہے اور اپنے میٹھے پھل کو برابر ٹپکا تا رہتا ہے (یعنی ہر قسم کے سوال کا جواب دیتا ہے) اور عالم کے لئے ضروری ہے کہ باوقار اور سنجیدہ ہو ادھر ادھر بلا ضرورت نہ دیکھے شور وغل نہ کرے کھیل کود نہ کرے روکھا اور بے مروت بیہودہ باتیں کرنے والا نہ ہو۔

گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر بنی اسرائیل کا قائد "طالوت" کو مقرر فرمایا تھا جبکہ نہ اس کا خاندان بڑا تھا نہ ہی وہ دولت مند تھا نہ اسے کوئی شہرت حاصل تھی وہ تو اس وقت کے نبی کے پاس اپنے باپ کے گمشدہ گدھے کے مل جانے کی دعا کرانے آیا تھا "طالوت" کو تو پتہ ہی نہ تھا کہ یہاں امارت وقیادت اس کا انتظار کر رہی ہے نبی نے اللہ کی بتائی ہوئی علامات اس میں پائیں اور بنی اسرائیل کو جمع کر کے اعلان کر دیا کہ یہ ہے تمہارا امیر اور جب انہوں نے اس کی حیثیت کو چیلنج کیا تو نبی نے علم ہی کو اس کے اس بلند مرتبہ کا ذریعہ بتایا اللہ فرماتا ہے۔

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ

"نبی نے کہا بیشک اللہ نے اسے (طالوت کو) تمہارے مقابلے میں چن لیا ہے اور اس کو علم اور جسم میں کشادگی عطا فرمائی ہے" (البقرہ، ۲۴۶)

یہ ہے وہ بلند درجہ جو اللہ اہل علم کو عطا فرماتا ہے۔

عالم و جاہل

ایک سوال کی صورت میں اللہ کا اعلان ہے کہ علم والے اور جاہل ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾

"(اے محبوب علیہ السلام) آپ پوچھئے کیا برابر ہوسکتے ہیں علم والے اور جاہل البتہ صرف عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔" (زمر، ۹)

علم والے اور جاہل کیسے برابر ہوسکتے ہیں جاہل جو قرآن کا پیغام سمجھنا تو درکنار قرآن کے الفاظ تک نہیں پڑھ پاتا جو نماز، رزہ، حج و زکوۃ کے ضروری مسائل تک نہیں جانتا جو اپنے ماں باپ کا جنازہ تک نہیں پڑھ سکتا جو والدین اور بیوی بچوں کے حقوق میں فرق نہیں کر پاتا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اہمیت کا احساس تک نہیں رکھتا ایسا شخص عالم کے برابر کیسے ہوسکتا ہے عالم جو جانتا ہے کہ انسان کا مقصد زندگی کیا ہے جو سمجھتا ہے کہ عبادات کی اہمیت اور فائدہ کیا ہے جو بندوں کے حقوق پہچانتا اور انہیں ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے جو دین پر دنیا کو قربان کرتا ہے جو شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے جو خود سیدھے راستے پر ہوتا ہے اور دوسروں کو اچھی راہ دکھاتا ہے جو اپنی منزل پہچانتا ہے "عالم اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے۔" یہ ایک حقیقت ہے لیکن اس حقیقت کو دنیا کے پجاری دولت کے نشے میں مست نہیں تسلیم کرسکتے۔ اس کو تو عقلمند ہی مانتے ہیں اسی لئے حضرت ابن شہاب زہری رحمتہ اللہ فرماتے ہیں "علماء حق کے وجود سے دین و دنیا کا استحکام ہے اور علم کی تباہی دین و دنیا کی تباہی ہے۔"

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "عالم کی موت سے اسلام میں ایسا خلا پیدا ہو جاتا ہے مدتیں گزرتے کے باوجود بھی پر نہیں ہوتا۔"

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ قیامت آنے اور لوگوں کے برباد ہونے کی کیا علامت ہے آپ نے فرمایا "علماء کا اٹھ جانا"

آج کی تباہی جس کا سب ہی رونا روتے ہیں اسی لئے تو ہے کہ ہم جہالت کو علم سمجھ بیٹھے اور جاہلوں کا احترام کرنے لگے اصل علم کی ہمارے نزدیک کوئی قدر نہ رہی علماء کی ہماری نظروں میں کوئی وقعت نہ رہی دنیا کا علم رکھنے والے ہماری قیادت اور رہبری کے حقدار قرار دیئے جانے لگے علماء کے سپرد صرف نکاح پڑھانے مردے نہلانے اور جنازہ پڑھانے کا کام کر دیا گیا امریکہ و یورپ کی یونیورسٹیوں سے ڈگریاں حاصل کرنے والوں کو اعلیٰ تعلیم یافتہ کہا جانے لگا اور قرآن و حدیث کے علوم حاصل کرنے میں زندگیاں گذار دینے والوں کو فرسودہ خیال اور رجعت پسند قرار دے دیا گیا۔ یہ دنیا جو چاہے کرشمہ دکھائے حقیقت اپنی جگہ حقیقت ہی رہے گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ ملکہ سبا کا قیمتی تخت ان کے دربار میں پیش کیا جائے تو درباریوں سے فرمایا "تم میں سے کون اس تخت کو لا سکتا ہے" تو ایک طاقتور امانت دار جن نے کہا "کہ میں اس کو لاتا ہوں مجلس برخاست ہونے سے پہلے" تو ایک اللہ کا بندہ جس کے پاس علم تھا بولا "میں اس کو آپ کے آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا" آپ نے اجازت دی اور تخت دربار میں موجود تھا قرآن کریم میں ہے۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۫ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝

"آپ (سلیمان علیہ السلام) نے فرمایا اے (میرے) درباریو تم میں سے کون میرے پاس اس کا تخت لے آئے گا اس سے پہلے کہ وہ میری خدمت میں حاضر ہو جائیں فرمانبردار بن کر جنات میں سے ایک عفریت نے کہا (اگر حکم ہو تو) میں اس کو لاتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوں اور بیشک میں اس کو اٹھانے کی طاقت بھی رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔ (اسی وقت وہ) شخص بولا جس کے پاس کتاب کا علم تھا (اگر اجازت ہو تو) میں اسے

لاتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ کی آنکھ جھپکے پھر جب آپ نے تخت اپنے سامنے رکھا دیکھا تو فرمانے لگے یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جس نے شکر کیا تو وہ اپنے بھلے ہی کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے (وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے) بیشک میرا رب غنی بھی ہے اور کریم بھی۔"
(نحل، ۳۸۔ ۴۰)

عفریت جن چاہے کتنی ہی طاقت رکھتا تھا اور کتنا ہی امانت دار تھا لیکن علم والے کا مقابلہ کہاں کر سکتا تھا جس کو اللہ علم دیتا ہے وہ سب سے زیادہ قوت و طاقت والا ہو جاتا ہے اور سب سے زیادہ امانت دار بھی۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس علم والے نے آنکھ جھپکنے کے وقفہ میں عظیم الشان تخت حاضر کیا اس کے پاس جادو کا علم نہ تھا اور نہ ہی وہ کوئی سائنس دان تھا کہ جادوگر اور سائنس دان بڑے بڑے کارنامے دکھاتے ہیں لیکن ان کے کاموں پر یقین واعتماد نہیں کیا جاسکتا جادوگر تماشہ دکھاتے ہوئے روپیہ کا ڈھیر بنا کر دکھا دیتا ہے لیکن وہ روپیہ کسی کام نہیں آسکتا کہ فوراً غائب ہو جاتا ہے اور سائنس دانوں کا تو یہ حال ہے کہ ایک چیز دوسری چیز کے بغیر نہیں بنا سکتے۔ ہوائی جہاز بنا تو دیا لیکن اگر اللہ کا پیدا کردہ تیل نہ ہو تو لاکھوں کا ہوائی جہاز لوہے کا ڈھیر ہے پھر ہوائی جہاز اڑتا ہے لیکن منزل تک پہنچنے کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا نہ جانے کتنے ہوائی جہاز تباہ ہو گئے اور برسوں تحقیقات کے باوجود وجہ خرابی کا پتہ نہ چل سکا علم الٰہی سے جو کام ہوتا ہے وہ یقینی ہوتا ہے جس نے تخت حاضر کیا اس کے پاس کتاب کا علم تھا اللہ کی کتاب کا جس پر اسے پورا پورا اعتماد تھا لہٰذا اس نے سلیمان علیہ السلام جیسے بارعب نبی اور بادشاہ کے سامنے پورے اطمینان سے کہا کہ "اجازت ہو تو تخت میں حاضر کروں اور صرف آنکھ جھپکنے کے وقفہ میں" اجازت ملی اور تخت حاضر ہو گیا "طاقت و قوت کا سہارا لینے والا چاہے جن ہو یا انسان عالم کے برابر نہیں ہو سکتا۔"

عالم و جاہل برابر نہیں ہو سکتے جیسے اندھا، نابینا، تاریکی، نور، سایہ، تیز دھوپ، زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے یہ ایک حقیقت ہے جس کا سب ہی اعتراف کرتے ہیں اور اہل ایمان کے لئے اس کو قرآن کریم بیان فرماتا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ

"اور برابر نہیں ہے اندھا اور نابینا اور نہ اندھیرے اور نور اور نہ سایہ اور تیز دھوپ اور نہ ایک جیسے ہیں زندے اور مردے۔" (فاطر، ۱۹۔ ۲۲)

جاہل اندھا ہوتا ہے اندھیروں میں ٹھوکریں کھاتا ہے اپنی جہالت سے لوگوں پر ظلم و ستم کرتا اور تیز دھوپ کی طرح انہیں ستاتا ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے عالم بینا ہے علم کے نور سے اس پر ہر چیز روشن رہتی ہے وہ اپنے علم سے لوگوں کو راحت پہنچاتا ہے ان کے حقوق ادا کرتا ہے لوگ سکون کی زندگی حاصل کرنے کے لئے اس کی طرف ایسے ہی دوڑتے ہیں جیسے سخت دھوپ میں تپنے والا سایہ کی طرف بھاگتا ہے وہ زندہ دل لے کر زندگی بسر کرتا ہے اور مرنے کے بعد بھی اس کے کارنامے اس کی نیکیاں اس کو زندہ رکھتی ہیں، پس مان لو کہ۔

"عالم اور جاہل کسی طرح برابر نہیں ہو سکتے۔"

علماء اور خشیت الٰہی

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

"اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی اس سے (پوری طرح) ڈرتے ہیں۔" (فاطر، ۲۸)

خشیت یعنی ڈرنا ہر وقت اس بات کا احساس کہ ہمیں اپنے ہر کام کا کسی کے سامنے ایک نہ ایک دن حساب دینا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے جو انسان کو مالک کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے پر آمادہ کرتی ہے بالکل اسی طرح جس طرح ایک ملازم اپنے آقا سے ڈرتا ہے اور اس کے سامنے پیش ہو کر اپنے کام کا حساب دینے کا احساس رکھتا ہے تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو ٹھیک ٹھیک پورا کرتا ہے، جب بندہ معبود حقیقی کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا وہ ان تمام برائیوں سے بچا رہتا ہے جو اس کی ذات کی تباہی کا سبب ہوتی ہیں یا جن کی وجہ سے

وہ خود پورے معاشرے کو گندا کر دیتا ہے اس کی زندگی بڑی ہی باعزت اور پر سکون گزرتی ہے یہ خوبی دنیا کے کسی علم سے پیدا نہیں ہوتی علم دین ہی انسان میں اللہ کا خوف یا خشیت پیدا کرتا ہے اسی لئے قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت میں خشیت کو علماء کی خصوصیت قرار دیا گیا یہ نہ سمجھا جائے کہ صرف علماء ہی میں خشیت ہوتی ہے عوام میں نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ خشیت پورے کمال کے ساتھ علماء میں پائی جائے گی کیونکہ انہیں دین کا علم پوری طرح حاصل ہے اور عام لوگوں میں بھی جتنی خشیت ہوگی وہ اس علم دین ہی کی وجہ سے ہوگی مثلاً جو شخص جانتا ہے کہ نماز چھوڑنے کا عذاب کتنا سخت ہے وہ کبھی نماز نہیں چھوڑے گا اور جو نماز چھوڑتا ہے وہ اسی لئے چھوڑتا ہے کہ اسے اللہ کے عذاب کی سختی کا علم نہیں وہ جاہل ہے علماء کو چونکہ پورے دلائل کے ساتھ اللہ کے فضل و کرم کا علم بھی ہوتا ہے اور اس کے جبر قہر کو بھی وہ اپنے علم کے ذریعے اپنی نظروں کے سامنے پاتے ہیں لہٰذا وہ زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی پابندی کا خیال رکھتے ہیں اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان الفقیه حق الفقیه من لم یقنط الناس من رحمة الله.ولم یرخص لهم فی معاصی الله تعالٰی ولم یومنهم من عذاب الله تعالٰی ولم یدع القران رغبة عنه الٰی غیره انه لا خیر فی عبادة لاعلم فیها ولا علم لا فقه فیه ولا قراءة لاتدبر فیه

"فقیہ (عالم) مکمل وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ کرے اور گناہوں کی اجازت بھی نہ دے اور ان کو اللہ کے عذاب سے مطمئن بھی نہ کرے اور قرآن کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز کی طرف رغبت بھی نہ کرے اس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جو بغیر علم کے ہو اور اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جو بغیر سوجھ بوجھ کے ہو اور اس قرات میں کوئی بہتری نہیں جو بغیر غور و فکر کے ہو۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

لیس العلم بکثرۃ الحدیث ولکن العلم عن کثرۃ الخشیۃ

"بہت سی احادیث یاد کر لینا یا بہت باتیں کر لینا کوئی علم نہیں علم وہ ہے جس کے ساتھ اللہ کا خوف ہو۔"

حضرت ربیع بن انس فرماتے ہیں۔

من لم یخش فلیس بعالم

"جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں۔"

حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

انما العالم من خشی اللہ

"عالم صرف وہی ہے جو اللہ سے ڈرے۔"

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"عالم وہ شخص ہے جو خلوت و جلوت میں اللہ سے ڈرے اور جس چیز کی اللہ نے ترغیب دی وہ اس کو مرغوب ہو اور جو چیز اللہ کے نزدیک بری ہے وہ اس سے نفرت کرے۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"اتنا ہی علم کافی ہے کہ دل میں اللہ کا خوف پیدا کر دے اور اس سے بڑی کوئی جہالت نہیں کہ انسان اللہ سے غرور کرنے لگے۔"

حضرت سعد بن ابراہیم رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔

"مدینہ میں سب سے بڑا عالم کون ہے آپ نے فرمایا جو اپنے رب سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔"

حضرت احمد بن صالح مصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"خشیت اللہ کی پہچان کثرت سے احادیث بیان کرنا یا معلومات کا کثیر ہونا بلکہ اس کی پہچان کتاب و سنت کی پیروی ہے۔"

اسلاف کرام کے ان اقوال سے واضح ہے کہ خشیت اللہ ہی علماء دین کی عظیم خوبی ہے اور جن علماء میں یہ خوبی پائی جاتی ہے انہی کی زبان اور قلم میں انقلابی اثر ہوتا ہے انہی میں ایسی کشش ہوتی ہے کہ ان کی مجلسوں اور درسگاہوں میں دور دراز سے لوگ کشاں کشاں آتے اور اپنے تاریک دلوں کو نور ایمان سے منور و روشن کر کے جاتے ہیں وہی عوام میں ایسے مقبول ہوتے ہیں کہ ان کے قدموں سے جنگل کے جنگل آباد ہو جاتے ہیں علم کے پیاسے پہروں ان کے دروازوں پر پڑے رہتے ہیں یہ ایسے بے تاج بادشاہ ہوتے ہیں کہ تاجدار ان سے جلنے لگتے ہیں اور اپنی ظاہری قوت سے لوگوں کے دلوں سے ان کے اقتدار کو ختم کرنے کے لئے ظلم و ستم کا حربہ استعمال کرنے لگتے ہیں لیکن اللہ سے ڈرنے والے یہ بندے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ آیئے خشیت اللہ کی یہ اعلیٰ خوبی ہم اپنے بزرگوں میں دیکھیں اور اپنے اندر اس کو پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے عبدالملک بن مروان کے حکم کے مطابق اس کے ولی عہد کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ ان کا فتویٰ تھا کہ خلیفہ کی زندگی میں کسی دوسرے کی بیعت جائز نہیں۔ اس مسئلہ پر خلیفہ سے آپ کا اختلاف اس حد تک بڑھا کہ عبدالملک نے آپ کو گرفتار کرا کے سربازار ننگے بدن پر کوڑے مارنے کا حکم دیا آپ کے بدن پر کوڑے مارے جا رہے تھے کہ ایک عورت یہ حال دیکھ کر چلائی "سعید یہ کیسی رسوائی ہے" آپ نے فرمایا "یہ رسوائی نہیں رسوائی تو آخرت کی رسوائی ہے جس سے بچنے ہی کے لئے یہ ظلم سہ رہا ہوں۔"

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ جب آپ اللہ کے عذاب یا

قیامت وغیرہ سے متعلق کوئی قرآنی آیت سنتے تو کانپنے لگتے تھے ایک مرتبہ آپ نے نماز فجر میں تلاوت کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُۙ

"اور تم یہ مت خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ بے خبر ہے ان کرتوتوں سے جو یہ ظالم کر رہے ہیں وہ توانہیں ڈھیل دے رہا ہے اس دن کے لئے جب (مار خوف کے) کھلی کی کھلی رہ جائیں گی آنکھیں۔" (ابراہیم، ۴۲)

آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بدن کانپنے لگا ایک مرتبہ امام نے عشاء کی نماز میں سورۂ زلزال تلاوت کی آپ نماز سے فارغ ہو کر مسجد کے کونے میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوگئی لوگوں نے دیکھا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں جس سے آپ کی پوری داڑھی تر ہو رہی ہے اور بار بار عرض کر رہے ہیں "اے قیامت کے دن ذرہ بھر نیکی اور ذرہ بھر برائی کا بدلہ دینے والے رب اپنے غلام نعمان کو آگ سے بچالینا۔" (امام صاحب کا نام نعمان ہے)

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سفر کے دوران رات کو ایک جگہ ٹھہرے ساتھیوں نے ضروری انتظام کے بعد دسترخواں بچھایا کھانے کی تیاری کی اچانک ہوا سے چراغ بجھ گیا اور نہایت ہی سخت اندھیرا ہوگیا چراغ جلایا گیا تو لوگوں نے آپ کو اتنا روتے دیکھا کہ آپ کی داڑھی سے آنسو بہہ رہے تھے کسی نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا "مجھے ایک دم خیال آگیا کہ جب دنیا کے اندھیرے کا یہ حال ہے تو قبر کے اندھیرے کا کیا حال ہوگا۔"

غرضیکہ خشیت الٰہی علماء کا خاصہ ہے اگر علماء میں یہ نہیں تو پھر ان کا علم بے نور ہے بے زیور ہے یہی خاصہ علماء کی عزت کا ذریعہ ہے جس عالم میں جتنی زیادہ خشیت ہوگی لوگوں پر اتنا ہی اس کا رعب ہوگا لوگوں کے دلوں میں اتنا ہی اس کا احترام ہوگا لوگوں پر اس کی تبلیغ تقریر و تحریر کا اتنا ہی زیادہ اثر ہوگا عالم میں یہی خوبی کشش پیدا کرتی ہے کہ عوام اس کی طرف خود بخود دوڑتے آتے ہیں بدھر عالم رخ کرتا ہے دنیا کا رخ اسی طرف ہو جاتا ہے

یہی خوبی عالم کو جری اور باہمت بناتی ہے کہ وہ ظالم و جابر حکام تک کے سامنے حق کہنے سے نہیں گھبراتا جیل کوڑے حتیٰ کہ سولی کے پھندے تک کی اسے پروا نہیں ہوتی۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ تابعین میں عظیم شخصیت کے مالک تھے صحابہ کرام بالخصوص ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد تھے تفسیر و حدیث اور فقہ میں یکتائے زمانہ تھے ان کے علم و فضل سے ایک دنیا فیض حاصل کرتی تھی لیکن خشیت الٰہی ایسی طاری رہتی تھی کہ ہر وقت آنکھوں میں آنسو بھرے نظر آتے تھے اپنے آپ کو بے حد حقیر جانتے تھے کبھی اپنے علم پر تکبر نہ کرتے دوسرے پر اپنی برتری اور فوقیت کا اظہار نہ کرتے تھے فرماتے تھے کہ کسی شخص کو گناہ کرتے دیکھتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ منع کروں لیکن جب اپنے حال پر نظر ڈالتا ہوں تو اس کو ٹوکتے ہوئے شرم آتی ہے کسی نے آپ سے پوچھا سب سے بڑا عابد کون ہے فرمایا جس نے گناہوں میں مبتلا ہو کر توبہ کر لی اور پھر یہ خیال کیا کہ میری سب نیکیاں گناہوں کے مقابلے میں بے حقیقت ہیں فرمایا کرتے تھے ذکر یہ ہے کہ آدمی زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی اطاعت کرے جس نے اپنے ہر قول و فعل میں اللہ کی اطاعت نہ کی وہ خواہ کتنی ہی عبادت کرے اسے اللہ کی یاد کرنے والا نہیں کہا جا سکتا اللہ کی یاد تو یہ ہے کہ اللہ کا خوف گناہ کرنے کی طاقت ہی نہ چھوڑے نماز پڑھتے وقت قرآن کریم کی اس آیت کو بار بار پڑھا کرتے اور خشیت الٰہی سے کانپا کرتے تھے۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ

"اور اس دن سے ڈرتے رہو جس میں اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور پھر ہر نفس کو پورا پورا دیا جائے بدلہ اس کا جو اس نے کمایا اور ان پر زیادتی نہ کی جائے گی۔"

(بقرہ، ۲۸۱)

لیکن آپ حق کی حمایت میں بیباک تھے اپنے وقت کے ظالم و جابر حکمراں حجاج بن یوسف کے مظالم اور خلاف شرع احکام کی کھلم کھلا مخالفت کرتے تھے یہاں تک کہ جب آپ کو گرفتار کر کے حجاج کے سامنے پیش کیا گیا تو اس وقت آپ نے اس سے جو گفتگو فرمائی وہ خشیت الٰہی کے سبب ہمت و جرات پیدا ہو جانے کی ایک واضح نظیر ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حجاج: تمہارا نام کیا ہے۔

سعید: سعید بن جبیر (سعید کے معنی نیک بخت اور جبر کے معنی اصلاح یافتہ ہیں)

حجاج: نہیں! تم شقی بن کسیر ہو (شقی بد بخت اور کسیر ٹوٹی پھوٹی چیز)

سعید: میری ماں میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھی۔

حجاج: تم بھی بد بخت ہو اور تمہاری والدہ بھی بد بخت۔

سعید: غیب کا علم تیرے پاس نہیں یہ کسی دوسری ذات کے پاس ہے۔

حجاج: میں تمہیں بھڑکتی آگ کے سپرد کروں گا۔

سعید: اگر یہ تیرے اختیار میں ہوتا تو میں تیری عبادت کرتا۔

حجاج: نبی کریم علیہ السلام کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے۔

سعید: حضور علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ رسول ہمارے ہادی و رہبر اور رحمتہ للعالمین ہیں۔

حجاج: علی اور عثمان (رضی اللہ عنہما) کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔

سعید: حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے حضور علیہ السلام کے چچازاد بھائی سیدۃ النساء کے سرتاج اور حسنین کے باپ تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ داماد رسول ذوالنورین تھے اپنا گھربار راہ خدا میں لٹایا ان کو ناحق قتل کیا گیا۔

حجاج: خلفاء کی نسبت تم کیا کہتے ہو۔

سعید: لَسْتُ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (میں ان کا وکیل نہیں ہوں)

حجاج: ان سب سے بہتر کون تھا۔

سعید: جو میرے اللہ کی رضا کا سب سے زیادہ خواہشمند تھا۔

حجاج: اللہ کی رضا چاہنے والا سب سے زیادہ کون تھا۔

سعید: اس کا علم اس ذات کو ہے جو بھیدوں اور پوشیدہ باتوں سے واقف ہے۔

حجاج: امیرالمومنین عبدالملک کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔

سعید: اس کے بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ تیرا وجود ہے۔

حجاج: میرے متعلق تم کیا کہتے ہو۔

سعید: تیرا قول و فعل اللہ کی کتاب کے خلاف ہوتا ہے تو اپنا رعب و دبدبہ قائم کرنے کے لئے ظلم و ستم کرتا ہے تیری یہ حرکتیں تجھے برباد کر رہی ہیں کل اللہ کے دربار میں حاضر ہو گا تو پتہ چلے گا۔

حجاج: تم پر ہلاکت ہو۔

سعید: ہلاکت اس شخص پر ہو جسے جنت سے الگ کر کے دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔

حجاج: تم ہنستے کیوں نہیں (مشہور تھا کہ آپ کبھی ہنستے نہ تھے)

سعید: وہ کس طرح ہنس سکتا ہے جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہو اور مٹی کو آگ کھا جاتی ہے۔

حجاج: پھر ہم کھیل و تفریح کے وقت کیوں ہنستے ہیں۔

سعید: سب کے دل ایک جیسے نہیں ہوتے۔

حجاج: تم نے تفریح کا سامان کبھی دیکھا ہے (اب حجاج نے میوزک وغیرہ بجانے کا حکم دیا تو حضرت سعید بن جبیر رونے لگے)

حجاج: یہ رونے کا موقع نہیں میوزک تو تفریح بخش ہوتا ہے۔

سعید: نہیں اس بانسری کی آواز نے مجھے وہ دن یاد دلا دیا جب صور پھونکا جائے گا۔

حجاج: تمہاری حالت قابل افسوس ہے۔

سعید: وہ شخص قابل افسوس نہیں جو آگ سے نجات پا گیا ہو اور جنت میں داخل کر دیا گیا ہو۔

حجاج: کیا میں نے تمہیں کوفہ کا قاضی و امام نہیں بنایا تھا۔

سعید: بیشک بنایا تھا۔

حجاج: کیا میں نے تمہیں ایک لاکھ کی رقم خیرات کرنے کے لئے نہیں دی تھی۔

سعید: بیشک دی تھی۔

حجاج: تو پھر تم نے میری مخالفت کیوں کی۔

سعید: تمہارے ظلم و ستم اور بد اعمالیوں کی وجہ سے۔

حجاج: خدا کی قسم میں تجھے قتل کئے بغیر نہ ہٹوں گا۔

سعید: کوئی بات نہیں تم میری دنیا خراب کرو گے میں تمہاری آخرت برباد کر دوں گا۔

حجاج: بتاؤ تم کس طریقے سے قتل ہونا پسند کرو گے۔

سعید: جیسے تو چاہے قتل کر خدا کی قسم جس طرح تو مجھے قتل کرے گا اسی طرح اللہ تجھے آخرت میں قتل کرے گا۔

حجاج: کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں معاف کر دیا جائے۔

سعید: معاف کرنا اللہ کے اختیار میں ہے یہ تیرے اختیار میں نہیں کہ کسی کو چھوڑ دے یا کسی کا عذر قبول کرے۔

حجاج: تو میں تم کو ضرور قتل کروں گا۔

سعید۔ موت کا ایک وقت مقرر ہے اگر میرا آخری وقت آ گیا ہے تو کوئی اسے ٹال نہیں سکتا اور اگر ابھی وقت نہیں آیا تو کوئی مجھے مار نہیں سکتا۔

حجاج: غصہ میں بھنا گیا جلاد کو حکم دیا اس کو لے جاؤ اور قتل کر دو۔

معتقد: جونہی حجاج نے آپ کے قتل کا حکم دیا مجمع میں سے آپ کا ایک معتقد رونے لگا۔

آپ نے فرمایا

سعید: بھائی روتے کیوں ہو کیا اللہ کا یہ ارشاد تمہیں یاد نہیں۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ

"زمین پر کوئی مصیبت نہیں آتی اور نہ تمہاری جانوں پر مگر وہ کتاب میں اس سے پہلے لکھی ہوئی ہے کہ ہم نے ان کو پیدا کیا بے شک یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے۔" (الحدید۔ ۲۲)

اس کے بعد اپنے لڑکے کو آخری بار دیکھنے کے لئے بلایا وہ آئے تو رونے لگے آپ نے فرمایا "بیٹے تیرے باپ کی زندگی اس سے زیادہ نہ تھی رونے کا کیا فائدہ" اب جلاد انہیں مقتل کی طرف لے جانے لگا حضرت سعید بن جبیر کھل کھلا کر ہنسنے لگے حجاج نے حکم دیا کہ انہیں واپس لاؤ۔

حجاج: جب حضرت سعید کو دوبارہ حاضر کیا گیا تو حجاج نے پوچھا یہ ہنسنے کا کونسا موقع ہے۔

سعید: اللہ کے سامنے تیری ہمت و جرأت اور تیرے لئے اللہ کا عفو و حلم دیکھ کر مجھے تعجب ہو رہا ہے۔

حجاج: یہ جملہ سن کر بھڑک اٹھا اور جلاد کو حکم دیا اس کو میرے سامنے قتل کرو۔
جلاد قتل کرنے کے لئے آگے بڑھا حضرت سعید بھی تیار ہو گئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ آیت پڑھنے لگے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

"بے شک میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف پھیر لیا ہے ایک سو ہو کر جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

(انعام ۷۹)

حجاج: اس کا منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دو (منہ پھیر دیا جاتا ہے)

سعید: آپ کی زبان پر یہ آیت جاری ہو جاتی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

"اور مشرق بھی اللہ کا ہے اور مغرب بھی پس جدھر بھی تم رخ کرو وہیں اللہ موجود ہے بے شک اللہ تعالیٰ فراخ رحمت والا خوب جاننے والا ہے۔"

(بقرہ، ۱۱۵)

حجاج: اسے منہ کے بل لٹا دو۔

سعید: خود ہی لیٹ گئے اور یہ آیت پڑھنے لگا۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى

"اس ہی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے ایک بار پھر۔"
(طہ، ۵۵)

حجاج: بے حد غصہ کی حالت میں جلاد کو حکم دیتا ہے کہ اس کو جلدی قتل کرو۔

سعید: نے آخری دعا کی، "بار الٰہا میرے بعد اس ظالم کو کسی کے قتل پر قدرت

نہ دینا۔

شہادت : ابھی حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی زبان پر کلمہ شہادت تھا کہ جلاد نے آپ کا سر قلم کر دیا۔

شہادت کے بعد آپ کے جسم مبارک سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا حجاج کو اس پر تعجب ہوا اس نے اپنے طبیب سے اس قدر زیادہ خون بہنے کی وجہ دریافت کی۔

طبیب: عام طور پر مقتول کا خون خوف وڈر سے خشک ہو جاتا ہے اس لئے قتل کے بعد کم خون بہتا ہے لیکن سعید آخر وقت تک بالکل مطمئن رہے انہیں کوئی خوف تھا نہ ڈر اس لئے ان کا خون بہت بہہ رہا ہے۔

اس واقعہ کے بعد حجاج تھوڑا ہی عرصہ زندہ رہا اور عبرتناک موت مرا اس کے معدے میں کیڑے پڑ گئے جسم میں سردی سما گئی اکثر بے ہوشی کے دورے پڑتے رہتے تھے بے ہوشی کی حالت یا خواب میں اسے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نظر آتے تھے جو اس سے پوچھتے "اے فاسق تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا" حجاج چونک جاتا اور کہتا "سعید سے میرا کیا تعلق" غرض اسی حالت میں مرا، اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی دعا قبول کی کہ آپ کی شہادت کے بعد اس ظالم کو کسی پر ظلم کرنے کا موقع نہ ملا۔

علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ نے حیوٰۃ الحیوان میں لکھا ہے۔ "کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے حجاج کو خواب میں دیکھا کہ وہ بدبودار مردار کی صورت میں ہے آپ نے اس سے پوچھا کہ اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے کہا جن لوگوں کو میں نے قتل کیا ان میں سے ہر ایک کے بدلے اللہ نے مجھے ایک مرتبہ قتل کیا لیکن سعید بن جبیر کے بدلے مجھے ستر مرتبہ قتل کیا گیا۔"

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "خدا کی قسم سعید بن جبیر کو ایسے دور میں قتل کیا گیا جب تمام دنیا مشرق سے لے کر مغرب تک ان کے علم کی محتاج تھی خدایا ثقیف کے ظالم سے سعید کے قتل کا انتقام لے خدا کی قسم دنیا کے تمام باشندے بھی سعید کے قتل میں شریک ہوتے تو اللہ ان سب کا منہ کالا کر دیتا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا مختصر حال ہم نے بطور مثال پیش کیا ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ تمام ہی علماء حق خشیت الٰہی کا پیکر تھے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو حاکم وقت منصور نے مدتوں جیل میں بند رکھا روزانہ ان کو کوڑے لگائے جاتے تھے سخت سزائیں دی جاتیں تھیں بالآخر آپ کو زہر دلوایا گیا جس سے جیل میں ہی آپ کا انتقال ہو گیا حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو حاکم وقت معتصم نے ڈیڑھ سال تک بھرے دربار میں کوڑے لگوائے وہ بے ہوش ہو جاتے تو ہوش میں لانے کے لئے تلوار کی نوک سے چھیدا جاتا جس سے آپ کا پورا جسم چھلنی ہو گیا تھا زخموں کی کثرت اور تکلیف کے باعث آپ ایک عرصہ تک مسجد بھی جانے کی سکت نہ رکھتے تھے۔

غرضیکہ ان حضرات کی یہی خوبی خدمت دین اور اشاعت حق میں ان کی مدد و معاون رہی اس کے برعکس آج ہم اپنا جائزہ لیں تو حال یہ ہے کہ دین کی خدمت کا ہر مرحلہ ہمارے لئے سخت دشوار حق گوئی ہمارے لئے مشکل تحریر و تقریر ہماری بے اثر معاشرے میں ہم بے وقعت یہ سب کچھ کیوں کیا آج کے علماء نے اپنی زندگیاں حصول دین میں صرف نہیں کیں کیا وہ خدمت دین میں کوشاں ہیں ایسا نہیں بلاشبہ آج کے علماء بھی محنت و مشقت سے علم دین حاصل کرتے ہیں وہ دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اگر کوئی کمی ہے تو شاید خشیت الٰہی کے کمال کی کمی ہے۔

علماء سے سوال کرو

قرآن کریم سے واضح ہے کہ علمائے دین معاشرے اور سوسائٹی کے لئے ایسے ہی ضروری ہیں جیسے دنیا والوں کی نظر میں ڈاکٹر، وکیل یا دوسرے اہل فن مثلاً جو شخص کسی مرض میں مبتلا ہے تو وہ ڈاکٹر کی طرف بھاگے گا کوئی قانونی الجھن میں پڑ گیا تو اس کو حل کرنے کے لئے وکیل کی طرف دوڑے گا اسی طرح نماز پڑھنے والا روزہ رکھنے والا حج کرنے والا زکوٰۃ دینے والا عالم کو ضرور تلاش کرے گا بشرطیکہ وہ اس شیطانی وسوسے میں مبتلا نہ ہو کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں بس ٹھیک ہے اسی لئے حکم دیا گیا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ

الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"اور ہم نے نہیں بھیجا آپ سے پہلے (بھی رسول بنا کر) مگر مردوں کو ہم وحی بھیجتے ہیں ان کی طرف پس پوچھ لو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے" (نحل۔ ۴۳)

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝

"اور نہیں بھیجا رسول بنا کر (اے حبیب اللہ علیہ السلام) آپ سے پہلے مگر مردوں کو ہم نے وحی بھیجی ان کی طرف پس پوچھو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے۔" (انبیاء ۷)

اہل ذکر اہل علم علماء ہیں ان سے سوال کرتے رہنے کا حکم دیا گیا کیونکہ ہر مسلمان مرد و عورت اسلام دین شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا پابند ہے ظاہر ہے ہر کوئی تو ماہر شریعت ہو نہیں سکتا لہٰذا قدم قدم پر شرعی مسائل معلوم کرنے کی ضرورت پیش آتی رہے گی عبادات سے متعلق مسائل معاملات معاش و معاشرت کے مسائل سب ہی کے جاننے کی ضرورت ہوگی یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے اس امت میں ماہرین شریعت علماء کی جماعت کا سلسلہ قیامت تک کے لئے جاری رکھا ہے اسی لئے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد یہ امت دینی معاملات میں بے سہارا نہ ہو جائے۔ پس امت کے عام افراد کو حکم دیا گیا کہ جب بھی ضرورت پڑے جو بھی جاننا چاہو اپنے علماء سے رابطہ کرو اور ان سے پوچھو قرآن کریم کے اس ارشاد کے مطابق عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ علماء سے مسائل معلوم کرنے کے لئے رجوع کریں ظاہر ہے یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب عوام یہ اعتراف کریں کہ علماء ان کی زندگی کے مسائل شریعت کے مطابق حل کر سکتے ہیں اور اگر آج کی طرح عوام اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں کہ دین کوئی مشکل علم نہیں ہمیں خود ہی سب کچھ آتا ہے تو ان کا حال اس مریض جیسا ہو گا جو درد سے تڑپ رہا ہے خود اپنی دوائیں کر رہا ہے لیکن ڈاکٹر کی برتری اور اس کو اپنا معالج بنانے کے لئے تیار نہیں ہوتا اس کی یہ خود فہمی کہ وہ خود علاج کر سکتا ہے اس کو مزید امراض ہی میں مبتلا کرے گی صحت مند کبھی نہیں

ہو سکتا آج ہم بھی اپنی زندگی علماء کی رہبری کے بغیر بسر کرنے پر مصر ہیں نتیجہ سامنے ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ، کوئی حصہ پُرسکون نہیں، دن بدن حال بگڑتا ہی جاتا ہے۔

اور قرآن کریم کے اس ارشاد سے علماء کی بھی یہ ذمہ داری واضح ہوتی ہے کہ وہ عوام کو مسائل معلوم کرنے کا موقع فراہم کریں ان کے لئے اپنے دروازے ہر وقت کھلے رکھیں آئمہ حضرات نماز سے فارغ ہو کر مقتدیوں سے پہلے مسجد سے نہ بھاگیں انتظار کریں کہ شاید کسی کو مسئلہ معلوم کرنا ہو اپنی تقاریر کے ایسے عنوانات منتخب کریں جو حالات حاضرہ سے متعلق ہوں ان سے عوام کی کسی حد تک رہنمائی ہو سکے۔

نیز عوام کو مسئلہ پوچھنے یا علم حاصل کرنے سے کسی قسم کی شرم نہیں کرنا چاہئے عمر کا زیادہ ہونا دنیاوی اعتبار سے مرتبہ کا بلند ہونا دولت مند ہونا سیاسی لیڈر ہونا قوم کا سردار ہونا مسجد کا ٹرسٹی ہونا عالم سے مسئلہ معلوم کرنے میں رکاوٹ یا عار کا سبب نہ ہونے پائے جب دنیا کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ہم نہیں شرماتے تو دین کے معاملے میں شرم کیوں آتی ہے حقیقتاً یہ شیطانی وسوسہ ہوتا ہے جو ہمیں دین کی بات سیکھنے سے روکتا ہے ورنہ علم تو دین کا ہو یا دنیا کا اس کے حاصل کرنے کے لئے کسی عمر وغیرہ کی قید نہیں جیسا کہ :

قال ابو عبدالله بعد ان تسودوا وقد تعلم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد کبر سنھم ۔

"امام بخاری (ابو عبداللہ) نے کہا حاکم بن جانے کے بعد بھی علم دین حاصل کرو۔ اور اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھاپے میں بھی علم دین حاصل کیا۔"

(بخاری شریف)

خاص طور پر آج ہماری عورتیں پر اس شرم ہی کا شکار ہو کر دین سے بے بہرہ اور دور ہیں جبکہ شریعت کا جاننا جتنا مردوں کے لئے ضروری ہے اتنا عورتوں کے لئے بھی کہ کوئی عورت بہترین بیوی اور بہترین ماں دین کا علم حاصل کئے بغیر نہیں بن سکتی آج ہمارے گھروں میں شوہر بیوی، بیوی، ماں اور اولاد کے جھگڑوں کی عام شکایت کی وجہ عورتوں کا جاہل ہونا ہی ہے اسی لئے نبی کریم علیہ السلام نے خود بھی عورتوں کی تعلیم پر توجہ فرمائی اور

اپنی ازواج کے ذریعہ بھی انہیں دین کی تعلیم دلانے کا اہتمام فرمایا خصوصاً ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تو اپنی ساری زندگی عورتوں کو تعلیم دینے میں صرف کی آپ فرماتی ہیں۔

وقالت عائشة نعم النسآء نسآء الانصار لم يمنعهن الحيآء ان يتفقهن فى الدين

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا انصار کی عورتیں کیا اچھی عورتیں ہیں جن کو شرم مسائل دینیہ کے سمجھنے سے نہیں روک سکی۔ "

(بخاری شریف)

ہم گذشتہ صفحات پر تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں کہ کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے علم میں اضافہ کرنے کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے صحابہ، تابعین، آئمہ کس طرح ایک حدیث جاننے کے لئے اپنے اکابر کے پاس طویل سفر کر کے پہنچتے رہے اگر یہ حضرات حصول علم میں شرم کرتے تو آج ہم جہالت کے اندھیرے میں بری طرح ٹھوکریں کھاتے ہوتے اللہ بے شمار رحمتیں نازل کرے ہمارے اکابرین پر کہ انہی کی محنت و کاوش سے آج تک علم کی یہ شمع روشن ہے۔

ورحل جابر بن عبدالله مسيرة شهر الى عبدالله بن انيس فى حديث واحد (بخاری)

"اور جابر بن عبداللہ نے حضرت انیس سے صرف ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے ایک ماہ کی مسافت کا سفر کیا۔ "

ملاحظہ فرمایا صرف ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے ایک مہینہ کا سفر کیا آپ ایک دن کا ہی سفر کر کے کسی عالم سے کچھ علم حاصل کرنے چلے جایئے بڑی خدمت ہوگی علم کی بھی اور اپنی بھی۔

ہمارے اکابرین نے محنت و مشقت سے صرف علم حاصل ہی نہ کیا بلکہ علم کی اشاعت

اور دین کی تبلیغ کا بھی ان حضرات نے حق ادا کیا اندازہ فرمائیے۔

وقال ابوذر لو وضعتم الصمصامة علٰی هذه واشار الٰی قفاه، ثم ظننت انی انفذ کلمة سمعتها من النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قبل ان تجیزوا علی الانفذتها

"اور حضرت ابو ذر نے فرمایا اگر تم تلوار رکھو اس پر! اشارہ کیا اپنی گردن کی طرف۔ اور پھر اس حالت میں بھی میں یہ سمجھوں کہ میں ایک بات جو میں نے حضور علیہ السلام سے سنی ہے اس کو لوگوں تک پہنچا سکوں گا (گردن کٹنے سے پہلے) تو میں اس کو ضرور پہنچا دوں گا۔"

غرضیکہ علماء کے لئے یہ بڑا اعزاز ہے کہ وہ مرجع خلائق قرار دیئے گئے مرکز ہدایت بنائے گئے اس اعلیٰ منصب کے سبب ایک طرف تو وہ حقدار ہیں کہ عوام ان کا احترام کریں ان کی خدمت کریں ان کا تعاون کریں اور ان سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں دوسری طرف علماء پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حصول علم میں مزید محنت کریں مطالعہ وسیع کریں تاکہ عوام کے ہر سوال کا جواب دینے کی صلاحیت پیدا ہو اپنے اخلاق و کردار کی اصلاح کریں۔ مزاج میں نرمی، زبان میں مٹھاس پیدا کریں تاکہ عوام ان کے گرد جمع ہوں اور ان سے استفادہ کریں، عوام سے ان کی عقلوں کے مطابق اس انداز سے بات کریں کہ وہ سمجھ سکیں تاکہ وہ اور زیادہ ان کی مجلسوں میں شریک ہوں اور انہیں علم حاصل کرنے کا مزید شوق پیدا ہو عوام کے سامنے اپنے علم کا مظاہرہ کرنے کی غرض سے مشکل مسائل بیان کرنا دقیق الفاظ استعمال کرنا یا دین کو بہت ہی سخت اور اس پر پابندی کو دشوار قرار دینا درحقیقت عوام کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متنفر کرنا ہے۔ جیسا کہ:۔

قال علی رضی اللّٰه عنه حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللّٰه ورسوله (بخاری)

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا لوگوں سے وہ باتیں بیان کرو جو وہ سمجھ سکیں کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ وہ اللہ و رسول کو جھٹلائیں۔"

عوام کے سامنے ان مسائل کو بیان کیا جائے جن کو وہ سمجھ سکیں ظاہر ہے اگر لوگوں کے سامنے دشوار مسائل پیش کئے جائیں گے تو وہ پورے اسلام ہی کو دشوار سمجھنے لگیں گے ان کے ذہنوں میں دین سے محبت و رغبت کی بجائے نفرت اور بغاوت پیدا ہوگی۔

اولی الامر

علماء ہی اولی الامر، امت مسلمہ کے حاکم ہیں قرآن کریم نے جن کی اطاعت کا حکم دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

"اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حاکموں کی جو تم میں سے ہوں۔" (نساء، ۵۹)

دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۚ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ

"اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا خوف کی آتی ہے تو اس کا چرچا کرنے لگتے ہیں اور (بہتر ہوتا) اگر وہ اس کو رسول کی طرف اور اپنی جماعت میں سے با اقتدار لوگوں کی طرف تو وہ لوگ جو باتوں کا نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں اس خبر (کی حقیقت) کو بھی جان لیتے۔" (نساء، ۸۳)

منشاء دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ امت مسلمہ کو ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع و فرمانبردار رہنا چاہئے اور جب رسول بظاہر دنیا سے تشریف لے جا چکے تو مسلم حکام و امراء رسول کے نائب و خلیفہ ہیں لہٰذا مسلمانوں کو ان کی اطاعت کرنا چاہئے کیونکہ امت مسلمہ کے حکام در حقیقت اللہ و رسول کے احکام نافذ کرتے ہیں اور انہی کے مطابق امت کی رہبری و راہنمائی کرتے ہیں لہٰذا ان کی اطاعت حقیقت میں قانون الٰہی ہی کو تسلیم کرنا ہے پس یہ "اولی الامر" مسلمانوں کے حکام وہی ہوسکتے ہیں جو قرآن و

حدیث پر عبور رکھتے ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق دینی مسائل جانتے ہوں۔
اسی لئے باب العلم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہوئے اعلان فرمایا "کہ آپ کی خلافت پر کسی کو کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے جبکہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں آپ کو امام مقرر فرمایا" یعنی امامت کی صلاحیت خلافت و امارت کا ذریعہ ہے دولت نہیں کیونکہ جس میں امامت کی صلاحیت ہوگی وہی پوری طرح دین سے واقف ہوگا عالم ہوگا اور مسلمانوں کا حاکم بننے کے لئے علم دین لازمی ہے اسی لئے۔

وقال عمر تفقھوا قبل ان تسودوا (بخاری)۔

حضرت فاروق اعظم نے فرمایا حاکم (سردار) بننے سے پہلے دین کا علم حاصل کرو۔
جب بھی علماء نے امت مسلمہ کی قیادت کی اور ان کے حاکم بنے اللہ نے ان کے ملک کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے خوب، خوب نوازا خوشحالی نصیب ہوئی امن و سکون ملا عزت و وقار پایا اور جس دور میں بھی مسلمانوں کے حکام نا اہل قرآن و حدیث کو نہ جاننے والے امامت کی صلاحیت نہ رکھنے والے بنے اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا صرف مسلم حکومت رہ گئی جس میں مسلمانوں کو کبھی چین و سکون میسر نہ آسکا اور ہوتا یہ رہا کہ حکام کی طرف سے جاری شدہ احکام کو عوام علمائے وقت کے سامنے پیش کرتے رہے اگر علماء نے تائید کر دی تو ان کو تسلیم کر لیا اور اگر علماء نے ان احکام کو خلاف شرع قرار دیدیا تو عوام نے اس کو مسترد کر دیا گویا اگر علماء ظاہری طور پر حاکم اور اولی الامر نہ بھی ہوں تب بھی مذہب سے محبت رکھنے والے مسلمان علماء ہی کی بات مانتے ہیں کہ علماء کی حکومت مسلمانوں کے دلوں پر ہوتی ہے جبکہ نا اہلوں کی حکومت ظاہری اور عارضی ہوتی ہے اسلاف کی تاریخ اس پر شاہد ہے اور آج بھی اگرچہ علم کی کوئی قدر نہیں علماء کی کوئی وقعت نہیں لیکن پھر بھی دینی اور شرعی معاملات میں لوگ علماء ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسی لئے ہر وہ تحریک کامیاب ہوتی ہے جس کی قیادت علماء کر رہے ہوں۔
بہرحال "اولی الامر" کے معنی اگرچہ حکام ہیں لیکن اس سے مراد علماء ہی ہیں کہ امت مسلمہ کی حکومت و قیادت علماء دین ہی کا حق ہے پس قرآن کریم علماء کو امت مسلمہ

کا مرکز یا قائد و رہبر قرار دیتے ہوئے حکم دے رہا ہے کہ معلم کامل رہبر کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد ان کے وارث علماء ہیں لہٰذا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے طریقے جاننے اور شریعت کی رہنمائی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے عوام کو انہی سے رجوع کرنا چاہئے تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو پتہ چلے گا کہ جب تک امت مسلمہ کی قیادت علماء کے ہاتھوں میں رہی عوام کو ہر طرح چین و سکون رہا اور آج اپنے حال کا جائزہ لیجئے تو احساس ہو گا کہ ہماری الجھنوں اور اضطراب کا باعث صرف یہی ہے کہ ہمارے قائدین حکام، رہنما دین سے بے بہرہ قرآن و حدیث سے دور اسلامی قانون سے ناآشنا لوگ ہیں جو خود جہالت کی تاریکی میں غرق ہیں اور قوم کو بھی اسی میں دھکیل رہے ہیں۔

سوچنا یہ ہے کہ آخر ایسا کیوں ہوا کہ جن کو قائد و رہبر بننا چاہئے تھا وہ پیچھے اور اتنے پیچھے دھکیل دیئے گئے کہ آج انہیں امور دینی میں بھی مشورے کے لائق بھی نہیں سمجھا جاتا اب ان کا کام صرف مسجد کی امامت، نکاح پڑھانا، جنازہ پڑھانا رہ گیا ہے۔ اور یہ قیادت بھی قوم نے ان کو صرف اس لئے دی ہوئی ہے کہ ان میں اپنے یہ کام کرنے کی خود صلاحیت نہیں ہمارے خیال سے علماء کے اس زوال کا باعث ایک تو عوام کا دین سے دور ہونا علم کی ناقدری اور دنیا پرستی ہے دوسرے علماء کی بھی کوتاہی ہے کہ انہوں نے علم دین کو صرف اپنے معاش کا ذریعہ سمجھ لیا اور وہ قوم کی رہنمائی کرنے کے بجائے قوم کی ملازمت کرنے لگے اب وہ عوام کو نہیں چلاتے بلکہ خود عوام کے اشاروں پر چلتے ہیں انجام بیان کرنے کی ضرورت نہیں حالات دیکھ لیجئے قوم بھی تباہ ہو رہی ہے اور علماء بھی ذلت و خواری کا شکار ہیں۔

غرضیکہ علماء کا "اولی الامر" ہونا ان کے لئے ایک بڑا اعزاز بھی ہے اور عظیم ذمہ داری بھی نیز عوام کو ہدایت ہے کہ وہ علماء سے رہبری اور راہنمائی حاصل کرتے رہیں تب ہی ان کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ ہر شہر ہر بستی میں آباد مسلمان اپنی سرپرستی اور رہبری کے لئے عالم کا انتظام کریں نیز جو مسلم حکومتیں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ مخلص ہیں انہیں اپنے سفارت خانوں میں دیگر عہدوں کی طرح مذہبی مشیر کا عہدہ متعین کر کے دنیا بھر

میں اس عہدے پر علماء کا تقرر کرنا چاہئے تاکہ یہ علماء سفارت خانوں کی مذہبی اعتبار سے نگرانی رکھیں نیز اپنے ہم وطنوں کی مذہبی تعلیم کا اہتمام کریں اور ان کی دیگر دینی ضروریات پوری کریں مغربی ممالک میں خصوصیت کے ساتھ اس اقدام کی بیحد ضرورت ہے کہ یہاں آباد مسلمان اس تیزی کے ساتھ مغربی تہذیب کا شکار ہو رہے ہیں کہ آئندہ چند برسوں میں ان کے گھروں میں اسلام کا باقی رہنا بہت ہی مشکل نظر آتا ہے۔

قرآن کریم کی پیش کردہ آیات کے مطالعہ کے بعد آپ نے اندازہ فرمالیا کہ علماء اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہیں اور امت پر اللہ کا یہ کتنا عظیم احسان ہے کہ اس نے علماء کا سلسلہ جاری رکھا ہے جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو نور کی روشنی کی قدر ہوتی ہے ماضی کے ہر دور میں علم کی شمع روشن کرنے والے ان علماء کرام کی قدر کی گئی اور ان کے ذریعہ امت ہمیشہ جہالت کی تاریکی سے نجات پاتی رہی لیکن اندھیرے کو پہچاننے کے لئے بھی آنکھوں کی ضرورت ہوتی ہے آج ہم علماء کی قدر نہیں کرتے ان کے پھیلائے ہوئے نور سے فیضیاب ہونا نہیں چاہتے کیا آج اندھیرا نہیں ہے ہمارے خیال سے تو نہ صرف ہماری دنیا تاریک ہے بلکہ دل کی سیاہی نے ہماری آنکھوں پر ایسے پردے ڈال دیئے ہیں کہ ہمیں اندھیرا تک نظر نہیں آتا اب ہم گھٹ رہے تڑپ رہے ہیں لیکن یہ نہیں مانتے کہ جہالت کی تاریکی ہی ہمارے اضطراب کا باعث ہے اگر مان لیتے تو اللہ کے فضل و کرم سے نور پھیلانے والے جہالت کے اندھیرے سے نجات دلانے والے تو موجود ہیں ہم ان کی طرف دوڑتے آہ آج ہماری کیا کیفیت ہے کہ نور پھیلانے والے ہمیں نظر بھی نہیں آرہے اور وہ پکار پکار کر بلا رہے ہیں تو ان کی آوازیں بھی سنائی نہیں دیتیں، اے اللہ ہماری آنکھوں کو کھول دے کہ ہم علم کی شمع کی طرف پناہ لے سکیں اور اے اللہ ہمارے کانوں کو سننے کی قوت عطا فرما کہ تیرے نبی کے وارثین کی ہدایات کو ہم سن کر جہالت کی تاریکی سے نجات حاصل کر سکیں۔

یقومنا اجیبوا داعی اللہ وامنوا بہ یغفرلکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم

احادیث اور علماء

قرآن کریم کی آیات سے علماء کے مقام کا آپ اندازہ کر چکے اب ملاحظہ فرمایئے معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات جن پر ہمارا اور ہر مسلمان کا مکمل ایمان و یقین ہے۔

عن كثير ابن قيس قال كنت جالسا مع ابى الدرداء فى مسجد دمشق فجاءه رجل فقال يا ابا الدرداء انى جئتك من مدينة الرسول الله صلى الله عليه وسلم لحديث بلغنى انك تحدثه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ماجئت لحاجة قال فانى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به طريقا من طرق الجنة وان الملئكة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم وان العالم ليستغفرله من فى السموت ومن فى الارض والحيتان فى جوف الماء وان فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب وان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولادرهماً وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر

" حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں جناب ابو الدرداء کے ساتھ دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت ایک شخص آیا اور اس نے جناب ابو الدرداء سے کہا کہ میں مدینہ سے صرف اس حدیث کو سننے کے لئے آیا ہوں جس کے متعلق مجھے یہ معلوم ہوا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف آپ ہی روایت کرتے ہیں اور یہی غرض مجھے یہاں لائی ہے یہ سن کر جناب ابو الدرداء نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جس نے طلب علم کے لئے کسی راہ کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستوں میں سے ایک راہ پر گامزن کرا دیتا ہے اور فرشتے طالبعلم کی رضامندی کے حصول کیلئے اپنے بازو بچھا دیتے ہیں۔ بیشک آسمان و زمین کی تمام چیزیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم کے لئے مغفرت طلب کرتی ہیں۔ اور عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر۔ بلاشک و شبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں در حقیقت انبیاء نے سونا چاندی ترکہ میں نہیں چھوڑا بلکہ ان کا ترکہ علم ہے جس نے اس علم سے حصہ حاصل کیا اس نے پورا فائدہ اٹھایا۔ "

یہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہی حدیث ہے جس کا تذکرہ ہم گذشتہ صفحات میں کر چکے ہیں اب ذرا اس حدیثِ شریف پر غور فرمایئے اور علماء کے مقام کا اندازہ کیجئے۔

طلب علم

علم کی تلاش ہی سے مسلمان کے بلند مقام کا آغاز ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم سے خود اس کو محفوظ کر دیتا ہے اس طرح کہ اس سے اپنے دین کا کوئی بھی ایسا کام لے لیتا جس سے وہ جنت کے راستے پر آجاتا ہے اور پھر اس چلتے پھرتے جنتی کے لئے فرشتے اپنے پر بچھانے لگتے ہیں اس کا احترام کرتے ہیں اس سے محبت کرتے ہیں۔

عالم علم کی تلاش میں زندگی بھر مصروف رہتا ہے کیونکہ چند کتابیں پڑھ لینا کسی مدرسے

سے سند حاصل کرلینا علم کی انتہا نہیں بلکہ عالم وہ ہے کہ جتنا اس کا علم بڑھتا جائے اتنا ہی اس میں علم کی تلاش کا جذبہ زیادہ ہو جتنی عمر زیادہ ہو اتنی ہی اسے علم کی پیاس زیادہ ہو عالم وہ ہے جس کو قرآن و حدیث پر غور اور مسائل کی تحقیق سے زیادہ دنیا کی کسی چیز میں مزا نہ آئے۔

حضرت ابن غسان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ "انسان اس وقت تک عالم ہے جب تک طالب علم ہے علم کی تلاش سے رک جانے والا جہالت کو دعوت دیتا ہے۔"

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ ہر وقت اپنے ساتھ قلم دوات رکھا کرتے تھے اور جس سے بھی علم کی کوئی بات سنتے لکھ لیا کرتے ایک مرتبہ آپ کے ایک ساتھی نے دیکھا کہ آپ مسلسل لکھتے چلے جا رہے ہیں کہنے لگے اے احمد اب تمہارا مقام اتنا بلند ہو گیا ہے کہ دنیا تمہاری عزت کرتی ہے اور تمہیں سب امام کہتے ہیں۔ پھر تم ہر وقت اپنے ساتھی عالموں سے کچھ نہ کچھ پوچھتے اور لکھتے رہتے ہو آخر کب تک تمہاری یہ عادت رہے گی آپ نے فرمایا۔

"جب تک قبر کا منہ نہ دیکھ لوں قلم دوات نہیں چھوٹ سکتا"

پس تلاش علم ساری زندگی جاری رہتی ہے اور فرشتے عالم کے لئے پر بچھائے رہتے ہیں اس کا احترام کرتے رہتے ہیں اور اللہ عالم کی مدد فرماتا ہے کہ اس سے ایسے کام لیتا ہے جو اس کو جنت کی طرف لے جائیں اور عالم جنتی کیوں نہ ہو گا کہ فرضی عبادتوں کے بعد علم کی تلاش علم کی خدمت دین کی تبلیغ سے افضل کوئی عبادت نہیں۔

طلب مغفرت

عالم پر رب کریم کا خصوصی فضل یہ ہے کہ اس سے فرشتوں کے علاوہ زمین و آسمان کی ہر چیز مچھلیاں تک عالم کی بخشش اور مغفرت کے لئے دعا کرتی رہتی ہیں وجہ صرف یہی ہے کہ عالم ہر وقت اس دین کی اشاعت و تبلیغ میں مصروف رہتا ہے جو انسانوں جانوروں سب کے لئے عافیت کا ذریعہ ہے بھلائی کا ذریعہ ہے عالم اس علم کو پھیلاتا ہے جو جہالت کے اندھیروں کو چھانٹ دیتا ہے جو انسان کو ایسا مہذب بنا دیتا ہے کہ وہ ظلم و ستم فتنہ و فساد جیسے گھناؤنے عیبوں سے پاک ہو جاتا ہے اس کے دل میں اللہ کی تمام مخلوق کے لئے رحم،

محبت، شفقت کے جذبات بیدار ہو جاتے ہیں وہ سمندر کی مچھلیوں تک کو ضرر اور نقصان پہنچانا گوارا نہیں کرتا عالم کا دل علم کے نور سے روشن و منور ہوتا ہے حضرت داؤد علیہ السلام کا ارشاد ہے "سینے میں علم ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ" پس خدا کے اس بندے عالم سے ہر چیز محبت کرنے لگتی ہے اور اس کی مغفرت کی دعا کرتی ہے۔

چودھویں کا چاند

یہ علم کا نور ہی ہے جو عالم کو ایسا چمکا دیتا ہے جیسا چودھویں کا چاند کہ اس کے سامنے سب تاروں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے دنیا کے وہ مراتب جن سے انسان تاروں کی طرح چمکتا ہے عالم کے مرتبہ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے عالم کے سامنے سب کی روشنی پھیکی پڑ جاتی ہے جب عالم کسی محفل میں آتا ہے تو دولت مند لیڈر حاکم اور وزیر کتنا ہی چمکنے کی کوشش کریں ناکام رہتے ہیں نہ کوئی ان کے جوتے اٹھاتا ہے نہ ہاتھ چومتا ہے یہ اعزاز صرف عالم ہی کو نصیب ہوتا ہے کیوں نہ ہو علم کے نور نے اسے چودھویں کا چاند بنا دیا ہے جس کے ہوتے ہوئے تاروں کو کون تلاش کرے گا کہ اس چاند کے سامنے تاروں کی روشنی کیا فائدہ دے گی۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم کو چودھویں کا چاند قرار دیا سورج نہیں جبکہ روشنی چمک سورج کی چاند سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ سورج میں وہ کشش نہیں جو چاند میں ہوتی ہے۔ سورج اپنے اوپر کسی کو نظر تک نہیں جمانے دیتا سورج میں حدت، گرمی، تمازت، تپش ہوتی ہے عالم چاند کی طرح ہر ایک کو اپنے نور کی طرف کھینچتا ہے اس میں بے چین دلوں کو سکون بخشنے والی خنکی ہوتی ہے غصہ و نفرت پیدا کرنے والی گرمی اور تپش نہیں پس عالم کو چودھویں کا چاند قرار دینا نہ صرف اس کی چمک کی مثال ہے بلکہ اس کے عادات و اطوار کی طرف بھی نہایت ہی پیارا اشارہ ہے، نیز چاند کی روشنی اپنی نہیں بلکہ سورج کی روشنی سے وہ چمک پاتا ہے اسی طرح عالم کی چمک اس کا مرتبہ اس کا مقام اپنا ذاتی نہیں یہ فیض ہے اس معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا میں علم کی شمع روشن کرنے کے لئے تشریف لائے جنہوں نے آپ سے بلاواسطہ فیض حاصل کیا۔ وہ "صحابی" کہلائے امت

کے سب سے اعلیٰ و اشرف افراد قرار پائے اور جنہوں نے بالواسطہ فیض حاصل کیا وہ علماء "وارثین انبیاء" کے مرتبہ کو پہنچے چمک رفعت اور بلندی کا ذریعہ بہرحال ذات ہے اس کی جو "سراج منیر" سب کو چمکانے والا ہے جو "اول نور" کائنات میں پہلی کرن ہے ہم کیا انبیاء سابقین کو بھی اسی کے نور کا فیض نصیب ہوا۔

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا یظھرن انوارھا
للناس فی الظلم

"نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فضل الٰہی کا آفتاب ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام اسی آفتاب سے چمکنے والے تارے ہیں جو لوگوں کے لئے تاریکی میں نور ہیں۔" (قصیدہ بردہ شریف)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
(حدائق بخشش، اعلیٰ حضرت)

پس وہی علماء "قمر منیر" چودھویں کا چمکتا چاند ہیں جو نبی مکرم علیہ السلام سے رشتہ عشق و محبت مستحکم کر کے علم نبوت سے فیض حاصل کریں آپ سے عشق و محبت کی تبلیغ کریں آپ کی عظمت اور بلند مقام کو عوام کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

وارث انبیاء

چودھویں کے چاند علماء کا مزید مرتبہ و مقام بیان کرتے ہوئے نبی مکرم علیہ السلام فرماتے کہ یہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں ہر امت کے عالم اپنے نبی کے وارث ہیں اور اس امت کے علماء سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہوئے اس وراثت کا ظاہر ہے یہ مطلب نہیں کہ علماء کو اپنے نبی کی جائیداد دولت وغیرہ ملی کہ نبی تو خود دنیا میں دولت جمع کرنے جائیداد بنانے نہیں آتا وہ واضح اعلان فرماتا ہے۔

اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿﴾

"میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا معاوضہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔"
(شعراء، ۱۴۳ تا ۱۴۵)

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝

"فرما دیجئے (اے حبیب علیہ السلام) جو معاوضہ (اگر) میں نے تم سے مانگا ہے وہ تم اپنے پاس رکھو (واپس لے لو) میرا معاوضہ تو اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔"
(سبا، ۴۷)

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اگر دولت کا ڈھیر بھی ہوا تو وہ آپ نے غلاموں کو تقسیم فرما دیا چندہ جمع کیا لیکن کبھی اپنے لئے نہیں ضرورت مندوں کی امداد یا جہاد کا خرچ پورا کرنے کے لئے قرض لیا تو غریبوں کی مدد کے لئے اپنے گھر کا جو حال تھا وہ سیرت کی کتابوں میں موجود ہے اور امت کے لئے قابل تقلید ہے پس نبی کچھ نہیں چھوڑتا اگر کچھ چھوڑا تو وہ امت کا حق بنا ہاں نبی کا ترکہ علم ہے وہ علم جو وہ اللہ سے بلاواسطہ لے کر آیا امت کے لئے اس نے وہی چھوڑا جس خوش نصیب نے یہ علم حاصل کر لیا وہ "نبی کا وارث" کہلایا بڑا عزت والا عظمت والا مقام ہے نبی کا وارث ہونا کسی کو بادشاہ کا وارث بننے پر کسی کو امیر باپ کا وارث بننے پر بڑے تاجر کا وارث بننے پر فخر ہوتا ہے خوشخبری ہے علماء کے لئے کہ وہ اس کے وارث ہیں جو اللہ کے بعد سب سے بڑا ہے۔

دیکھو بڑوں کی عزت کرنے والا بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ پس جو بڑا ہونا چاہتا ہے وہ علماء کی عزت کرے ان کا احترام کرے کہ امت میں ان سے بڑا کوئی نہیں ہوتا یہ "نبی کے وارث" ہیں ان کی عزت در حقیقت نبی کی عزت ہے ایک بزرگ عالم کو کسی نے گالی دی وہ رونے لگے اور گالی دینے والے کے لئے دعا کرنے لگے اے اللہ تو اس کو معاف کر دے کسی نے ان سے رونے کا سبب پوچھا تو بولے میری جو کچھ عزت ہے صرف اس لئے ہے کہ میں اپنے نبی کا وارث ہوں اس اللہ کے بندے نے گالی دے کر مجھے نہیں نبی کو تکلیف پہنچائی مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس پر اللہ کا عذاب نازل نہ ہو جائے تو عالم وارث نبی

ہے اس کو تکلیف پہنچانا یا اس کو حقیر جاننا درحقیقت رسول کو تکلیف پہنچانا ہے اللہ محفوظ رکھے۔

لوگ عالم کو کتنا ہی ستائیں کتنا ہی حقیر جانیں اس کے مرتبے میں کمی نہیں آسکتی رسول کا منبر اور محراب اس سے کوئی نہیں چھین سکتا بلکہ لوگوں کی بدسلوکی عالم کی مغفرت اور بخشش کا ذریعہ بنتی ہے علامہ شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب "الخیرات الحسان" میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا آپ نے فرمایا بخش دیا گیا عرض کیا علم و تقویٰ کی وجہ سے فرمایا نہیں اس کا حساب تو باقی ہے بخشش تو حاسدین اور گالیاں دینے والوں کی گالیوں کے بدلے ملی ہے۔

علماء کو نبی کا وارث قرار دینے سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ عالم کہلانے کا مستحق وہی شخص ہے جس نے علم کا نور نبی مکرم علیہ السلام کے علم یعنی قرآن و حدیث سے حاصل کیا ہو ہر پروفیسر، وکیل، ڈاکٹر ایرا غیرا نتھو خیرا عالم نہیں ہو سکتا جب کہ آج علماء کو حقیر کرنے کی غرض سے کیا جارہا ہے کہ اخبارات میں مذہبی عنوانات پر ایسے لوگوں کے مضامین شائع ہوتے ہیں یا ٹی وی پر ایسے لوگوں کو موقع دیا جاتا ہے جو نہ صورت و شکل سے "وارث نبی" نظر آتے ہیں اور نہ ہی علم دین سے ان کا کوئی تعلق یہ علم اتنا آسان نہیں کہ کوئی بھی ریٹائر افسر بیکار ہو جانے کے بعد چند کتابوں کا مطالعہ کرلے اور وارث نبی بن جائے یہی لوگ ہیں جو اپنی خود فہمی کے باعث خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں دینی کتابوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے اور بوقت ضرورت علماء سے رہنمائی حاصل کرنا چاہئے لیکن صرف اپنی ذاتی اصلاح اپنی اولاد و اہل خانہ کی صحیح تربیت کے لئے رشد و ہدایت وعظ و تقریر اور تبلیغ ان علماء ہی کا کام ہے جو دن رات قرآن و حدیث کے علوم حاصل کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

عابد و عالم

یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے کہ تقویٰ، زہد بس یہ ہے کہ سارا دن روزے رکھے جائیں اور ساری رات نوافل میں گزرے ایسے لوگ آپ کو بہت ہی اعلیٰ و افضل سمجھتے ہیں کچھ صوفی کہلاتے ہیں کچھ پیر اور شیخ یہ حضرات نہ صرف خود علماء سے دور رہتے ہیں بلکہ اپنے معتقدین اور مریدین کو بھی دور رکھتے ہیں ان کے خیال میں عالم کی کوئی حیثیت نہیں جبکہ میرے آقا معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر بتایا کہ "عالم، عابد سے افضل ہوتا ہے"

وعن ابی امامة الباهلی قال ذکر لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رجلان احدهما عابد والاخر عالم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان اللہ وملئکة واهل السموٰت والارض حتی النملة فی جحرها وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر

"حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دو شخصوں کے بارے میں تذکرہ ہوا ان میں ایک عالم اور دوسرے عابد تھے اس موقعہ پر سرکار نے فرمایا عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جس طرح مجھے تم میں سے ایک ادنیٰ فرد پر اس کے بعد سرکار نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے زمین و آسمان کے بسنے والے یہاں تک کہ بلوں میں رہنے والی چیونٹیل دریا میں رہنے والی مچھلیاں بھی اس شخص کے لئے دعا خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا ہے۔"

حدیث پر غور فرمایئے ایک شخص اگر طہارت کے مسائل نماز کے مسائل روزے زکوٰۃ

اور حج کے مسائل نہیں جانتا اور وہ وظائف پڑھتا ہے لیکن ان کا مطلب نہیں سمجھتا وہ کس طرح یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ عالم سے زیادہ متقی پرہیز گار ہے جبکہ عالم چاہے کوئی نفلی عبادت نہ کرے پھر بھی دن رات قرآن و حدیث کے مطالعہ اور مسائل کی تحقیق میں ہی مصروف رہتا ہے اور یہ سب کچھ وہ اپنے لئے نہیں کرتا بلکہ جاہل عبادت گذار کی عبادت صحیح کرنے اس کو شریعت کی تعلیم دینے کے لئے کرتا ہے عابد اگر پوری احتیاط کے ساتھ عبادت کرتا ہے تب بھی اس عبادت کا فائدہ اسی کو ہوتا ہے جب کہ عالم کے علم سے ہر کوئی فائدہ حاصل کرتا ہے ایک عالم نہ جانے کتنے جاہلوں کو گمراہی سے بچاتا ہے اور جہالت کی تاریکی میں ٹھوکریں کھانے والے کتنے انسانوں کو علم کی روشنی سے منزل تک پہنچا دیتا ہے اسی لئے شیطان پر ایک عالم ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد (رواہ الترمذی وابن ماجۃ)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بھی بھاری ہے۔"

(ترمذی ابن ماجہ)

اور اسی لئے فرشتے زمین و آسمان کی ہر چیز چیونٹیاں مچھلیاں تک عالم کی درازی عمر بھلائی کی دعا کرتے ہیں پس سوچنا چاہئے جاہل عبادت گذاروں کو کہ وہ عالموں سے افضل ہونے کا دعویٰ کس بنیاد پر کرتے ہیں دیکھئے اپنے وارثین علماء کے لئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کیسے پیارے انداز سے دعا فرماتے ہیں۔

عن ابن مسعود قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نضراللہ امراء سمعا منا شیئا فبلغه کما سمعه فرب مبلغ اوعی له من سامع

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔ اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کچھ سنا پھر جیسا سنا تھا ویسے ہی دوسروں تک پہنچایا گیا ہے وہ بسا اوقات سننے والے سے (عالم) زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔" (ترمذی شریف)

یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہی کا اثر ہے کہ آج تک علماء کا مرتبہ و مقام محفوظ ہے ورنہ ہر دور میں دنیا والوں نے علم کی شمع روشن رکھنے والوں پر ظلم و ستم کئے انہیں ستایا پریشان کیا لیکن دولت و اقتدار کے پوجاری چلے گئے آج کوئی ان کا نام لینے والا بھی نہیں اور علماء دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ان کا نام عزت و احترام سے ہی لیا جاتا ہے لوگ ان کے چھوڑے ہوئے علم سے نہ صرف فیض حاصل کرتے ہیں بلکہ اپنی زندگی کے بہت سے مسائل اور الجھنیں دور کر لیتے ہیں ہمارے اس دور میں ہی علماء کا حال دیکھئے انہیں نہ حکومت کی سرپرستی حاصل ہے نہ ہی عوام ان کی قدر کرتے ہیں اماموں کو مساجد سے اور مدرسین کو مدرسوں سے جو تنخواہ ملتی ہے وہ کسی دفتر کے ایک کلرک کی تنخواہ سے زیادہ نہیں ہوتی مقررین، مبلغین، مصنفین کے اخراجات کی ذمہ داری قبول کرنے والا آج کوئی نہیں لیکن بحمداللہ پھر بھی دین کے یہ خادم اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں ان کے اخراجات دوسروں سے زیادہ ہوتے ہیں لیکن پورے ہوتے ہیں ان کی زندگی ان سے زیادہ پُرسکون ہے جو دن رات دھکے کھا کر دولت کے ڈھیر لگا لیتے ہیں لیکن سکون و اطمینان ان کے قریب نہیں ہوتا الحمداللہ علماء تروتازہ ہیں اور ہمیشہ رہیں گے کہ نبی مکرم علیہ السلام کی دعا مقبول ہے اور نہ صرف یہ بلکہ دیکھئے ان لوگوں کو جو علماء کی قدر کرتے ان کا احترام کرتے اور ان کے دینی و ذاتی معاملات میں ان کی مدد کرتے ہیں اللہ رب العزت ان پر بھی کرم فرماتا ہے کہ انہیں ہر طرح اپنی برکتوں اور رحمتوں سے نوازتا ہے سکون کی زندگی بخشتا ہے کہ یہ اثر اس دعا کا جو نبی مکرم علیہ السلام نے اپنے وارثین کے لئے کی۔

عالم کا تورات کو تھوڑی دیر علم سکھانا نوافل پڑھنے کے لئے ساری رات جاگنے سے افضل ہے۔

وعن ابن عباس قال تدارس العلم ساعة من الليل خير من احيائها (رواه الدارمي)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علم سکھانے کیلئے تھوڑی رات جاگنا پوری رات جاگنے سے بہتر ہے۔" (دارمی)

امام وقت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجلین کانا فی بنی اسرآءیل احدھما کان عالما یصلی المکتوبۃ ثم یجلس فیعلم الناس الخیر والاخر یصوم النھار ویقوم اللیل ایھما افضل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل ھذا العالم الذی یصلی المکتوبۃ ثم یجلس فیعلم الناس الخیر علی العابد الذی یصوم النھار و یقوم اللیل کفضلی علٰی ادناکم

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی اسرائیل کے دو افراد کے بارے میں دریافت کیا گیا ان میں سے ایک عالم تھے جو فرض نماز ادا کر کے بیٹھتے اور لوگوں کو دینی تعلیم دیتے اور دوسرے کا حال یہ تھا کہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے اس پر سرکار نے ارشاد فرمایا کہ عالم کو اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھ کر رات کو عبادت کرتا ہے اتنی ہی فضیلت حاصل ہے جتنی کہ مجھے تمہارے ادنیٰ آدمی پر حاصل ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

غرضیکہ عالم، عابد سے بہرحال افضل ہوتا ہے عالم کی عملی مصروفیت ہی فرائض کے بعد سب سے بڑی عبادت ہے پس جو لوگ اپنی ظاہری عبادتوں پر ناز کرتے اور اپنے آپ کو عالموں سے افضل سمجھنے لگتے ہیں انہیں غور کرنا چاہئے کہ وہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی مخالفت کر رہے ہیں اور بڑی ہی غلط فہمی میں مبتلا ہیں علم کی ناقدری کے اس دور میں تو یہ حال ہو گیا ہے کہ امام مسجد نماز کے بعد درس قرآن و حدیث دیتا ہے اس وقت بھی بعض جاہل نفل پڑھتے قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے ہیں ان کے پاس علم ہو تو جانیں کہ نفل نماز کا ثواب تو مسجد کی بہ نسبت گھر میں زیادہ ملتا ہے علم ہو تو جانیں کہ مسجد صرف نماز پڑھنے کی جگہ ہی نہیں بلکہ دینی تعلیم کا ایک مرکز ہے یہاں سے نمازیوں کو دعا مانگ کر بھاگنا نہیں چاہئے بلکہ کچھ نہ کچھ علم کی روشنی بھی ساتھ لے کر جانا چاہئے اکثر

مساجد میں صرف نماز جمعہ سے قبل تقریر کا رواج ہے اس میں بھی چند ہی لوگ ہوتے ہیں نمازیوں کی اکثریت خطبہ کی اذان سن کر دوڑتی نظر آتی ہے ظاہر ہے امام صاحب کی تقریر سے کوئی دلچسپی نہیں سب پڑھے لکھے ہیں مولانا صاحب کی تقریر سے کیا سیکھیں کاش ایسا ہوتا تو علماء کا کام آسان ہو جاتا حقیقت یہ ہے کہ دین کی ابتدائی معلومات بھی نہیں وضو، نماز وغیرہ کے مسائل تک نہیں جانتے پھر بھی مولانا کی تقریر سے کوئی دلچسپی نہیں تو اس کو بد نصیبی کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔

علماء کی کوتاہی

اکثر مساجد میں جمعہ کی تقریر کے علاوہ کوئی تبلیغی نشست نہیں ہوتی جبکہ لوگوں کی آسانی کے مطابق کسی ایک نماز کے بعد درس قرآن یا درس حدیث یا درس فقہ ہونا ضروری ہے کہ اس سے بہت سے دینی مسائل معلوم ہوتے ہیں اور دینی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے ہمیشہ ہمارے اکابر کا یہ طریقہ رہا اسی لئے اس دور کے نمازی بہت کچھ جانتے اور اس پر عمل کرتے تھے آج جیسی جہالت اور جاہلانہ حرکتیں نظر نہ آتی تھیں اب درس کا یہ سلسلہ ختم ہو جانے کی اگرچہ ایک بڑی وجہ عوام کی دلچسپی اور علم حاصل کرنے کا شوق نہ ہونا ہے ہم نے دیکھا ہے کہ امام مسجد اگر کسی نماز کے بعد ایسا پروگرام بنائے بھی تو نمازیوں کے پاس شریک ہونے کا وقت ہی نہیں ہوتا فجر کے بعد کوئی پروگرام رکھا جائے تو کاروبار کے لئے جانے میں دیر کا عذر موجود ہے ظہر، عصر، مغرب کا وقت بے حد مصروفیت کا بتایا جاتا ہے عشاء کے بعد دن بھر کی تھکان اتنی ہوتی ہے کہ پندرہ منٹ بھی اس اہم کام کے لئے نہیں دیئے جا سکتے اب امام کیا کرے کس وقت لوگوں کو دین سکھائے جن مساجد میں یہ سلسلہ جاری بھی ہے وہاں درس میں صرف چند بوڑھے بیٹھے نظر آتے ہیں یقیناً یہ صورت حال علماء کے لئے ہمت شکن اور دل شکن ہے لیکن بہرحال علماء کی ذمہ داری ہے کہ عوام تک دین پہنچائیں لہٰذا مسجد کے اماموں کو عوام کی ناقدری کی پروا کئے بغیر اپنی ذمہ داری پوری کرنا چاہئے اور درس کا سلسلہ ضرور رکھنا چاہئے چاہے چند لوگ ہی شریک ہوں اگر کسی کو فائدہ نہ ہوگا تو عالم کی اپنی ذات کو تو فائدہ ہوگا ہی ایک تو یہ کہ اس طرح مطالعہ کا سلسلہ زیادہ ہوگا علم میں

اضافہ ہوگا دوسرے یہ کہ بہرحال عنداللہ اس کا اجر ضرور ملے گا علماء کا ہمت ہارنا یا تھوڑی سی بھی کوتاہی نہایت ہی نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "واللہ اگر طالب علم میرے پاس آنا چھوڑ دیں تو میں خود ان کے پاس گھر گھر جا کر علم کا نور پھیلاؤں گا

"حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے "اگر میں لوگوں کو علم گھول کر پلا سکتا تو پلاتا"

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو رخصت کرتے وقت نصیحت فرمایا کرتے تھے "اللہ سے ڈرتے رہو علم سکھاؤ اور اس کی اشاعت کرو اور کسی سے کوئی مسئلہ نہ چھپاؤ"

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اشاعت علم کو "بہترین صدقہ قرار دیتے تھے۔"

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میرے نزدیک علم کی تبلیغ و اشاعت سے افضل کوئی عبادت نہیں"

اشاعت علم کے لئے ہمارے تمام بزرگوں کے ایسے ہی جذبات تھے جس کی وجہ سے آج یہ علم ہم تک پہنچا اور ہمیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث بننے کا اعزاز نصیب ہوا پس ہمیں بھی اشاعت و تبلیغ کی ذمہ داریاں پوری کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرنا چاہئے۔ نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ "رات میں تھوڑی دیر کا درس تمام رات کی عبادت سے بہتر ہے۔" درس میں کوئی شریک ہو یا نہ ہو ہم کیوں ساری رات کی عبادت کا ثواب چھوڑیں۔

شیطان کا مکر

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث پر دوبارہ غور کیجئے جس میں عابد پر عالم کی فضیلت کا اعلان کیا جا رہا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ عبادت ایک نیکی ہے اور عبادت گذار بندہ قابل تعریف ہے لیکن علم کے بغیر عبادت کرنے والا شیطان کے فریب کا شکار بھی بہت جلد ہوتا ہے کبھی تو اس طرح کہ وہ اپنی عبادت پر تکبر و غرور کرنے لگتا ہے اپنے آپ کو متقی اور پرہیزگار جاننے لگتا اور دوسروں بلکہ عالموں تک کو حقیر سمجھنے

لگتا ہے۔

آج کل کے جاہل صوفی اور پیروں کو دیکھ لیجئے کیسے شیطان کے فریب میں پھنسے ہیں خود کچھ جانتے نہیں اور عالموں کے قریب آنا اپنی توہین خیال کرتے ہیں بلکہ اپنے معتقدین اور مریدین کو بھی عالموں سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں ان کا دین بس وہ ہے جو وہ سوچ لیتے ہیں اور اسی کو وہ طریقت کا نام دیتے ہیں حالانکہ شریعت سے طریقت علیحدہ ہو تو کچھ نہیں اور نہ ہی تصوف اور صوفی ہونا کوئی علیحدہ چیز ہے۔ شریعت کی پابندی اور دین کے مطابق زندگی بسر کرنا ہی تصوف ہے۔

اس اعتبار سے ہر مسلمان کو صوفی ہونا چاہئے اور علماء خود صوفی ہوتے ہیں اور لوگوں کو صوفی بننے کی تلقین کرتے ہیں نہ جانے کس بنیاد پر صوفی اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے علیحدہ ایک گروپ سمجھ بیٹھے ہیں حد یہ ہے کہ بعض لوگ خصوصیت کے ساتھ اپنے نام کے ساتھ صوفی کا لفظ استعمال کرتے ہیں جبکہ امام غزالی، مجدد الف ثانی، خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہم جیسے اکابر نے کبھی اپنے آپ کو صوفی نہ کہلایا جبکہ یہ حضرات تصوف کے معلم اور مبلغ سمجھے جاتے ہیں، غرضیکہ جاہل عابد شیطان کے مکر کا بہت جلد شکار ہوتا ہے اور کبھی وہ اس طرح شیطان کے فریب میں مبتلا ہوتا ہے کہ کسی عبادت کو بڑا اہم سمجھ بیٹھتا ہے جبکہ اس کے لئے شریعت کے مطابق دوسری ذمہ داریاں پوری کرنا ضروری ہے، مثلاً آج کل گروہی تبلیغ کا ایک سلسلہ جاری ہے جس میں سب سے بڑی عبادت کچھ عرصہ کے لئے کاروبار اہل و عیال سب کو چھوڑ کر تبلیغ کے لئے کسی دوسرے شہر یا ملک جانا قرار دیا جاتا ہے شیطان کے اس مکر نے نہ جانے کتنے لوگوں کا کاروبار برباد کر دیا گھروں کو تباہ کر دیا جاہل مبلغ سب کچھ چھوڑ کر تبلیغ کے لئے چل دیا پیچھے تجارت برباد ہوگئی نوکری چھوٹ گئی جوان بیوی گناہ میں مبتلا ہوگئی، بیٹی گھر چھوڑ کر بھاگ گئی وغیرہ وغیرہ ایسے حادثات ہوتے ہیں یہ بربادی صرف جہالت کی وجہ سے ہوئی علم ہوتا تو جانتے کہ حالات کے مطابق ذمہ داریوں کو پورا کرنا عبادت ہے جس کی مثال احادیث میں موجود ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال جآء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستاذنہ فی الجھاد

فقال احی والداك قال نعم قال ففیہما فجاھد

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے جہاد کی اجازت مانگی۔ فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ ہاں فرمایا تو ان کے پاس رہتے ہوئے جہاد کرو۔"

قرآن و حدیث سے واضح ہے کہ جہاد کس قدر افضل اور اہم عبادت ہے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جہاد میں شریک ہونے سے منع فرما دیا اور اس کے لئے والدین کی خدمت کو جہاد قرار دیا کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ والدین کو اس شخص کی زیادہ ضرورت ہے اسی طرح تبلیغ کو چل دینا یا اہم ذمہ داریوں کی پروا کئے بغیر کسی دوسرے نیک کام میں مصروف ہو جانا عبادت اور نیکی نہیں یہاں تک کہ صرف نمازیں پڑھتے رہنا روزے رکھتے رہنا بھی عبادت نہیں۔

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عبداللہ الم اخبر انك تصوم النہار وتقوم اللیل فقلت بلٰی یارسول اللہ قال فلا تفعل صم وافطر وقم ونم فان لجسدك علیك حقا و ان لعینك علیك حقاً وان لزوجك علیك حقاً وان لزورك علیك حقاً لاصام من صام الدھر صوم ثلثة ایام من کل شھر صوم الدھر کلہ صم کل شھر ثلثة ایام و اقرأ القرآن فی کل شھر قلت انی اطیق اکثر من ذالك قال صم افضل الصوم صوم داود صیام یوم وافطار یوم وقرأ فی کل سبع لیال مرة ولا تزد علٰی ذالك

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر نہیں دی گئی ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں ایسا ہی کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا اس طرح نہ کرو بلکہ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ رات کو قیام بھی کرو اور سوؤ بھی۔ کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔ جس نے مسلسل روزہ رکھا اس کا روزہ نہیں ہوتا۔ اور ہر مہینہ کے تین دن کے روزے مسلسل روزوں کی طرح ہیں۔ لہٰذا ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھو اور ایک ماہ میں قرآن مجید ختم کر لو میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اس سے زیادہ کر سکتا ہوں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا بہترین طریقہ کے روزہ رکھو جو صوم داؤد (علیہ السلام) ہے۔ یعنی ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔ اور ایک ہفتہ میں قرآن کریم ختم کر لو اور اس سے زیادہ نہ کرو۔

اسلام اعتدال، میانہ روی چاہتا ہے اس طرح کہ نہ دین چھوٹے نہ دنیا عبادت درحقیقت دنیا کا ہر کام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق کرنا ہے کمال عبادت دنیا کو دین بنالینا ہے یہ علم جو عالم سکھاتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "عالم کے لئے نفلی عبادت سے افضل علم کی تلاش میں مصروف رہنا ہے۔" غور فرمایئے اس حدیث مبارکہ پر:

عن عبداللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بمجلسین فی مسجدہ فقال کلاھما علی خیر واحدھما افضل من صاحبہ اما ھؤلآء فیدعون اللہ ویرغبون الیہ فان شآء اعطاھم وان شآء منعھم واما ھؤلآء فیتعلمون الفقۃ اوالعلم ویعلمون الجاھل فھم افضل وانما بعثت معلماً ثم جلس فیھم

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں دو گروہوں کو دیکھ کر فرمایا یہ دونوں گروہ خیر پر ہیں لیکن ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر فضیلت رکھتا ہے۔ ان میں سے جو اللہ سے کچھ طلب کر رہے ہیں اور اس سے لو لگائے ہوئے ہیں ان کو اللہ چاہے تو دے دے اور چاہے تو نہ دے لیکن جو لوگ فقہ یا کوئی دوسرا علم سیکھتے ہیں اور بے پڑھوں کو سکھاتے ہیں یہ زیادہ بہتر ہیں۔ در حقیقت مجھے بھی اللہ نے معلم بنا کر بھیجا ہے اس کے بعد سرکار اسی معلّمین کی جماعت میں جا بیٹھے۔"

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا معلّمین کی جماعت میں تشریف رکھنا قیامت تک کے علماء کے لئے ہے۔ صوفیوں، پیروں، زاہدوں کا عالموں سے نفرت کرنا اور دوسروں کو متنفر کرانا شیطان کا بڑا ہی فریب ہے ایسے لوگوں کو اپنی اصلاح کرنا چاہئے علماء کی صحبت اختیار کر کے ان سے کچھ سیکھ کر اگر یہ عبادت کریں ریاض و مجاہدہ کریں تبلیغ کریں دین کی خدمت کریں لوگوں کو طریقت کی تعلیم دیں تو پھر دیکھئے ان حضرات کا وجود امت کے لئے کس قدر مفید ثابت ہوتا ہے۔

گذشتہ صفحات میں عابد پر عالم کی فضیلت سے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ علماء کو نفلی عبادت ہی نہیں کرنا چاہئے یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ نفل نمازوں پر علم دین کی خدمت کو افضل قرار دینے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم خود بے حساب و بے شمار نفلی روزے رکھتے، نفلی نمازیں پڑھتے صدقہ و خیرات کرتے تھے۔ ساری رات آپ کی نفل نماز پڑھتے گزرتی تھی یہاں تک کہ آپ کے مبارک قدموں پر ورم آ جاتا تھا کبھی کبھی آپ کا سجدہ اتنا لمبا ہوتا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے وصال فرما جانے کا گمان ہونے لگتا تھا صوم وصال (کئی دن کا روزہ) رکھنا ہر ماہ متعدد روزے رکھنا خصوصاً شعبان کے مہینے میں تقریباً پورے مہینے کے روزے رکھنا۔ احادیث سے ثابت ہے اسی طرح آپ کا صدقہ و خیرات کرنا بھی حدیثوں میں موجود ہے دوسروں کی ضرورت پوری کرنا اور خود بھوکا رہنا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے اور آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ہمارے اکابر نے بھی نفلی عبادت میں کمی نہ رکھی

اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ساری رات عبادت کرنا دن میں روزہ رکھنا چالیس سال عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کرنا رمضان میں ساٹھ، روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرنا مشہور ہے یہی حال تمام اکابر علماء کرام کا رہا پس یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ علماء نفلی عبادت نہیں کرتے یا نہ کریں علمی مصروفیت کے ساتھ اگر خدا توفیق دے تو عبادت میں کوئی کمی نہیں کرنا چاہیئے۔

صرف نفلی عبادت ہی کی بات نہیں علماء تو ہر معاملہ میں شریعت کی پابندی کے عوام کی بہ نسبت زیادہ ذمہ دار ہیں کہ علم کا اثر جب تک عالم کی اپنی ذات پر نہیں ہوتا اس وقت تک اس کو تبلیغ سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا علماء کا صرف علم ہی امت کے لئے ذریعہ ہدایت نہیں بلکہ عالم کو عمل کا ایسا پیکر ہونا چاہیئے کہ لوگ اس کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ بنائیں جب عالم باعمل ہوتا ہے تب ہی عوام کے دلوں میں اس کی قدر ہوتی ہے اور وہ عوام کے دلوں کا حاکم بن جاتا ہے اور اس کی ذرا سی لغزش نہ صرف عوام کی گمراہی کا سبب بنتی ہے بلکہ خود اس کا خاتمہ کر دیتی ہے عزت و وقار سب مٹ جاتا ہے ملاحظہ فرمایئے۔

عن سفیان ان عمر بن الخطاب قال لکعب من ارباب العلم قال الذین یعملون بما یعلمون قال فما اخرج العلم من قلوب العلماء قال الطمع

"حضرت سفیان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے دریافت کیا کہ صاحبان علم کون ہیں تو انہوں نے کہا کہ جو علم کے مطابق عمل کرتے ہیں پھر معلوم کیا کون سی چیز علم کو علماء کے دل سے نکالتی ہے تو جناب کعب نے کہا لالچ۔"

غور فرمایئے طمع، لالچ بظاہر ایک معمولی چیز ہے عوام میں اگر یہ بری عادت پیدا ہو جائے تو برا ہے ہی لیکن اگر کسی عالم میں لالچ کی مہلک بیماری پیدا ہو جائے تو اس کی ساری زندگی کی محنت اکارت کہ وہ دولت علم سے محروم ہو جائے گا دل سے علم نکل جانا یہ نہیں کہ اس نے جو کچھ پڑھا لکھا وہ سب بھول جائے گا یا تقریر و وعظ نہ کر سکے گا دل سے علم نکل جانا یہ ہے کہ عالم کو وارث نبی ہونے کے باعث امت میں جو مقام حاصل ہونا چاہیئے وہ حاصل نہ

ہو سکے گا آج یہی حال ہے جو علماء لالچ کا شکار ہیں امیروں، سرداروں، حاکموں کے نذرانے باقاعدہ مقرر کر دیتے ہیں اور وکیلوں کی فیس کی طرح وصول کرتے ہیں۔ ان کا عوام کی نظروں میں کیا مقام رہتا ہے ان کا اپنا دین محفوظ نہیں رہتا وہ عوام کی کیا رہبری کر سکیں گے میرے آقا مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اناساً من امتی سیتفقھون فی الدین ویقرءون القرآن یقولون نأتی الامرآء فنصیب من دنیاھم ونعتزلھم بدیننا ولایکون ذلک کما لایجتنٰی من القتاد الا الشوک کذٰلک لایجتنٰی من قربھم الا قال محمد بن الصباح کانہ یعنی الخطایا

"حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ دین کی سمجھ اور قرآنی علوم حاصل کر کے یہ کہیں گے کہ ہم امراء کی صحبت حاصل کر کے ان کے ذریعہ دنیا تک رسائی حاصل کریں گے اور اپنے دین کو محفوظ رکھیں گے لیکن ایسا ممکن نہ ہو گا کیونکہ خاردار درخت سے کانٹا ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح ان کے قرب سے کانٹے ہی چلے جائیں گے۔ اس موقع پر محمد بن صباح نے کہا ہے کہ وہ اس سے گناہوں کو مراد لیتے تھے۔"

حضرت امام ابو یوسف جیسے علماء آج کہاں وہ قاضی القضاۃ بنے تو انہوں نے حاکم وقت ہارون رشید کو متقی و پرہیز گار بنا دیا، آج بھی ایسا کوئی ہے تو اس کو حاکموں کا دربار زیب دیتا ہے لیکن آج تو حکام سیاسی لیڈر چند سکوں کے بدلے علماء سے من مانی کراتے ہیں اور ایسے لالچ میں مبتلا علماء نے ہی آج علماء کا اعتماد عوام میں ان کا مقام تباہ کر کے رکھ دیا ہے ایسے ہی علماء کے متعلق نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا "بروں میں سب سے برے علماء ہی ہیں" پوری حدیث ملاحظہ ہو۔

عن الاحوص ابن حکیم عن ابیہ قال سئل
رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الشرفقال
لاتسئلوني عن الشر وسلونی عن الخیر یقولھا ثلثا
ثم قال الاان شر الشر شرار العلماء وان خیر الخیر
خیارالعلما (رواہ الدارمی)

"حضرت احوص بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے بارے میں معلوم کیا تو سرکار نے فرمایا مجھ سے شر کے بارے میں نہیں بلکہ خیر کے بارے میں معلوم کرو یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ فرمائے اس کے بعد فرمایا بروں میں سب سے برے بھی علماء ہیں اور اچھوں میں سب سے بہتر بھی علماء ہی ہیں۔" (دارمی)

علماء کی عزت و وقار کا ذریعہ علم ہے اور علم کی بقا اور اس میں برکت کا ذریعہ عمل ہے پس علماء کو عوام سے زیادہ باعمل باکردار ہونا چاہئے کہ عوام انہیں دیکھ کر اپنی زندگی سدھاریں

بڑا سخی

آپ سخی اسی کو کہتے ہیں جس کے پاس دولت ہو اور بھکاری اس کے در سے جھولیاں بھر بھر جاتے رہیں ضرورت مندوں کی ضرورت پوری ہوتی رہے یقیناً ایسا شخص سخی ہے اور اس کی سخاوت عبادت ہے ثواب کا ذریعہ ہے لیکن اس سے بڑا سخی وہ ہے جو اس سخاوت کا طریقہ سکھاتا ہے صدقہ و خیرات کرنے لوگوں کی مدد کرنے کی تبلیغ کرتا ہے اسی سخی کا ذکر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم هل تدرون من اجود جوداً قالوا
الله ورسوله اعلم قال الله اجود جوداً ثم انا اجود
بنی ادم واجودهم من بعدی رجل علم علماً

فنشرہ یاتی یوم القیمۃ میراً وحدہ اوقال امۃ واحدۃ

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں فرمایا سب سے بڑا سخی اللہ رب العالمین اور بنی آدم میں سب سے بڑا سخی میں ہوں اور میرے علاوہ وہ بھی سخی ہے جو علم حاصل کر کے اس کی اشاعت کرے وہ قیامت کے دن اکیلا امیر یا اکیلا امت بن کر اٹھے گا۔"

بلاشبہ سب سے بڑا سخی اللہ ہی ہے اور اس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کو جتنا چاہا دیا کتنا دیا اتنا دیا کہ پوری انسانیت کو ان کے در کا بھکاری بنا دیا دنیا و آخرت کی ساری دولت انہی کے در سے تقسیم ہوتی ہے علم بڑی دولت ہے جس سے اللہ نے اپنے پیارے کو نوازا خوب خوب نوازا جو نہ جانتے تھے سب کچھ سکھا دیا اب کچھ نہیں جو وہ نہیں جانتے انسانیت کے معلم بنا کر مبعوث فرمائے گا پس تشریف لائے تو اپنی ذمہ داری کے مطابق انسان کو علم سکھایا بڑی سخاوت سے سکھایا جو جس نے پوچھا اس کو بتایا لوگوں کو پکار پکار کر بلا بلا کر سکھایا اتنا سکھایا کہ انسانی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی کہ دنیا کی کسی قوم میں علم کی اتنی اہمیت نہ کبھی تھی نہ آج تک ہے جتنی امت مسلمہ میں ہے اور کسی لیڈر قائد و رہبر نے علم کی اشاعت کا وہ اہتمام نہ کیا جس کی نظیر معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں ملتی ہے کہ علم کو آپ نے دنیاوی سطح پر نہ رکھا بلکہ آپ نے اس کو عبادت قرار دیا اور آپ کے غلاموں نے ہر دور میں علم کو عبادت سمجھ کر ہی حاصل کیا اس کی اشاعت و تبلیغ کا کام کیا یہی وجہ ہے کہ معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی ہی میں ایسے حضرات علم کے خادم اور معلم بن گئے جو پہلے کچھ نہ جانتے تھے اور انہوں نے نہ صرف سرزمین عرب بلکہ اطراف عالم میں علم کی شمع کو روشن کیا اپنوں ہی نے نہیں غیروں دشمنوں نے بھی جہالت کے اندھیروں سے نجات پائی ایک فرانسیسی مورخ "لیبان" اعتراف حقیقت کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"یورپ کی یونیورسٹیاں چھ سو برس تک عربی کتابوں کے تراجم پر زندہ رہیں اور

عربوں کے قائم کردہ مدارس اور ان کے علم و فضل ہی سے بہرہ ور ہوتی رہیں۔"

بہر حال نبی کو دولت علم خوب ملی ـــــــ اور انہوں نے ہر گھر میں علم کا نور پہنچایا جو نبی کا وارث بنا دولت علم سے مالا مال ہوا اسے بھی سخی ہی ہونا چاہئے اور تاریخ شاہد ہے کہ معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ وارث ہمیشہ سخی رہے ہیں۔

معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم مکہ، مدینہ کے گلی کوچوں جہاد کے میدانوں اور بالخصوص جامعہ صفّہ سے علم تقسیم فرماتے رہے اور آپ کے بعد آپ کے وارثوں نے بھی تقسیم علم میں نہ بخل کیا اور نہ کوتاہی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، باب العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ عنہم ان کے بعد امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام ابو یوسف، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم ان کے بعد سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، رحمتہ اللہ علیہم پھر شیخ احمد رضا خاں بریلوی، ہمارے ہی دور میں غزالی ثانی علامہ سید احمد سعید کاظمی، شیخ المحدثین علامہ سردار احمد خاں، علامہ ابو البرکات سید احمد شاہ رحمتہ اللہ علیہم اور نہ جانے کتنے وارثین نبی ہیں جو نبی مکرم علیہ السلام کی اتباع و پیروی کرتے ہوئے علم کے پیاسوں کی پیاس بجھاتے رہے یہ دریا آج تک بہہ رہا ہے اور قیامت تک بہتا رہے گا خوش نصیب ہیں وہ جو اس پانی سے سیراب ہوئے ان کی پیاس بجھی خوب بجھی کہ دنیا کی زندگی بھی پرسکون ہوگئی اور آخرت بھی سدھر گئی آپ بھی پیاسے ہیں ان کنوؤں پر جاتے ہیں جن میں پانی نہیں ان دروں کی ٹھوکریں کھاتے ہیں جو خود بھوکے ہیں آیئے اپنوں کے پاس آیئے نبی نے انہیں بہت کچھ دیا ہے یہاں پیاس بجھے گی سکون ملے گا دیکھئے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "علماء باراں رحمت ہیں جہاں ہوں گے نفع ہی پہنچائیں گے۔"

حجاج بن یوسف نے خالد بن صفوان سے پوچھا، "بصرے کا سردار کون ہے۔" خالد نے جواب دیا، "حسن بصری" حجاج نے حیرت سے کہا، "یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ تو غلام کی اولاد ہے۔" خالد نے کہا "لیکن وہ عالم ہے لوگ دین کے معاملے میں اس کے محتاج ہیں

اور وہ اپنی دنیا کے معاملہ میں کسی کا محتاج نہیں اسے دولت کی کوئی پرواہ نہیں میں نے بصرے میں کوئی ایسا شریف آدمی نہ دیکھا جو حسن کی مجلس میں شریک ہونے کی تمنا نہ رکھتا ہو سب ان کا وعظ سنتے ہیں اور وہ علم کے موتی بکھیرتے چلے جاتے ہیں سب ان کے در کے بھکاری ہیں آتے ہیں اور خالی جھولیاں بھر کے لے جاتے ہیں اور وہ کسی کے محتاج نہیں" خالد کی یہ گفتگو سن کر حجاج چیخ پڑا "قسم خدا کی یہی سرداری ہے۔"

آہ آج ہم علماء کی کیا قدر کر رہے ہیں سوچئے ہم ان کی کیا خدمت کرتے ہیں آج ہم جنہیں بھکاری سمجھتے ہیں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق وہی اس دنیا میں بھی سخی ہیں اور قیامت کے دن بھی امیر ہوں گے ان کے پاس پوری پوری قوم کے برابر ثواب کی دولت ہوگی کیونکہ اس دنیا میں جس نے بھی کوئی نیکی کی عبادت کی اس کی تعلیم بہرحال علماء ہی سے ملی پس یہ علماء ہر نیکی کرنے والے کے ثواب کے برابر ثواب پاتے رہتے ہیں کتنا بلند مرتبہ ہے ان حضرات کا یہ ہے وہ دولت وہ عزت جو علماء دین کو نبی مکرم علیہ السلام نے عطا فرمائی جو نہ ختم ہوتی ہے نہ اسے کوئی چھین سکتا ہے۔

کیا خوب فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "علم مال سے بہتر ہے مال کی حفاظت کرنا پڑتی ہے مگر علم تمہاری حفاظت کرتا ہے مال خرچ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے لیکن علم خرچ کرنے سے بڑھتا رہتا ہے علم حاکم ہے مال محکوم مال دار مر جاتے ہیں لیکن علم والے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔"

غور فرمائیے باب العلم رضی اللہ عنہ نے کیسے حقائق بیان فرمائے ہیں ذرا اسی ارشاد کو سوچئے "مال خرچ کرنے سے ختم ہوتا ہے، لیکن علم خرچ کرنے سے بڑھتا رہتا ہے۔" انسان کے پاس کتنی ہی دولت ہو خرچ کرنے سے ضرور کمی آتی ہے اور اگر اس کو بڑھایا نہ جائے تو ایک نہ ایک دن ختم ہی ہو جاتی ہے لیکن علم اللہ اکبر اس کو جتنا خرچ کیجئے اتنا ہی بڑھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم کی عمر جتنی زیادہ ہوتی ہے اس کا علم اتنا ہی بڑھتا اور چمکتا ہے عالم کبھی ریٹائر نہیں ہوتا آخر دم تک وہ لوگوں کو اپنے علم سے فیض پہنچاتا رہتا ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن کریم بیان فرماتا ہے۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ

"جو (مال و دولت) تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو (رحمت کے خزانے) اللہ کے پاس ہیں وہ باقی رہے گا۔" (نحل، ۹۶)

ابن المقفع نے کہا اگر تمہیں دولت اور طاقت کی وجہ سے عزت ملے تو خوش نہ ہو کہ یہ چیزیں ناپائیدار ہیں اور ان سے ملنے والی عزت بھی ناپائیدار ہاں علم اور دین سے عزت ملے تو خوشی کا اظہار کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ یہ عزت ہمیشہ رہنے والی ہے۔

لقمان حکیم نے کہا سب سے افضل مومن عالم ہے وہ جہاں جاتا ہے بھلائی پھیلاتا ہے اور سب سے مال دار وہ ہے جو سب سے زیادہ عالم ہے جو دوسروں کو اپنے علم سے فیض پہنچاتا رہتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے قیامت کے دن عالم کا عمل ترازو میں رکھا جائے گا تو وہ ہلکا ہو جائے گا پھر بادل جیسی ایک چیز لائی جائے گی اور اس میں رکھ دی جائے گی جس سے وہ پلہ بھاری ہو جائے گا پھر عالم سے یہ پوچھا جائے گا تم جانتے ہو یہ کیا چیز ہے وہ حیران و خاموش رہے گا تو اسے بتایا جائے گا یہ تیرا علم ہے جو تو لوگوں میں پھیلایا کرتا تھا۔ (اس علم ہی کے ذریعہ اس کی بخشش ہوگی)

پس عالم بڑا سخی ہے اس کے پاس نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے لیکن اسی وقت جبکہ وہ اپنے علم سے لوگوں کو فیض پہنچاتا ہے ان کی اصلاح کرتا ہے ورنہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عن ابی الدرداء قال ان من اشرالناس عنداللہ منزلة یوم القیمة عالم لاینتفع بعلمه

"حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ عالم سب سے برا ہے جس نے اپنے علم سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچایا۔"

عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مثل علم لاینتفع به کمثل کنزلا ینفق

منه فی سبیل الله

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس علم کی مثال جس سے فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو ایسی ہے جیسا کہ کوئی خزانہ جس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کیا جاتا۔"

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من سئل عن علم علمه ثم کتمه الجم یوم القیمة بلجام من نار

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی شخص سے علمی بات معلوم کی گئی اور اس نے اس کو چھپایا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔"

عن کعب ابن مالك قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من طلب العلم لیجاری به العلمآء او لیماری به السفهآء اویصرف به وجوه الناس الیه ادخله الله النار

"حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس لئے علم حاصل کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے علماء پر فخر کرے یا ان پڑھوں سے جھگڑا کرے یا یہ سوچے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں ڈالے گا۔"

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من تعلم علماً مما یبتغی به وجه الله لایتعلمه الا لیصیب به عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیمة یعنی ریحها

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی رضامندی کے حصول کی بجائے دنیاوی فوائد کے

لئے علم حاصل کرتا ہے تو اس کو قیامت کے دن جنت کی ہوا بھی نہ لگے گی۔ "

بڑی ذمہ داری

بلاشبہ علم نے علماء کو نہایت ہی بلند مقام عطا فرمایا وہ وارث نبی ہیں ان کے لئے زمین و آسمان کی مخلوق حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی میں دعا کرتی ہیں نبی مکرم علیہ السلام نے ان کے لئے خصوصی دعا فرمائی وہ اللہ و رسول کے بعد سب سے زیادہ حق قرار دیئے گئے یقیناً ہر امتی پر ان کا احترام واجب ہے لیکن ان کی ذمہ داری بھی بڑی ہے کہ وہ اپنے علم پر خود عمل کریں اور علم کی تبلیغ و اشاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑیں امت کی اصلاح میں کوتاہی نہ کریں نیز وہ دین کی خدمت بڑے محتاط ہو کر کریں کہ کسی خوف یا لالچ کی وجہ سے ان کی ذرا سی غلطی دین کی تباہی کا باعث بن سکتی ہے اور اس خطرے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے ہی باخبر فرما چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

عن زیاد ابن حدیر قال قال لی عمر هل تعرف مایهدم الاسلام قلت لاقال یهدمه زلة العالم وجدال المنافق بالکتاب وحکم الائمته المضلین

"حضرت زیاد بن حدیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہا تمہیں معلوم ہے کہ اسلام کو کون سی چیز منہدم کرتی ہے راوی نے کہا مجھے معلوم نہیں تو انھوں نے فرمایا کہ عالم کی لغزش اور منافق کا کتاب اللہ کے بارے میں جھگڑا کرنا اور گمراہ سرداروں کا حکم جاری کرنا۔ "

پس علماء کا جتنا مرتبہ بلند ہے اتنی ہی ان کی ذمہ داری بھی زیادہ ہے اور اسی لئے ان کی سزا بھی سخت ہوگی اللہ محفوظ رکھے آگ کی لگام سے جہنم کی آگ سے جنت کی محرومی سے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "اگر علماء اپنے علم کا احترام

کرتے اور علم کو اپنے مقام پر رہنے دیتے تو زمانہ کے امام ہوتے مگر انہوں نے علم کے مقام کو گرا دیا وہ دنیا والوں کے در کے بھکاری بن گئے انجام یہ ہوا کہ وہ ذلیل و خوار ہوگئے۔"

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "جو شخص علم دین اس لئے حاصل کرتا ہے کہ علماء پر فخر کرے اور مخلوق کو اپنی طرف مائل کرے وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "اگر علماء خود اپنی عزت کرتے اور علم کو صحیح استعمال کرتے تو اللہ، اللہ کے فرشتے اور صالحین ان سے محبت کرتے تمام مخلوق پر ان کا رعب ہوتا مگر انہوں نے علم کو صرف دنیاوی خواہشات کے لئے اور اعزاز حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا پس اللہ بھی ان سے ناراض ہوگیا اور دنیا والوں کی نظروں میں بھی ان کی کوئی عزت و وقعت نہ رہی۔"

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نصیحت فرماتے ہیں۔ "کہ علم کو اپنے اخلاق سے سنوارو علم سے اپنے آپ کو آراستہ نہ کرو یعنی علم کو صرف عزت و شہرت کے لئے استعمال نہ کرو۔"

حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "کہ قیامت میں فاسق عالم بت پرستوں سے پہلے پکڑا جائے گا کیونکہ جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر نہیں ہوسکتا۔"

ان اقوال کی روشنی میں علماء اپنے آپ کو جانچیں اور سوچیں کہ کہیں ان سے وراثت نبی کی بے حرمتی تو نہیں ہوئی کہیں وہ بحیثیت وارث رسول اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے میں کوتاہی تو نہیں کر رہے کہیں وہ آفات زمانہ سے گھبرا کر زمانہ کی لہروں کی نظر تو نہیں ہو رہے کہیں وہ اپنے منصب سے ہٹ کر دنیا کے لالچ مکر و فریب میں تو مبتلا نہیں ہو رہے کہیں عوام کی بد ذوقی سے بد دل ہو کر خود تو بد ذوقی کا شکار نہیں ہو رہے۔

حاشا و کلا، میرا مقصد علماء پر تنقید یا ان کی توہین نہیں کہ میرے نزدیک یہ بڑا گناہ ہے اور نہ ہی میرا یہ مقام ہے کہ علماء کو نصیحت کر سکوں یا ان کی اصلاح کروں کہ میں تو خود خاک پائے علماء اور محتاج اصلاح ہوں میں دل کی گہرائیوں سے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ

علماء کو خود سوچنا چاہئے کہ آج وہ افتاد زمانہ کا شکار کیوں ہیں آخر معاشرہ ان کو حقارت کی نظر سے کیوں دیکھتا ہے کیا وجہ ہے کہ ان کا دائرہ احباب اور دائرہ کار تنگ سے تنگ ہوتا چلا جا رہا ہے ان کے خلاف عوام کی زبانیں دراز ہوتی چلی جا رہی ہیں معاش سے مطمئن ہو کر انہیں دینی ذمہ داریاں پوری کرنے کے مواقع کیوں میسر نہیں آ رہے کیا وجہ ہے کہ ان کی تقریر و تحریر کا قوم پر اثر نہیں ان میں باہمی انتشار و افتراق کیوں ہے آج یہ تمام سوالات قابل غور ہیں اور ان کے عملی جواب کی ضرورت ہے تاکہ علم کی یہ ٹمٹماتی شمع بجھنے سے پہلے دوبارہ امت رسول کے تاریک سینوں کو روشن و منور کرنے کے قابل ہو سکے تاکہ علماء اپنی بڑی ذمہ داری پوری کر کے اکابر جیسا مقام حاصل کر سکیں اور ماضی کی طرح پھر ایک مرتبہ علم دین کے تاجداروں کی سلطنت بحال ہو سکے تاکہ پھر در در کی ٹھوکریں کھانے والے وارثین نبی کے دریائے سخاوت سے سیراب ہو سکیں، تاکہ مصیبت زدوں کے لئے پھر ان کی دعائیں مستجاب ہونے لگیں جن کے لئے زمین و آسمان کی ہر چیز دعا کرتی ہے۔

آہ! آج مسلمانوں کی بڑی تعداد بھی موجود ہے ان کے پاس دولت بھی دنیا کا ساز و سامان بھی ان کی حکومتیں بھی ہیں لیکن کوئی اسلامی حکومت نہیں کہیں قرآن کا قانون نافذ نہیں کہیں نظام مصطفیٰ کی حکمرانی نہیں اس لئے کہ حاکم وارثین مصطفیٰ نہیں انہوں نے اپنی صلاحیتوں کو زنگ آلودہ کر دیا وہ عوام پر سے اپنا اعتماد کھو بیٹھے پس مسجدوں کی امامت تک محدود ہو کر رہ گئے عوام انہیں حکومت کی باگ ڈور دینے کے لئے تیار نہیں وہ اپنا حاکم دولت مندوں کو بے دینوں کو بنانے لگے نتیجتاً اسلامی حکومت خیال و خواب بن کر رہ گئی اب تبدیلی نہیں آ سکتی جب تک علماء اپنی حالت نہ بدلیں۔

بد ترین مخلوق

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشك ان یاتی علی الناس زمان لایبقی من

الاسلام الا اسمہ ولایبقی من القران الا رسمہ
مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدی
علمآئھم شرمن تحت ادیم السمآء من عندھم
تخرج الفتنۃ وفیھم تعود

"حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ لوگوں پر ایسا دور آئے گا جس میں اسلام نام کے لئے باقی رہ جائے گا اور قرآن کریم کی رسم باقی رہ جائے گی مسجدیں آباد تو ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی اور اس دور کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان سے فتنے ظاہر ہوں گے اور وہ فتنے انہیں پر لوٹیں گے۔"

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد قابل غور ہے ہمارے حال سے کس قدر مطابق ہے آج بلاشبہ اسلام موجود ہے لیکن نام کا جس کو ضرورت پڑتی ہے وہ اسلام کا سہارا لیتا ہے عملی زندگی میں اسلام کتنا نظر آتا ہے یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں راقم الحروف سے زیادہ روزمرہ کی زندگی کا مطالعہ قارئین محترم کرتے رہتے ہیں۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہر ظالم اپنے ظلم اور ہر مجرم اپنے جرم کو جائز بنانے کے لئے اسلام کا سہارا لیتا ہے۔ یا اللہ کے کسی عذاب کے وقت اسلام کی پکار سنی جاتی ہے آج قرآن موجود ہے وہ تو موجود رہے گا ہی، کہ قیامت تک کے لئے نازل ہوا اور وہ بھی اس لئے موجود نہیں کہ ہم نے اس کی حفاظت کی ہے اگر یہ کام ہمارے سپرد ہوتا تو شاید اس کا حشر توریت و انجیل سے بدتر ہو چکا ہوتا وہ تو اس لئے محفوظ ہے کہ رب کریم نے بڑا کرم فرمایا اس کی حفاظت کا خود ذمہ لے لیا ہے۔

بہرحال قرآن ہے لیکن صرف اتنا ہی ہے کہ رمضان المبارک میں تراویح میں پڑھ لیا اور سن لیا گیا کوئی مر گیا تو چالیسویں تک پڑھ لیا گیا اور پڑھا کہاں جاتا ہے یتیم خانہ یا مدرسے کے بچوں یا حافظوں کو بلا کر مزدوروں کی طرح پڑھوا لیا جاتا ہے ہاں ایک کام قرآن سے اور لیا جاتا ہے شادی کے موقع پر ناچ گانوں سے فارغ ہو کر دلہن کو رخصت کرتے ہیں تو اس کے سر پر اٹھا لیا جاتا ہے مرتے وقت کسی کو بلا کر یٰسین پڑھوا دی جاتی،

جس قوم کی زبان میں قرآن نازل ہوا اس نے تو ظلم کی انتہا ہی کر دی ہے بڑے بڑے ہوٹلوں میں ساری رات ناچ گانوں کے ساتھ شراب کے جام چھلکتے ہیں اور آخر میں ظالم قرآن کا ریکارڈ بجا دیتے ہیں جو محفل ختم ہونے کا اعلان ہوتا ہے کتنے گھروں میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے کتنے مرد و عورت دن کی ابتداء تلاوت قرآن سے کرتے ہیں قرآن سن کر کتنی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اللہ کے خوف سے کتنے دل کانپتے ہیں کتنے بچے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، سب سے بڑی بات یہ کہ کتنے مسلمان قرآن سمجھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں یہ اعداد و شمار قارئین خود معلوم کریں تو اندازہ ہو جائے گا کہ قرآن تو موجود ہے لیکن رسم ہی کے طور پر ہے جس مقصد کے لئے اللہ کی یہ آخری کتاب نازل ہوئی اس کو اس پر ایمان لانے والوں نے خود ہی فوت کر دیا بس نام رہ گیا برکت کا تخیل رہ گیا ایصال ثواب کا ذریعہ رہ گیا۔

آج مسجدیں تو آباد ہیں نمازوں کے لئے مسلمان جمع ہو جاتے ہیں لیکن اتنی آباد ہیں کہ سنتیں پڑھنا یا دوسری دعا تک رکنا بھی دشوار ہوتا ہے۔ الحمدللہ بڑی شاندار اور خوبصورت مسجدیں بنی ہوئی ہیں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے اب تو یورپ میں بھی مینارے نظر آنے لگے اذانوں کی آوازیں سنی جانے لگیں۔ لیکن ہدایت سے خالی ہیں ہدایت سجدے کرنے سے کیسے مل سکتی ہے اس کے لئے علماء کے خطبے اور تقریریں سننا ضروری ہیں درس قرآن و حدیث سننا ضروری ہے اور ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں کہ علماء کی بات سننا گوارا ہی نہیں اس کے لئے وقت ہی نہیں تکبیر کے وقت لوگ مسجد میں آتے ہیں اور دعا سے پہلے بھاگ جاتے ہیں ہدایت کیسے ملے اکثر مسجدوں میں بچوں کے لئے قرآن کریم کی تعلیم کا انتظام ہے لیکن بچے نہیں جو آتے ہیں وہ بھی نہایت لاپرواہی سے کبھی آئے کبھی نہ آئے، والدین ہی اس تعلیم کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تو بچے کیا ضرور سمجھیں۔

اب ملاحظہ فرمایئے، حدیث شریف کا وہ حصہ جو ہمارے موضوع سے متعلق ہے جس نے اپنے علم کا وارث بنایا اسی کا ارشاد ہے "اس دور کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان سے فتنے ظاہر ہوں گے اور وہ فتنے ان ہی پر لوٹیں گے۔" اللہ اکبر اپنے وارثین کو نبی مکرم علیہ السلام خود بدترین مخلوق فرما رہے ہیں کیوں اس لئے کہ

انہوں نے اس عظیم وراثت کے تقدس کو پامال کر ڈالا وہ بدعمل ہوگئے لالچ، حسد جیسے مہلک امراض میں مبتلا ہو کر انہوں نے علم کے تقاضوں کو کچل ڈالا سخی اور داتا بننے کی بجائے وہ خود دولت مندوں کے دروں پر بھیک مانگنے جانے لگے امت میں اخوت و محبت کے چراغ جلانے کے بجائے انہوں نے اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل کے لئے انتشار و افتراق کا بیج بو یا انہوں نے قوم کو فتنوں میں مبتلا کیا انجام وہی ہوا جو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ خود ہی ان فتنوں کا شکار ہوگئے کہ نہ عزت رہی نہ ہی تحریر و تقریر میں اثر لوگ ان کے گرد جمع ہونے کے بجائے بے دینوں کو اپنا قائد و لیڈر بنانے لگے۔ اور نبی کے وارث جنہیں امت کا حاکم ہونا چاہئے تھے کسمپرسی کے عالم میں مبتلا ہیں۔ خود ہی اپنے آپ کو سب کچھ سمجھ کر دل کو دھکا دے لیتے ہیں۔ رہے کچھ بھی نہیں آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہیں۔

یہ تو بہت آسان ہے کہ قوم پر بے دینی علم کی ناقدری کا الزام لگا دیا جائے لیکن انصاف یہ ہے کہ علماء خود فہمی کا لبادہ اتار کر خود اپنی حالت پر بھی غور کریں کہیں ایسا تو نہیں کہ قوم کی بے دینی اور علم کی ناقدری کے ذمہ دار بھی یہ حضرات ہی ہوں کیونکہ بحیثیت رہبر قوم کو بے دینی بدکرداری علم کی ناقدری کے امراض سے نجات دلانا بھی تو ہمارے ان رہنماؤں ہی کی ذمہ داری ہے پس غور کیجئے ان وجوہ و اسباب پر جنہوں نے آپ کو وراثت نبی کے اعلیٰ مقام سے گرا کر آسمان کے نیچے بدترین مخلوق بنا دیا ہے۔

اچھا عالم

یہ تو آپ ملاحظہ فرما چکے کہ برا عالم کون ہے اور وہ کس طرح بدترین مخلوق قرار دیدیا جاتا ہے۔ اب ملاحظہ فرمایئے وہ خوبی جس کی وجہ سے عالم کا اعزاز محفوظ رہتا ہے اور وہ "اچھا عالم" کہلانے کا مستحق قرار پاتا ہے۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ

نفع وان استغنی عنه اغنی نفسه

"حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا شخص وہ ہے جو دین کا علم رکھتا ہو اگر اس سے معلومات کی جائیں تو نفع پہنچاتا ہے اور اگر اس سے بے پرواہی برتی جائے تو وہ بھی غیرت نفس کا اظہار کرتا ہے۔"

مختصر ارشاد ہے لیکن میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم کی ذمہ داری بھی بیان فرما دی اور اس کے اعزاز کی بقا کا ذریعہ بھی بتا دیا اچھا عالم وہ ہے جس میں پہلی خوبی تو یہ ہو کہ علم کے پیاسوں کے لئے اس کا دروازہ ہر وقت کھلا رہے وہ مغرور و متکبر نہ ہو کہ لوگ اس کے پاس دین کی بات اور مسائل پوچھنے کے لئے آنے سے گھبرائیں امیروں اور شاہوں کی طرح اس سے ملاقات کے اوقات مقرر نہ ہوں عالم تو بڑا سخی ہوتا ہے لہٰذا سخیوں کی طرح اس کا دربار بھکاریوں کے لئے ہر وقت کھلا رہنا چاہئے کہ ہر وقت علم کی دولت تقسیم ہوتی رہے مسجد ہو یا مدرسہ گھر ہو یا بازار جہاں بھی اور جب بھی کوئی سائل سوال کرے عالم کی ذمہ داری ہے کہ بغیر کسی الجھن کے وہ جواب دے اور سوال کرنے والے کو مطمئن کرے۔

آج علماء اپنی یہ ذمہ داری پوری کرتے ہیں یا نہیں یہ تو وہی جانیں ہاں ہمیں شکوہ عوام سے ضرور ہے کہ علماء تک بآسانی پہنچنے کے مواقع موجود ہوتے ہوئے آج ان کے علم سے فیض حاصل کرنے والا کوئی نہیں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جہاں کوئی عالم نظر آئے لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے اور جس زمانہ میں علم کی قدر تھی ایسا ہی ہوتا تھا لیکن اب تو یہ حال ہے کہ امام صاحب مصلیٰ پر بیٹھے ہوتے ہیں کہ شاید کسی کو ضرورت ہو تو مسئلہ پوچھنے آئے لیکن لوگ تیزی سے بھاگتے ہیں انہیں ڈر ہوتا ہے کہ کہیں مولانا صاحب تقریر شروع نہ کر دیں یا ہمیں روک کر کوئی مسئلہ نہ بیان کرنے لگیں، بتائیے کس سے گلہ کریں علماء سے یا عوام سے سنا تو یہی ہے کہ پیاسا کنوئیں کے پاس جاتا ہے آج کوئی پیاسا ہی نہیں پیاسے تو ہیں پہلے سے بہت زیادہ پیاسے لیکن یہ پتہ نہیں کہ یہ پیاس کیسے اور کہاں بجھے گی کاش جان لیں اور مان لیں کہ پیاس بجھانے بے چین دلوں کو سکون بخشنے اور بے

اطمینانی کی کیفیت کا خاتمہ کرنے کے لئے علم دین ہی کا واحد ذریعہ ہے عالموں سے دین سیکھ کر ان کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی کی گاڑی چلایئے وہ صحیح راستہ جانتے ہیں آپ کو بھی دکھائیں گے منزل مل جائے گی زندگی پرسکون ہو جائے گی جس زمانہ میں لوگ اس حقیقت کو مانتے تھے اس زمانہ میں عالموں کے اردگرد دن رات بھیڑ لگی رہتی تھی اور پیاسے اپنی پیاس بجھاتے رہتے تھے عالم آج بھی ہیں اور ہماری معلومات کے مطابق وہ اپنی دولت کے ڈھیر لئے دروازے کھولے بیٹھے رہتے ہیں لیکن ہفتوں گذر جاتے ہیں کوئی ان سے مسئلہ پوچھنے نہیں آتا بتایئے اب عالم کیا کریں بس وہی کریں جو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا "کہ اگر لوگ ان سے بے پروا ہو جائیں تو وہ بھی بے نیاز ہو جائیں" کہ جب عوام ہی کو اپنی فلاح و بہبود کا احساس نہ رہے وہ علم سے بھاگنے لگیں دین کی باتوں کو حقیر سمجھنے لگیں علماء کی ناقدری کرنے لگیں تو علما کو چاہئے کہ وہ عوام سے بے نیاز ہو کر علم کی خدمت و اشاعت کے ایسے طریقے اختیار کریں کہ ان کی عزت بھی محفوظ رہے اور خدمت دین کی ذمہ داری بھی ہوتی رہے وہ مساجد میں درس دیں یہ پروا کئے بغیر کہ کتنے لوگ شریک ہوتے ہیں وہ مدارس میں تعلیم دیں یہ پروا کئے بغیر کہ کتنے طالب علم ہیں اور مدرسے کی عمارت کیسی ہے اس کا انتظام کیسا ہے وہ کتابیں تصنیف کریں یہ سوچے بغیر کہ لوگ ان کا مطالعہ کریں گے یا نہیں۔

بڑی غلطی

ہمارے خیال میں آج علماء سے بڑی غلطی یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کا احساس زیادہ کیا کسی نہ کسی عوام تک علم کا نور پہنچانے کی کوشش کی وہ مدارس کی شاندار عمارتیں بنانے کے لئے لوگوں کے دروازوں پر گئے جھولیاں پھیلا کر چندے جمع کئے انہوں نے حکام کی اصلاح کے لئے ان کے درباروں تک رسائی حاصل کی۔ نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی خواہش نے انہیں میدان سیاست میں لا کھڑا کیا انہوں نے پارٹیاں بنائیں انتخابات میں حصہ لیا عوام سے ووٹوں کی بھیک مانگی ان سے نہ پورے ہونے والے طرح طرح کے وعدے کئے عوام کو متحد کرنے کے لئے تنظیمیں قائم کیں ان کے لئے

چندے کئے یہ مسلم ہے کہ یہ سب کچھ نہایت خلوص کے ساتھ نیک نیتی کی بنیاد پر کیا گیا لیکن بے دینی اور علم کی ناقدری کے دور میں اس کا انجام کیا ہوا یہی کہ رہی سہی بھی عزت سادات گئی علماء نے چندے کئے مساجد و مدارس کی شاندار عمارتیں بنانے کے لئے تاکہ شوکت اسلام کا مظاہرہ ہو اور مساجد میں نمازیوں کو پوری سہولتیں مہیا ہوں مدارس میں قوم کے بچے آرام و سکون سے علم حاصل کریں لیکن ظالم قوم ہے اس کو علماء کا ذریعہ معاش سمجھ لیا چندہ دینے والوں نے چندہ دیا ثواب کے لئے زکوٰۃ ادا کی اللہ تعالیٰ کے حکم پر اور علماء پر احسان بھی جتانے لگے ان پر بد دیانتی کے الزام بھی لگانے لگے ان کو بھکاری اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے حتیٰ کہ اب تو لوگ کسی عالم کو اپنی دکان یا مکان کی طرف آتا دیکھ لیں تو منہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

کاش علماء کرام ہاتھ پھیلانے کے بجائے اپنی استطاعت کے مطابق اپنی ذمہ داری پوری کرتے تو یہ دن نہ دیکھنا پڑتے اسلاف کا طریقہ کار یہی رہا انہوں نے نور علم پھیلانے کے لئے کبھی مدارس کی شاندار عمارتوں کا خیال نہ کیا کبھی انہوں نے اونچے اونچے ممبروں پر توجہ نہ دی حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ ان حضرات کے علمی مرتبہ و مقام سے کون انکار کر سکتا ہے۔ لیکن تعمیر مدارس کے لئے ان حضرات نے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا حالانکہ یہ با اثر تھے عوام ان کے اشاروں کے منتظر رہتے تھے ان کا زمانہ علم اور علماء کی قدر کا زمانہ تھا لوگ انہیں حقیقتاً "وارث نبی" سمجھتے تھے لیکن یہ اپنے مقام اور علمی وقار کی حفاظت کے لئے ہمیشہ چندوں سے گریز ہی کرتے رہے۔

ہمارے ماضی قریب ہی کی بات ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے صرف اس لئے اپنے مدرسہ کو توسیع نہ دی کوئی شاندار عمارت نہ بنائی کہ آپ عوام کے سامنے ہاتھ پھیلانے چندہ کرنے کو پسند نہ فرماتے تھے ساری زندگی وہ علم کی دولت اپنے گھر اور مسجد سے تقسیم فرماتے رہے علم کے جو پیاسے آئے ان کو تعلیم دی جنہوں نے خطوط کے ذریعے مسائل معلوم کئے ان کے خطوط کے جواب دیئے اور باقی اوقات میں سینکڑوں کتابیں تصنیف کیں کہ آج تک لوگ ان سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

میرے استاد علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ برسوں اپنے گھر میں تدریس کی ذمہ داری پوری کرتے رہے پھر احباب نے مدرسہ انوارالعلوم کی چھوٹی سی عمارت تعمیر کرا دی تو ساری زندگی اسی میں گذار دی آپ کے مخلصین معتقدین اور مریدین کا حلقہ بہت وسیع تھا لیکن کبھی کسی سے نہ چندہ مانگا نہ کسی کے پاس گئے صرف مدرسہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر آپ تقریر کے دوران ایک مرتبہ اپیل کرتے تھے تو پورے سال کے اخراجات کے لئے پیسہ جمع ہو جاتا تھا خود مدرسہ سے نہایت قلیل تنخواہ لیتے تھے کثرالعیال ہونے کے سبب ہمیشہ مقروض رہے تقاریر میں جاتے تو اکثر کرایہ بھی اپنی ہی جیب سے خرچ کرنا پڑ جاتا تھا لیکن خلوص سے کام کرتے رہے لہٰذا مدرسہ انوارالعلوم کی چھوٹی ہی سی عمارت سے علم کی شعاعیں پھیل رہیں اور آج دنیا کے گوشے گوشے میں ان کے شاگرد دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں کیا عزت پائی کہ دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی غزالی دوراں اور رازی وقت کہلا رہے ہیں۔

غرضیکہ اس میں شک نہیں کہ علماء کا مقام نہایت بلند اور اعلیٰ ہے امت پر ان کے احسانات بھی بے شمار ہیں کہ آج تک دین انہی کی کاوشوں سے باقی ہے بلاشبہ ان حضرات نے دین کی حفاظت کے لئے بڑا ہی ایثار کیا ہے اپنی عزت و آبرو اور جان تک کی بازی لگائی ہے انہوں نے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے انتھک محنت اور کوشش کی ہے موجودہ علماء بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن ہیں لیکن یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ان سے بربنائے خلوص اشاعت علم کے طریقہ کار میں قدرے سہو ہوا ہے۔ انہوں نے دینی تعلیم کو مادی لباس پہنا کر دنیوی تعلیم کے مقابلہ پر لانا چاہا مادہ پرست عوام کے لئے اس کو پرکشش بنانا چاہا لیکن دنیا کے نشے میں چور عوام پر علماء کی کاوشوں کا اچھا اثر ہونے کے بجائے خود علماء ہی کی عزت و آبرو اس سے متاثر ہوئی ان کا علمی منصب مجروح ہوا اور علم دین کے ناقدرے وارثین نبی پر صرف شک و شبہ ہی نہ کرنے لگے بلکہ اللہ کے دین کی اشاعت و حفاظت کے لئے چندہ کرنے والوں کو یہ بھکاری بد دیانت اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے۔

علماء کی مغفرت

گذشتہ صفحات پر علماء کا جو مرتبہ و مقام بیان کیا گیا اس سے یہ بھی واضح ہے کہ اللہ رب العزت جل جلالہ اپنے نبی کے "وارثین" دین کے خادموں اور قرآن و حدیث کی اشاعت کرنے والوں کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھے گا ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور اپنے فضل و کرم سے یقیناً ان کی مغفرت و بخشش فرمائے گا جیسا کہ صاحب تفسیر مظہری نے ایک حدیث نقل فرمائی جس کو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا محشر میں اللہ اپنے سب بندوں کو جمع فرمائے گا ان میں سے علماء دین کو ایک ممتاز مقام پر جمع ہونے کا حکم دے گا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمائے گا۔

انی لم اضع علمی فیکم الا لعلمی بکم ولم اضع علمی فیکم لاعذبکم ۔انطلقوا قدغفرت لکم

"میں نے اپنا علم تمہارے دلوں میں اس لئے رکھا تھا کہ میں جانتا تھا کہ تم اس امانت کا حق ادا کرو گے اور میں نے تمہارے سینوں میں اپنا علم اس لئے نہ رکھا تھا کہ تمہیں عذاب دوں تو جاؤ میں نے تم سب کو بخش دیا۔

بلاشبہ وہ غفور و رحیم ہے اس کے کرم پر کیا شبہ کیا جا سکتا ہے کہ جسے چاہے بغیر حساب و کتاب کے بخش دے اور علماء کے پاس تو اپنے بے شمار گناہوں کے باوجود یہ مضبوط سہارا موجود ہے کہ وہ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔ یقیناً وہ ہم جیسے گنہگاروں سے بہت افضل ہیں کہ ان کی زندگی ہر لمحہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو پڑھانے پڑھنے ان پر غور کرنے ان کی اشاعت کرنے میں گزرتا ہے، پس اگر ہم ان کا احترام کریں ان سے ان کے علم کی وجہ سے محبت کریں ان کی خدمت کریں ان کے دینی کاموں میں اپنے وقت اپنی دولت سے مدد کریں تو کیا عجب ان

کے صدقے میں ہمارے گناہوں کو بھی بخش دیا جائے۔

علماء کے لئے تو نبی مکرم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

وقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین (بخاری)

"اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ساتھ اللہ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔"

پس علماء کو تو بھلائی نصیب ہوگی دنیا میں بصورت عزت و شہرت اور آخرت میں نجات کی صورت میں لیکن سوچنا اس دور کے مسلمانوں کو ہے کہ کیا وہ دین اور علماء دین سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر رہے ہیں سوچنا ہمیں ہے کہ ہم علماء کے ساتھ کیا برتاؤ کر رہے ہیں آج ہماری لاپرواہی کا شکار ہونے کے سبب دین کے یہ خدام اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ وہ علم کا نور پھیلانے کے لئے مدرسے کھولتے ہیں لیکن ہم اپنے بچوں کو دین کی تعلیم کے لئے مدرسوں میں بھیجنا گوارا نہیں کرتے علماء مساجد میں درس قرآن دیتے ہیں لیکن ہمارے پاس اس میں شریک ہونے کے لئے وقت نہیں علماء کتابیں تصنیف کرتے ہیں لیکن ہماری لاپرواہی کے باعث وہ ان کی اشاعت سے قاصر رہتے ہیں اگر وہ دولت مانگیں تو ہم انہیں بھکاری کہتے ہیں اگر نہ مانگیں تو از خود ہمیں توفیق نہیں کہ ان کی خدمت کریں بتایئے ان حالات میں علماء دین کی خدمت کیسے کریں علم کا نور کیسے پھیلائیں امت کی لاپرواہی کا یہ طوفان ہی علم کی شمع کو دن بدن مدھم کئے دے رہا ہے۔

واللہ المستعان علٰی ماتصفون

دعوت و تبلیغ

دعوت بلانا تبلیغ پہنچانا قرآنی اصطلاح میں دین کی طرف بلانا دعوت ہے اور دین کا اللہ رسول کا پیغام پہنچانا تبلیغ ہے مثلاً فرمایا گیا۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؁

"آپ فرما دیجئے یہ میرا راستہ ہے میں تو صرف اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میری پیروی کرتے ہیں واضح دلیل پر ہیں اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔" (یوسف، ۱۰۸)

يٰٓاَيُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّــغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ؀

"اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچا دیجئے جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کا پیغام آپ نے نہ پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے شر سے بچائے گا یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔" (مائدہ، ۶۷)

دونوں اگرچہ علیحدہ علیحدہ لفظ ہیں لیکن مفہوم دونوں کا ایک ہی اور ایک مقصد کی تکمیل کے لئے استعمال ہوتے ہیں جو منصب نبوت کی اہم ذمہ داری ہے دعوت و تبلیغ کا ذریعہ تعلیم ہے اللہ نے اپنے نبی کو علم دیا تعلیم کا حکم دیا تو دعوت و تبلیغ نبی کی ذمہ داری قرار پائی اور نبی نے جن کو تعلیم دی اپنے علم کا وارث بنایا وہ بھی دعوت و تبلیغ کے ذمہ دار ٹھہرے اور یہ سلسلہ قیامت تک کے لئے جاری رکھا گیا لیکن یہ صرف خصوصیت ہے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کی کہ آپ کا ہی دین آپ کا ہی علم اور آپ کی ہی تعلیمات

قیامت تک آنے والے انسانوں کی رہبری اور راہنمائی کرتے ہیں انبیاء سابقین علیہم السلام کے فرائض نبوت میں بھی اگرچہ دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری شامل تھی لیکن صرف اپنے زمانہ اور اپنی قوموں کے لئے مثلاً جب عیسیٰ علیہ السلام سے ایک کنعانی عورت نے برکت چاہی تو آپ نے فرمایا۔

"میں اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوااور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" (متی ۱۵ تا ۲۵)

مزید دیگر مواقع پر آپ کے اقوال کچھ اس طرح ملتے ہیں۔

"مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی (بنی اسرائیل کا مذہب) کتوں (غیر اسرائیلی قوموں) کو پھینک دیں۔" (متی ۲۷)

"غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ پہلے اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ اور چلتے ہوئے منادی کرو" (متی ۱۰)

"وہ چیز (مذہب) جو پاک ہے کتوں کو مت دو اور اپنے موتی سوروں کے آگے مت پھینکو۔" (متی، ۷۔ ۸)

لیکن نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات آپ کی رسالت کسی خاص زمانہ یا قوم کے لئے نہیں لہٰذا آپ کو حکم دیا گیا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

"اے (پیارے حبیب علیہ السلام) آپ فرما دیجئے بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف وہ اللہ جس کے لئے زمین و آسمان کی بادشاہی ہے"

(اعراف، ۱۵۸)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

"اور ہم نے نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (سبا، ۲۸)

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنۡذَرُوۡا بِهٖ وَلِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۵۲﴾

"یہ قرآن ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لئے اسے اتارا گیا ہے تاکہ انہیں اس کے ذریعہ ڈرایا جائے اور تاکہ وہ اس حقیقت کو خوب جان لیں کہ وہی ایک اللہ ہے اور تاکہ اچھی طرح یاد کر لیں اسے عقلمند لوگ۔" (ابراہیم، ۵۲)

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بنی نوع انسان کے لئے پیغام قرآن بنی نوع انسان کے لئے پس دعوت و تبلیغ بھی عام قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اسی لئے آپ نے دین کی دعوت و تبلیغ اور اشاعت کا جو اہتمام فرمایا ماضی میں اس کی نظیر نہیں ملتی اور اپنے دنیا سے ظاہری پردہ فرما جانے کے بعد یہ ذمہ داری اپنے نائبین کو سونپی انہیں اپنا وارث قرار دیا ظاہر ہے یہ وراثت صرف علم کی نہیں بلکہ علم کے ساتھ اس کے تمام تقاضے پورے کرنے کی ہے کہ علم کا تقاضا عملی بھی ہے اور دوسروں کو عمل کی دعوت اور تبلیغ بھی دعوت و تبلیغ کے قیامت تک باقی رکھنے کا اہتمام صرف معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی نہ فرمایا بلکہ خود قرآن نے اس کو اپنی تعلیمات میں شامل کیا تاکہ امت مسلمہ اس کو فریضہ جانے اور عبادت سمجھ کر اس ذمہ داری کو پورا کرے ارشاد ہوتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۶﴾

"اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بہت تندخو سخت مزاج ہیں نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی (اس کام میں) جس کا اس نے انہیں حکم دیا ہے اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہ فوراً بجالاتے ہیں۔"

(تحریم، ۶)

اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچانے کا مطلب تو واضح ہے لیکن اہل و عیال کو کس طرح بچایا جائے تو اللہ رحمتیں نازل فرمائے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کہ

انہوں نے معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کرنے کا حق ادا کر دیا کہ جو بات بھی ذرا مبہم سی ہوئی اس کے متعلق انہوں نے آپ سے سوالات کر کے ہمارے لئے اس کو واضح اور آسان کر دیا جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے سوال کیا۔

نقی انفسنا فکیف لنا باھلینا
فقال تنھونھم عما نھٰھم اللہ وتامرونھم بما امراللہ

"یارسول اللہ ہم اپنے آپ کو تو دوزخ کی آگ سے بچاتے ہیں لیکن اپنے اہل و عیال کو کس طرح بچائیں بس نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم انہیں اس طرح بچا سکتے ہو کہ جن کاموں سے اللہ نے تمہیں روکا ہے تم انہیں بھی روکو اور جن کاموں کے کرنے کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تم انہیں بھی حکم دو۔ "

حضور نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ "اللہ اس پر اپنی رحمت نازل کرے جو کہتا ہے اے میرے بیوی، بچو تمہاری نماز تمہارا روزہ تمہاری زکوٰۃ (یعنی عبادات کی پابندی کا حکم دیتا رہتا ہے) تمہارا مسکین، تمہارا یتیم، تمہارا پڑوسی (یعنی حق داروں کا حق ادا کرنے کی تعلیم دیتا رہتا ہے) امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کے ساتھ جنت میں جمع فرمائے گا" نیز آپ نے فرمایا۔

حق الولد علی الوالدین ان یحسن اسمہ ویعلمہ
الکتابۃ ویزوجہ اذا بلغ

"باپ پر اولاد کا حق یہ ہے کہ جب وہ پیدا ہو تو باپ عمدہ نام رکھے جب وہ بڑے ہوں تو تعلیم دے اور جب وہ بالغ ہوں تو ان کی شادی کرے۔ "

اور آپ فرماتے ہیں۔

ما نحل والد والدا افضل من ادب حسن

"کسی باپ نے اپنے بچے کو اچھی تربیت سے بہتر تحفہ نہ دیا۔"

حضرت مقاتل نے فرمایا کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی بیوی اپنی اولاد اور اپنے خدام کو جہنم سے بچانے کی کوشش کرے۔

علامہ قرطبی الکیا کا قول نقل فرماتے ہیں۔

وعلینا تعلیم اولادنا واھلینا الدین والخیر ومالا یستغنی عنه من الادب

"ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اہل خانہ کو دین کی تعلیم دیں اچھی باتیں سکھائیں اور اس ادب کی تعلیم دیں جس کے بغیر گذارہ نہیں۔"

روح البیان میں ہے کہ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں وہ شخص ہوگا جس کے اہل و عیال دین سے غافل اور جاہل ہوں۔

ان ارشادات پر غور فرمایئے اور سوچئے آج والدین اولاد کی نافرمانی کا واویلا کیوں مچا رہے ہیں بیٹا گھر سے بھاگ گیا بیٹی گھر سے بھاگ گئی عام شکایت ہے کیوں کہیں ایسا تو نہیں کہ والدین سے اولاد کی تعلیم و تربیت میں کوئی کوتاہی ہوئی ہو سکتا ہے کسی نے اپنے بچے کو ڈاکٹر بنایا ہو اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلینڈ یا امریکہ بھیجا ہو لیکن یہ تعلیم تو بچوں کے والدین کی اطاعت نہیں سکھاتی اس سے تو مزاج میں صرف آزادی کا تصور پختہ ہوتا ہے آزادی ماحول اور معاشرے سے آزادی بڑوں کے ادب و احترام سے آزادی ماں باپ کی اطاعت یا ان کی خدمت کی ذمہ داری سے یہاں تک کہ آزادی اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے جب آپ نے خود ہی اولاد کو آزاد معاشرے میں پروان چڑھایا اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان بنایا تو اب اگر وہ آپ کے بھی نافرمان ہیں تو واویلا کس بات کا۔

اولاد کی تربیت ہوتی ہے بچپن سے اور اس میں والدین کی اطاعت کا مادہ پیدا ہوتا ہے اللہ و رسول کی اطاعت کی تعلیم سے اسی لئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مروا ابناءکم بالصلوٰۃ لسبع واضربوھم لعشر وفرقوا مضاجعھم

"جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب
دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو انہیں مار کر پڑھاؤ اور اسی عمر میں
ان کے بستر علیحدہ کر دو (علیحدہ سلاؤ) "

سات سال کی عمر ہو یا دس سال کی نماز کی پابندی تو وہی کرائے گا جو خود پابند ہو جب اس عمر سے بچے کا سر اللہ کے دربار میں جھکتا رہے گا تو جوان ہو کر اس میں بغاوت اور آزادی کا مہلک مرض پیدا نہیں ہو سکتا یہ ہے بچپن سے اطاعت و فرمانبرداری کی تربیت کا ذریعہ اور میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے حکم پر بھی غور کرتے چلئے "کہ اسی عمر سے بچوں کے بستر علیحدہ کر دیئے جائیں" یعنی نہ تو والدین انہیں اپنے پاس سلائیں اور نہ بھائی بہن ایک بستر میں سوئیں کہ یہی عمر بچوں میں حیاء و شرم پیدا کرنے کی ہے جس کے لئے ان کا علیحدہ علیحدہ سونا ضروری ہے۔

ان باتوں کا تعلق عنوان سے نہیں لیکن زیر قلم آ گئیں مفید باتیں ہیں اصلاحی باتیں ہیں اس لئے پیش کر دیں اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

قرآن کریم نے دعوت و تبلیغ کا آغاز گھر سے کرنے کا حکم دے کر ہر مسلمان کو اس کا ذمہ دار بنا یا دیا کہ ہر شخص صاحب اہل و عیال ہوتا ہے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچائے معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذمہ داری کو مزید وسیع کیا اور فرمایا۔

عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم الا کلکم راع وکلکم مسئول
عن رعیته فالامام الذی علی الناس راع وھو
مسئول عن رعیته والرجل راع علی اھل بیته
وھو مسئول عن رعیته والمراۃ راعیة علی بیت
زوجھا وولدہ وھی مسئولة عنھم وعبدالرجل

راع علی مال سیدہ وهو مسئول عنه الافکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ خبردار ہو جاؤ کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ پس امام لوگوں پر نگران ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر والوں میں نگران ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر نگران ہے اور وہ اپنے ماتحتوں کے متعلق پوچھی جائے گی۔ غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور وہ اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔ خبردار تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔"

دعوت و تبلیغ کا آغاز گھر سے ہوتا ہے جب گھروں میں اسلام کی پابندی ہونے لگتی ہے تو پورا معاشرہ اسلامی بن جاتا ہے اور پھر ہر حاکم محکوم اور ہر بڑا چھوٹے کو برائیوں سے روکنے اور نیکیوں کی تبلیغ کرنے لگتا ہے اور اس طرح مسلمانوں کی بستی خود بخود اسلامی ریاست کی حیثیت حاصل کر لیتی ہے جب تک مسلمان خود ہی شریعت کے پابند نہ ہوں اس وقت تک ایوان حکومت کی طرف سے اسلامی نظام کا نفاذ آسان نہیں۔

یہ دعوت و تبلیغ انفرادی ہے اور ان عام مسائل کی ہے جن کا جاننا ہر مسلمان کے لئے اپنے منصب اور اپنی ضرورت کے مطابق فرض ہے جس کی تفصیل آپ گزشتہ صفحات پر ملاحظہ فرما چکے ہیں مثال کے طور پر ہر نماز کی پابندی کا حکم اور اسی طرح دیگر عبادات کا حکم یا والدین وغیرہ کے حقوق کی ادائیگی اسلامی آداب کی تربیت یہ وہ عام باتیں ہیں جن کا سیکھنا اور اپنے اہل و عیال کو سکھانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور اس اعتبار سے ہر مسلمان مبلغ ہے لیکن اجتماعی اور تحقیقی دعوت و تبلیغ علماء دین ہی کا منصب ہے مثلاً ہر شخص اپنے بچوں کو سورۂ فاتحہ یاد کرا سکتا ہے لیکن اس کا ترجمہ مفہوم اور مطلب بیان کرنا عالم کا کام ہے اس طرح اور اہم مسائل ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ اس امت میں ہمیشہ کے لئے

اہل علم مبلغین یعنی علماء دین کا سلسلہ جاری فرما دیا اور امت کو دینی اور شرعی معاملات میں ان کی طرف رجوع کرتے رہے ان کی باتوں پر عمل کرتے رہنے کا حکم دیا۔

امت کی ذمہ داری

قرآن کریم نے امت پر یہ ذمہ داری عائد کی کہ وہ ہر دور میں علماء کی ایک جماعت تیار کرنے کا اہتمام کرے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر

"تم میں سے ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہئے جو (لوگوں کو) نیکی کی طرف بلایا کرے اور بھلائی کا حکم دیا کرے اور برائی سے روکا کرے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔"

امت مسلمہ کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہمیشہ ایسی جماعت کی تیاری میں باہمی تعاون کرتے رہیں جو دین کی مبلغ اور دین کی محافظ ہو یہی جماعت ہے علماء دین کی جن کی پیداوار کے لئے دینی مدارس کا قیام اور تبلیغ دین کے لئے ان کو ہروقت چاق و چوبند رکھنے کے لئے دینی کتابوں کا انتظام ان کو ہمہ وقت مطالعہ تصنیف و تالیف اپنے علم میں اضافے اور دوسروں کو تعلیم دینے مسائل بتانے مسلمانوں میں دینی جذبات بیدار کرنے غرضیکہ دین سے متعلق تمام ذمہ داریوں کو سکون سے پورا کرنے کا موقع فراہم کرنے کے لئے ان کا معاشی انتظام یہ سب امت مسلمہ کی ذمہ داریاں ہیں، گویا عوام کے لئے یہ کام ہیں جن کو کرکے وہ تبلیغ دین میں حصہ لے سکتے اور اس کا ثواب پاسکتے ہیں۔

بڑی غلط فہمی یہ ہوئی ہے کہ تبلیغ کا مقصد لوگوں کو دین کا پیغام پہنچانا کوئی دینی کتاب لے کر عوام کے سامنے پڑھنا گھر گھر سے لوگوں کو نماز کے لئے پکڑ کر لانا سمجھ لیا گیا اور اس مقصد کے لئے عوام کا تبلیغی گروپ بنانا امت کی ذمہ داری قرار دیا گیا حالانکہ ایسا ہرگز نہیں اور نہ ہی قرآن کریم کی مذکورہ آیت کا یہ منشاء ہے اور نہ اسلامی تاریخ کے کسی دور میں اس کی نظیر و مثال ملتی ہے قرآن کریم یہی چاہتا ہے اور ہمیشہ یہی ہوا کہ مبلغین کی ایک ایسی

جماعت ہو جو علم سے قرآن و حدیث و فقہ و تاریخ سے پوری طرح لیس ہو اور وہ دین کی تبلیغ و اشاعت کی ذمہ داری پوری کرے۔

ایک مبلغ کے لئے پگڑی، لمبا کرتہ، اونچا پاجامہ، ہاتھ میں لوٹا، کاندھے پر تھیلا، مسجد میں سونا، در در کی ٹھوکریں کھانا ضروری نہیں مبلغ کے لئے عالم ہونا ضروری ہے عامل ہونا ضروری ہے ضروری ہے کہ مبلغ کے چہرے پر علم کا نور چمکتا ہو اس کی گفتار و رفتار، بول چال میں علمی وقار کی جھلک ہو اس کے لباس اس کے رہن سہن میں اکابر کا انداز ہو وہ سادہ ہو لیکن جاذب نظر ہو اس کی نظیر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے اس کی زبان سے علم کے موتی برستے ہوں قرآن کریم ایسے ہی مبلغین کی جماعت چاہتا ہے اور یہ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ مبلغین کی جماعت تیار کرنے اور تبلیغ کے تمام کام پورے کرنے کے لئے وہ علماء کا تعاون کریں کہ اللہ کا ارشاد ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ
وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

"ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں اور باہم مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

(المائدہ، ۲)

آج کون دولت مند مدرسوں تک خود جاتا اور علماء کو اپنی دولت پیش کرتا ہے آج کون علماء سے کتابیں تصنیف کرنے کی فرمائش کرتا اور ان کی طباعت کے اخراجات کی پیش کش کرتا ہے آج کون علماء کو دینی کاموں یا ان کی ذاتی ضروریات پوری کرنے کے لئے فنڈز فراہم کرتا ہے اس کے برعکس جب علماء ان تمام کاموں اور اپنی مذہبی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے چندہ کرتے ہیں تو انہیں بدنام کیا جاتا بھکاری کہا جاتا اور ان سے منہ چھپانے کی کوشش ہوتی ہے۔ اے کاش لوگ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے۔ اے کاش ماضی کی طرح آج کوئی علماء کا تعاون کرنے والا اور کفالت کرنے والا ہوتا دولت مند نہ جانے کتنی دولت دنیا کی عیاشی میں اڑاتے رہتے ہیں کیسے کیسے شاندار مکان بناتے اور ان کو غیر ضروری سامان سے مزین و آراستہ کرتے ہیں اور اگر ان سے ان کے پیروں تلے

روندے جانے والے ایک کارپیٹ کے برابر دین کے کسی کام کے لئے چندہ مانگا جائے تو ان کی شکل دیکھنے کے قابل ہوتی ہے کیسے بہانے بناتے اور کس طرح انکار کرتے ہیں اب علماء کیا کریں علم کا چراغ روشن رکھنے کے لئے کہاں سے تیل لائیں پہلے کی طرح نہ کوئی اسلامی حکومت ہے نہ دین کا جذبہ رکھنے والے عوام جو علماء کو دولت فراہم کریں اے اللہ جس نبی نے علماء کو اپنی وراثت عطا فرمائی اسی کے صدقے میں تو اس کی حفاظت فرما۔

غرضیکہ تبلیغ کے لئے علم ضروری ہے اسی لئے یہ علماء ہی کی ذمہ داری ہے اور انہی کو زیب دیتی ہے صرف کوئی کتاب سنا دینا تبلیغ نہیں اتنی صلاحیت بھی ہونا چاہئے کہ اگر کوئی دین کے متعلق سوال کرے تو اس کا تشفی بخش جواب دیا جاسکے کہ اگر سائل جواب سے مطمئن نہ ہوسکا تو اس کے مزید گمراہ ہو جانے دین سے متنفر ہو جانے کا خطرہ ہے ویسے ہی شیطان لوگوں کو دین سے متنفر کرنے کی کوشش میں کیا کم لگا رہتا ہے کسی جاہل کو تبلیغ کا اہم اور نازک کام سپرد کر دینا شیطان کی مدد کرنا ہے لہٰذا عوام کو تبلیغ کے لئے گھیرنے کی بجائے علماء کا تعاون کیجئے اور تبلیغ کے ثواب میں شریک ہو جایئے۔

طریقہ تبلیغ

تبلیغ چونکہ نہایت ہی اہم اور نازک کام ہے اس لئے رب العزت نے خود ہی اس کا طریقہ متعین فرما دیا اور قرآن کریم میں اس کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ؕ

" (اے محبوب علیہ السلام) لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف بلایئے حکمت سے اور عمدہ نصیحت سے اور ان سے پسندیدہ انداز سے بحث کیجئے۔ "

(نحل، ۱۲۵)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔

ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ

تبلیغ کے لئے تین طریقے سکھائے جا رہے ہیں۔

حکمت، موعظہ حسنہ، مجادلہ

حکمت

قرآن کریم میں یہ لفظ متعدد مقامات پر مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے علم کو بھی حکمت کہا گیا اور اب علم کی تبلیغ اور دین کی دعوت کا ذریعہ بھی حکمت ہی کو قرار دیا گیا اس مناسبت سے حکمت کے معنی ہوں گے۔ "ایسا انداز و طریقہ اختیار کرنا جو سننے والے کے دل میں اثر پیدا کرے اور اس کو حق قبول کرنے پر آمادہ کرے۔ صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں۔

انہا الکلام الصواب الواقع من النفس اجمل موقع (روح)

"حکمت ایسا بر موقع صحیح کلام جو انسان کے دل میں اتر جائے۔"

موعظہ حسنہ

عوام کے سامنے ایسے عنوانات پر بات کرنا جو ان کے حسب حال بھی ہوں اور ان کو وہ دلچسپی سے سنیں بھی اور خود بخود ان کو اپنی اصلاح کی دعوت ملتی رہے گفتگو کو صرف لمبا کرنے کے لئے غیر ضروری باتیں نہ کی جائیں کہ سننے والے اصل مقصد ہی کو بھول جائے۔

مجادلہ

یعنی بحث و مناظرہ کہ اگر مبلغ کی بات پر کوئی سوالات کرے اور نوبت بحث و مباحثہ تک آ جائے تو حق کو حق ثابت کرنے کے لئے بحث کرنا بھی تبلیغ کا ایک طریقہ ہے لیکن اس سے مقصود ہار جیت نہ ہو بلکہ مشہور و معروف اور آسان دلائل سے نرم انداز میں حق کو ثابت کرنا حق بات کی دعوت دینا ہی اصل مقصد رہے مخاطب کے شکوک و شبہات اس طرح دور کرنے کی کوشش کی جائے کہ وہ ضد اور ہٹ دھرمی پر نہ آنے پائے یہ مجادلہ صرف مسلمانوں سے ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں خصوصاً یہود و نصاریٰ سے بھی کرنے کی اجازت ہے جیسا کہ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

"اور اہل کتاب سے بحث و مباحثہ نہ کرو مگر اچھے طریقے سے۔" (عنکبوت، ۴۶)

لیکن مجادلہ کا مرحلہ بڑا ہی نازک ہے کہ اس میں ذرا بھی غلطی ہو گئی تو مخاطب کے اور زیادہ گمراہ ہو جانے کا یقین ہے یہ کام خود ساختہ مبلغین کے بس کا نہیں علماء ہی اس کو انجام دے سکتے ہیں۔

طریقہ انبیاء علیہم السلام

تبلیغ و دعوت کے جو طریقے بیان کئے گئے ان کو سیکھنے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام سے بہتر معلم اور کون ہو سکتا ہے کہ یہ علم انہی کی وراثت ہے پس اس کی خدمت و اشاعت کے لئے ان ہی کا طریقہ اپنانا مفید و موثر ہو سکتا ہے تو آیئے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے بطور مثال صرف چند انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ و دعوت کے انداز پر غور کریں۔

حضرت نوح علیہ السلام

سیدنا نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو حق کی دعوت دیتے رہے لیکن اس طویل مدت میں چند کے علاوہ کسی نے ان کی بات نہ مانی قوم نے ان کی محبت و مشقت کا کیا صلہ دیا۔

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

"ان کی قوم کے سرداروں نے کہا اے نوح ہم آپ کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔" (اعراف، ۶۰)

سو دو سو برس کی بات نہیں ساڑھے نو سو برس بعد بھی یہ گمراہ اپنے راہبر کو گمراہ کہہ رہے ہیں۔ ایسی صورت میں حضرت نوح کا ردعمل ملاحظہ ہو۔

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

"فرمایا اے میری قوم مجھ میں ذرا بھی گمراہی نہیں میں تو رب العالمین کا رسول ہوں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا

ہوں جو تم نہیں جانتے۔" (اعراف، ۶۱، ۶۲)

اتنا تک نہ فرمایا کہ تم سب گمراہ و جاہل ہو صرف اتنی بات میں گمراہ نہیں میں تو اللہ کا رسول ہوں تمہیں تمہاری بھلائی اور فلاح کا راستہ دکھانا میرا مقصود ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام

اللہ کے پیغمبر ہود علیہ السلام جب دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری پوری فرماتے اور اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے تو قوم کا جواب ملاحظہ ہو۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ۝

"کہنے لگے وہ سردار جو کافر تھے ہم خیال کرتے ہیں کہ تم بے وقوف ہو اور ہم خیال کرتے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۔" (اعراف، ۶۶)

بے وقوف بھی کہا جھوٹا بھی کہا لیکن ذرا مبلغ کا صبر و تحمل ملاحظہ ہو۔

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ۝

"فرمایا اے میری قوم مجھ میں ذرا بھی بیوقوفی نہیں میں تو رب العالمین کا رسول ہوں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا دیانت دار خیر خواہ ہوں۔" (اعراف، ۶۷۔ ۶۸)

حضرت شعیب علیہ السلام

سیدنا شعیب علیہ السلام کو حضور علیہ السلام نے "خطیب الانبیاء" فرمایا قرآن کریم میں قوم کے جاہلانہ سوالات کے جو جوابات آپ دیتے رہے ان کو پڑھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نبی مکرم علیہ السلام نے ان کے لئے کس قدر موزوں لقب تجویز فرمایا۔

شعیب علیہ السلام کی قوم کا سب سے بڑا عیب جو ان میں بہت ہی عام تھا "ناپ تول" میں کمی کرنا تھا یہ کوئی چھوٹا اور معمولی عیب نہیں پورے معاشرے کو کینسر کی طرح لگتا ہے

اور قوم کو بدامنی آپس کے لڑائی جھگڑوں میں مبتلا کر دیتا ہے حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو اس عیب سے بچنے اور یہ حرکت چھوڑنے کی نصیحت فرمائی تو ملاحظہ ہو جاہلوں کا جواب۔

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُاؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ۝

"قوم نے کہا اے شعیب کیا تمہاری نمازیں یہی حکم دیتی ہیں کہ ہم انہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے یا ہم اپنے مال میں اپنی مرضی سے جو کرنا چاہیں نہ کریں بس (ہم سب میں) تم ہی ایک عقلمند اور نیک چلن رہ گئے ہو۔" (ھود، ۸۷)

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو دو باتوں کی دعوت دی تھی پہلی یہ ہے جھوٹے خداؤں کی پوجا چھوڑ کر ایک اللہ کو اپنا معبود مانو قوم نے اس کا جواب وہی دیا جو سب مشرک پہلے بھی دیتے رہے اور آج تک دیتے ہیں۔ "کہ جن خداؤں کی پوجا ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں تمہارے کہنے سے ہم انہیں کیسے چھوڑ دیں۔" اور دوسری بات حضرت شعیب نے ان سے یہ کہی تھی۔ "کہ ناپ تول میں کمی، زیادتی کرنا چھوڑ دو" کہ اس سے معاشرے میں فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے اور یہ عیب خدا کے عذاب کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے پس قوم نے جواب میں کہا کہ "دولت ہماری ہے ہمیں اختیار ہے اس سے جس طرح چاہیں کاروبار کریں کسی کو ہم پر کوئی پابندی لگانے کا حق نہیں۔"

بدقسمتی سے آج ہمارا سرمایہ دار دولت مند طبقہ بھی اسی قسم کے اعتقاد میں مبتلا ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ میرا ہے۔ زکوٰۃ، صدقہ، خیرات یہ سب کیوں میں نے دولت کمائی تو میری ہے کسی کو مانگنے کا حق نہیں اور یہ میرا اختیار اور مرضی ہے کہ جس کو چاہوں دوں جس کو چاہوں نہ دوں یہ میرا حق ہے کہ میں اپنی دولت کے ذریعہ جس طرح جو چاہوں کاروبار کروں یہ جوا، سٹہ، سود، لاٹری، ریس وغیرہ پر پابندی کیوں۔

یہ وہ مہلک تخیل و اعتقاد ہے جس کی بازگشت ہمارے سرمایہ دار طبقہ میں گونج رہی ہے یہی وہ عیب ہے جو پچھلی کئی قوموں کی تباہی اور ان پر اللہ کا عذاب نازل ہونے کا باعث بنا اللہ رحم کرے ہم پر خدا کے لئے نکال دیجئے اس شیطانی وسوسے کو اپنے ذہنوں سے اور

مان لیجئے کہ اللہ نے آپ پر ضرور کرم کیا ہے کہ آپ کو دولت مند بنایا لیکن یہ دولت اللہ ہی کی ہے جو اس نے آپ کو بطور امانت عطا فرمائی امانت کا یہ منصب باقی رہے گا اگر آپ اس دولت کو دینے والے کی مرضی کے مطابق صرف کرتے رہیں زکوٰۃ ادا کریں۔ صدقہ و خیرات دیں کاروبار کریں لیکن جائز و حلال پس آپ ایمان دار امین ثابت ہوں گے اور اللہ آپ کو مزید اپنی امانت دولت عطا فرماتا رہے گا۔

بہرحال قوم نے حضرت شعیب کو نہایت ہی احمقانہ جواب دیا لیکن ملاحظہ ہو خطیب الانبیاء کا حکمت و دانائی سے پر جواب آپ فرماتے ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا
حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ
مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾
وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ
قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا
اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

"آپ نے فرمایا اے میری قوم بیہ تو بتا کہ جب میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے فضل سے اچھی روزی بھی عطا کی ہے۔ اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ جس کام سے میں تمہیں روکتا ہوں اس میں تمہارے خلاف کرنے لگوں میں تو چاہتا ہوں کہ تمہاری اصلاح ہو جہاں تک میرا بس ہے اور میرا چاہنا اللہ ہی کی توفیق ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ اور اے میری قوم میری دشمنی تمہیں اللہ کی نافرمانی پر اتنا ہرگز آمادہ نہ کر دے کہ تم پر بھی قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کی طرح عذاب آجائے اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اسی سے توبہ کرو بیشک میرا رب بڑا مہربان پیار کرنے والا ہے۔"

(ھود، ۸۸ تا ۹۰)

کتنا پیارا انداز تبلیغ ہے جس قوم نے نماز کا عقلمند اور نیک چلن ہونے کا طعنہ دیا اس کے

جواب میں کہیں ترشی اور تلخی نظر نہیں آ رہی صرف یہ بتایا جا رہا ہے کہ میں تم سے کسی اعزاز کا خواہش مند نہیں کہ اللہ نے مجھے نبوت کا عظیم منصب عطا فرمایا ہے تمہارے معاشی معاملات میں مداخلت کر کے میں کوئی مالی فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہتا کہ اللہ نے پہلے بھی مجھے بہت کچھ دولت دے رکھی ہے میں تو صرف تمہاری اصلاح چاہتا ہوں میں تمہارا ہمدرد ہوں ایسا نہ ہو کہ پچھلی قوموں کی طرح تم پر بھی کوئی عذاب نازل ہو جائے جن کا حال تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ان قوموں کو گذرے ابھی کوئی زائد مدت نہیں گذری ہے لہٰذا میں پھر تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ توبہ کر لو اللہ سے معافی مانگ لو کہ وہ بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے اور ان سے بہت ہی پیار فرماتا ہے لیکن جاہل قوم نے اتنی واضح اور صاف نصیحت کو بھی نہ سمجھا بلکہ مزید جاہلانہ انداز اختیار کر لیا بولے۔

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا وَ
لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ۝۹۱

"وہ بولے اے شعیب ہم تمہاری کہی ہوئی بہت سی باتیں نہیں سمجھ سکتے ہم تمہیں دیکھتے ہیں کہ تم ہم میں بہت کمزور ہو۔ اور اگر تمہارے خاندان کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم نے تجھے سنگسار کر دیا ہوتا اور تم ہم پر غالب نہیں ہوسکتے۔" (ھود، ۹۱)

اب تو انتہا ہوگئی کہ سنگسار کرنے تک کی باتیں ہونے لگیں اب تو اللہ کے پیغمبر کو داعی و مبلغ کو برافروختہ ہو جانا چاہئے مقابلہ کی دعوت دے دینا چاہئے لیکن نہیں کہ شعیب کوئی عام انسان نہیں وہ اللہ کے نبی ہیں تبلیغ اور انداز تبلیغ سے خوب واقف ہیں پس فرماتے ہیں۔

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِؕ وَ اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّاؕ
اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ۝۹۲ وَ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌؕ
سَوْفَ تَعْلَمُوْنَۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ مَنْ هُوَ كَاذِبٌؕ وَ ارْتَقِبُوْۤا
اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ۝۹۳

"فرمایا اے میری قوم کیا میرا خاندان زیادہ باعزت ہے تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے اور تم نے اسے پس پشت ڈال رکھا ہے بیشک میرا رب اسے گھیرے ہوئے ہے جو تم کر رہے ہو اور اے میری قوم تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو اور میں

اپنا راستہ اختیار کیے رہوں گا تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کون جھوٹا ہے اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔"
(ھود، ۹۲۔ ۹۳)

خاندان کا تو خیال کرتے ہو اللہ کا خیال نہیں تو اب تبلیغ کی منزل ختم ہو رہی، ایک آخری بات سن لو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں سب اس کے علم میں ہے اب تم جو چاہو کرو میں نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اب وقت آئے گا جب پتہ چل جائے کہ اللہ کا عذاب کس کو ذلیل و خوار کرتا ہے اور پتہ چل جائے گا کہ کون جھوٹا ہے تم بھی انتظار کرو میں بھی انتظار کر رہا ہوں جب اللہ کے نبی کی بات نہیں مانتے تو اللہ خود ہی فیصلہ فرما دے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر صاحب کتاب نبی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو دعوت حق دینے کے لئے فرعون کے پاس جانے کا حکم دیتا ہے تو خصوصیت کے ساتھ ہدایت فرماتا ہے۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝

"اور دونوں اس سے نرم انداز کے ساتھ گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈرنے لگے۔"
(طٰہٰ، ۴۴)

کیسا سرکش تھا فرعون کہ نہ صرف اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتا بلکہ ظالم خود کو اللہ کا ہمسر سمجھا بیٹھا تھا خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اپنے آپ کو سجدے کراتا تھا پھر اللہ جانتا بھی ہے کہ یہ میرے نبی کی دعوت کو قبول نہ کرے گا پھر بھی اس سے نرم گفتگو کرنے کا حکم دیا گیا کہ وہ خود کافر ہے یہ اس کا عمل ہے جس کی اس کو سزا ملے گی لیکن نبی مبلغ کی ترش کلامی اس کے کفر کو زیادہ کرنے کا سبب نہ بننے پائے نہ ہی اس کو یہ بہانہ ملنے پائے کہ اگر نبی سخت کلامی نہ کرتے تو میں حق کو قبول کر لیتا پس آپ نے نرم گفتگو کی اور جب اس نے سوال کیا۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾

"فرعون نے کہا، تم دونوں کا رب کون ہے۔" (طٰہٰ، ۴۹)

تو کیا بر موقع دل میں اتر جانے والا جواب دیا۔

قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾

"فرمایا، ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو (موزوں) صورت عطا کی پھر ہر چیز کی رہنمائی فرمائی۔" (طٰہٰ، ۵۰)

کہ ہم سب کا رب وہ ہے جس نے اپنی مخلوق کو عجیب عجیب پیاری شکلیں عطا فرمائیں اور پھر اسی نے ہر چیز کو ایک فطری ہدایت دی جس سے ہر مخلوق پیدا ہوتے ہی اپنی ضرورت پوری کرنے کی صلاحیت حاصل کر لیتی ہے کیسا حکمت و دانائی بھرا جواب ہے جو در حقیقت فرعون کے خدائی کے دعوے کو بڑے ہی پیارے انداز میں چیلنج ہے پھر یہ سرکش دوسرا سوال کرتا ہے

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾

"پچھلی قوموں کا کیا حال ہوا۔" (طٰہٰ، ۵۱)

کیسا بے موقع اور بے تکا سوال ہے صرف اس لئے کہ پہلا جواب سن کر سٹ پٹایا تو ادھر ادھر کی باتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الجھانے کی کوشش شروع کی لیکن آپ نے بڑی ہی حکمت سے اس سوال کا بھی جواب دیا۔

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾

"فرمایا ان کا علم میرے رب کے پاس ہے جو کتاب (لوح محفوظ) میں ہے میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ ہی کسی چیز کو بھولتا ہے۔" (طٰہٰ، ۵۲)

یہ نہ فرمایا کہ میں تو تجھے اللہ کا پیغام سنانے آیا ہوں تاریخ کی باتیں بتانے نہیں بلکہ فرمایا میں تو اللہ کا پیغمبر ہوں جس مقصد کے لئے اللہ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اس سے متعلق تیرا پہلا سوال تھا جس کا میں نے جواب دیا رہی یہ تاریخ کی باتیں تو سب میرے رب کے پاس محفوظ ہیں وہ خوب جانتا ہے۔

سورۂ شعراء میں موسیٰ علیہ السلام سے فرعون کی اور بھی زیادہ سخت باتیں مذکور ہیں لیکن اللہ کا نبی اس موقع پر دعوت تبلیغ کے اصول کی پابندی کرتا نظر آرہا ہے فرعون نے

آپ کو دیکھ کر جو کچھ کہا ذرا اس کے الفاظ پر غور فرمایئے۔

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾

"فرعون نے کہا موسیٰ کیا ہم نے تجھے پالا نہ تھا اپنے یہاں جبکہ تو بچہ تھا اور تم نے ہم میں اپنی عمر کے کئی سال بسر کئے اور تم نے وہ کام (قتل) کیا جو تم نے کیا اور تو بڑا ہی احسان فراموش ہے۔" (شعراء، ۱۸۔ ۱۹)

دعوت حق پر غور کرنے اور اس کا جواب دینے کے بجائے احمق نے اپنا احسان جتایا کہ شاید موسیٰ علیہ السلام اس کے سامنے شرمندہ ہو جائیں اور وہ کام یاد دلایا جو بظاہر جرم تھا یعنی ایک قبطی کا قتل کرنا تاکہ آپ اس جرم کی سزا سے ڈریں اور شرمندگی و ڈر کی وجہ سے آپ اپنا اصل کام حق کی دعوت چھوڑ دیں لیکن اللہ کا مبلغ دونوں باتوں کا جواب دیتا ہے پہلے دوسری بات کا جواب کہ کیا تم ہمارے ایک آدمی کے قاتل نہیں ہو فرمایا۔

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾

"فرمایا میں نے وہ (قتل) اس وقت کیا تھا جبکہ میں ناواقف تھا تو میں تمہارے یہاں سے بھاگ گیا تھا جبکہ میں تم سے ڈرا پس میرے رب نے مجھے نبوت عطا فرما دی اور مجھے رسولوں میں سے کر دیا۔" (شعراء، ۲۰۔ ۲۱)

میں نے قتل کیا لیکن نہ تو ظلماً اور نہ ہی جان بوجھ کر تمہارا آدمی میرے قومی بھائی پر ظلم کر رہا تھا مجھ سے برداشت نہ ہوا میں نے اس کے بچانے کے لئے ظالم کے صرف ایک گھونسا مارا اور وہ اسی میں مر گیا حیرت ہے ایک گھونسے میں مر گیا آپ نے جواب سے واضح کر دیا کہ اس صورت حال میں میں نے ایسا جرم نہ کیا جو تمہارے قانون کے مطابق قابل سزا ہو پھر بھی میں تم سے ڈر کر بھاگ ہی گیا تھا لیکن میرے رب نے مجھ پر یہ احسان فرمایا کہ حکمت و رسالت سے نوازا اور تیرے پاس حق کی دعوت دینے کے لئے بھیجا ہے اور دوسری بات کا جواب۔

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾

تم کچھ عقل رکھتے ہو۔

فرعون بولا اگر تم نے میرے سوا کسی کو خدا بنایا تو میں تمہیں ضرور قیدیوں میں داخل کردوں گا۔

آپ نے فرمایا اگرچہ میں تیرے پاس ایک روشن چیز لے آؤں (معجزہ)۔

(شعراء، ۲۴تا۳۰)

ان آیات پر غور فرمایئے، جب موسیٰ علیہ السلام نے وعظ شروع فرمایا تو فرعون درمیان میں مداخلت کرتا رہا تمسخر اڑاتا رہا دیوانہ کہا لیکن آپ اس کی باتوں پر نہ کوئی توجہ دیتے ہیں نہ غصہ کرتے تبلیغ جاری ہے حتیٰ کہ فرعون اپنی قوت کے گھمنڈ میں آکر ڈراتا دھمکاتا ہے تو آپ تبلیغ کا انداز تبدیل فرماتے ہوئے معجزے کی پیش کش کرتے ہیں جو کہ دعوت و تبلیغ کا انتہائی اہم طریقہ ہے جو نبی کے لئے مخصوص ہے۔

اسوۂ حسنہ

بطور مثال چند انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ تبلیغ پیش کیا گیا بلاشبہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے مناصب نبوت کو تسلیم کرنا ان کی رفعت و عظمت کا اعتراف ہمارے ایمان کا حصہ ہے رہی بات اتباع و پیروی اور تقلید کی تو ہم غلام ہیں اس آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جس کو اللہ رب العزت نے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اسوۂ حسنہ بہترین نمونہ بناکر مبعوث فرمایا اسی معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع علم ہمیشہ کے لئے روشن ہے جس کے وارث و محافظ علماء کرام بنائے گئے پس علم کے نور کو پھیلانے اور وراثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا نمونہ کامیابی و کامرانی کا ذریعہ ہوسکتا ہے پس آیئے دیکھیں آپ نے تبلیغ و دعوت کا کیا طریقہ اختیار فرمایا۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ صرف پچیس سال کی دعوت و تبلیغ میں جو کامیابی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی تاریخ انسانیت میں اس کی نظیر نہیں ملتی، جبکہ آپ کی مخاطب کوئی ایسی قوم نہ تھی جو پہلے سے آپ کی آمد اور قبول

"اور یہ نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتلاتا ہے" حالانکہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔" (شعراء، ۲۲)

دو لفظوں میں پورا جواب ہو گیا کہ تو سوچ پوری قوم کو تو نے غلام بنا رکھا ہے اور تیرے ظلم کی یہ انتہا ہے کہ تو بنی اسرائیل کے گھر میں پیدا ہونے والے کسی بچے کو زندہ نہیں چھوڑتا اس ظلم کے باوجود تو سمجھتا ہے کہ تو نے مجھے پالا بندہ خدا یہ تو کمال ہے میرے رب کا کہ اس نے دشمن کی گود میں میری پرورش کرائی اور خدائی کا دعویٰ کرنے والے کو اتنا تک پتہ نہ ہو سکا کہ وہ کس کی پرورش کر رہا ہے سوچ معبود برحق کون ہے میرا رب حقیقی یا تو خدائی کا جھوٹا دعویدار پس فرعون نے سوال کیا۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾

"فرعون نے پوچھا کیا حقیقت ہے رب العالمین کی۔" (شعراء، ۲۳)

اب آپ نے اللہ رب العالمین کا نہایت وضاحت اور مکمل دلائل کے ساتھ تعارف کرنا شروع کیا۔

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ
حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ
رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰــهًا غَيْرِيْ
لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾
قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

"آپ نے فرمایا (رب العالمین وہ ہے جو) مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو،

فرعون نے اپنے اردگرد بیٹھنے والوں سے کہا کیا تم سن رہے ہو آپ نے فرمایا وہ جو تمہارا بھی مالک ہے اور تمہارے سے پہلے باپ دادا کا بھی۔

فرعون بولا بیشک تمہارا یہ رسول جو بھیجا گیا ہے تمہاری طرف یہ تو دیوانہ ہے۔

آپ نے فرمایا جو مشرق و مغرب کا رب ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر

حق کی منتظر بیٹھی تھی بلکہ یہ ایسے لوگ تھے جن میں پچھلی قوموں کے تمام عیب جمع ہو چکے تھے۔ جو ظلم و ستم بدکاریوں اور برائیوں کے علاوہ کچھ سوچتے ہی نہ تھے۔ جو فتنہ و فساد ہی کو علامت جوانمردی اور مظاہرہ بہادری سمجھتے تھے جن کے بتکدوں ہی میں بت نہ تھے بلکہ آستینوں میں آ چکے تھے۔ پھر مبلغ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ظاہری و مادی اعتبار سے نہ کوئی قوت تھی نہ دولت ایک خاندان تھا بہت اعلیٰ بہت بااثر تو وہ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ مخالف و دشمن بنا جب آپ نے کوہ صفا سے اپنے کام کا آغاز فرمایا تو اس وقت کے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کبھی حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات کا منظر بھی سامنے آسکے گا لیکن ایسا ہوا اپنوں غیروں سب نے دیکھا کہ معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا کیسا تیزی سے اثر ہوا اور کیا گہرا اثر ہوا کہ آج تک دنیا کی کوئی طاقت اس نور کو نہ بجھا سکی کیا یہ سب کچھ معجزانہ طور پر ہو گیا یا اس لئے کہ آپ کو تائید ایزدی حاصل رہی یقیناً نہ آپ کی معجزانہ شان کا انکار کیا جا سکتا ہے نہ تائید ایزدی کا لیکن صرف ان دو چیزوں کے ذریعہ کامیابی قرار دینا بھی بجا نہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ کا انداز دعوت اور طریقہ تبلیغ ایسا موثر رہا کہ اس سے بڑے بڑوں کے سر آپ کے دربار میں خم ہو گئے ملاحظہ ہو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

"پس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کے لئے اور اگر آپ تند مزاج، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے اردگرد سے بھاگ جاتے۔"

(آل عمران، ۱۵۴)

اے پیارے یہ جو تمہارے اردگرد غلاموں کا جمگھٹا لگا ہے یہ جو تم پر پروانوں کی طرح عاشق ہیں یہ جو تمہارے اشاروں پر مال و دولت اور جان تک کی بازی لگا دیتے ہیں یہ جن میں غریب بھی ہیں، امیر بھی، آقا بھی ہیں، غلام بھی، عربی بھی ہیں، عجمی بھی، گورے بھی ہیں، کالے بھی، مرد بھی ہیں، عورتیں بھی، جوان بھی ہیں، بوڑھے بھی جو ہمہ وقت آپ کے تصور میں مست اور آپ کے احکام کے منتظر رہتے ہیں۔ اے پیارے آپ نے تو

ان کا طرز زندگی ہی بدل ڈالا ہے۔ ان کی پسند اور ذائقہ تک بدل ڈالا یہ سب کیسے ہوا کیا کسی لالچ کی وجہ سے، نہیں دنیا والوں کو لالچ دینے کے لئے آپ کے پاس کچھ نہیں کیا کسی ڈر کی وجہ سے، نہیں آپ نہ حاکم ہیں نہ بادشاہ کہ کوئی آپ کے لاؤ لشکر سے ڈرا ہو، ہاں اللہ تعالیٰ کا آپ پر خاص فضل یہ ہے کہ آپ "نرم" ہیں زبان کے نرم، مزاج کے نرم، دل کے نرم، یہ "نرمی" ہی کامیابی و کامرانی کا راز ہے۔ یہ نرمی ہی جہالت کی تاریکی کا نور ہے، یہ نرمی ہی ضد، ہٹ دھرمی، حسد، عداوت و دشمنی کے زہر کا تریاق ہے پس اسی خوبی نے سخت دل، جاہل، قوم کو معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام قبول کرنے پر آمادہ کیا اور حال یہ ہوا کہ جب یہ مبلغ اعظم دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو پوری سرزمین عرب پر نہ کہیں کوئی بت تھا اور نہ کوئی بتوں کا پوجاری یہ تھی بے نظیر و بے مثال کامیابی۔

جس کی اصل وجہ قرآنی ارشاد کے مطابق آپ کی نرم مزاجی ہی تھی کہ ابو جہل، ابو لہب دیگر مکہ و مدینہ کے کفار و منافقین نے کیا کچھ نہ کہا اور نہ کیا، لیکن مزاج رسول میں کبھی درشتی اور آپ کے طرز گفتگو میں کبھی ترشی نہ آنے پائی دشمن کی گالیوں، پتھروں اور بیہودہ گوئی کے جواب میں معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں ہی دیں جب لوگوں نے آپ کو مذمم (برائی، کیا گیا) تو آپ نے غلاموں کو یہ کہہ کر تسکین دی۔ "میں تو محمد ہوں" وہ کسی اور کو گالیاں دیتے ہیں جس کا نام مذمم ہو گا۔

نبی کریم علیہ السلام اگر غلاموں میں سے بھی کسی کو کوئی غلط کام کرتے دیکھ لیتے تو اس کو سختی سے منع کرنے کے بجائے اس کو ندامت و شرمندگی سے بچانے کے لئے مناسب موقع پر مجمع عام میں فرماتے۔

ما بال اقوام يفعلون كذا

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسا کام کرتے ہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

يسروا ولا تعسروا وسكنوا ولاتنفروا

"آسانی پیدا کرنا اور مشکل میں نہ پھنسانا۔ تسکین دینا اور نفرت پیدا نہ کرنا۔"

آپ کے طریقہ تبلیغ و تعلیم کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعات سے لگایئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! میرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا رنگ سیاہ ہے لیکن میں اسے اپنا بچہ تسلیم نہیں کرتا کیونکہ نہ میرا رنگ سیاہ ہے اور نہ میری بیوی کا پس مجھے اپنی بیوی پر شک ہوتا ہے آپ نے اس کے سوال سے ہی اس کی عقل کا اندازہ لگا لیا اور پھر اس سے پوچھا "کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں" اس نے کہا جی ہاں۔

پھر آپ نے دریافت فرمایا "وہ کس رنگ کے ہیں۔"

اس نے کہا سرخ رنگ کے۔

آپ نے فرمایا کیا ان میں کوئی خاکی رنگ یا کم سیاہ رنگ کا بھی ہے۔

اس نے کہا جی ہاں۔

پس آپ نے فرمایا "یہ سرخ رنگ کے اونٹوں میں سیاہی مائل اونٹ کہاں سے آگیا۔"

اس نے جواب میں عرض کیا ممکن ہے اس کے نسب میں کوئی اونٹ اس رنگ کا ہو۔

تو آپ نے فرمایا۔ "یہ معاملہ انسانوں میں بھی ہو سکتا ہے ممکن ہے تمہاری نسل میں کسی کا رنگ سیاہ ہو جس کا اثر بچے پر آگیا تم اپنی بیوی پر شبہ کیسے کر سکتے ہو۔

طبرانی کی روایت ہے کہ قریش کا ایک نو مسلم جوان نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا "مجھے زنا کی اجازت دی جائے کہ اس کے بغیر میری خواہش پوری نہیں ہوتی۔" اس کا یہ کہنا تھا کہ دربار میں موجود تمام صحابہ طیش میں آگئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو تلوار کھینچ لی قریب تھا کہ وہ اس کو قتل کر ڈالیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روکا اور حاضرین کو خاموش کر کے اس شخص کو اپنے قریب بلایا اتنا قریب کہ آپ کا اور اس کا جسم ملا ہوا نظر آنے لگا۔ پھر آپ نے اس سے نہایت محبت و شفقت کے ساتھ پوچھا۔

"کیا تم پسند کرو گے کہ کوئی تمہاری ماں سے ایسا کرے۔

اس نے کہا واللہ ایسا نہیں ہو سکتا۔

آپ نے پوچھا کیا تم چاہو گے کہ تمہاری بیٹی کے ساتھ کوئی یہ سلوک کرے۔
اس نے کہا ہرگز نہیں یہ بھی نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح آپ نے چند دوسری رشتے دار عورتوں کا ذکر کیا اور آپ پوچھتے رہے کہ کیا تم ان کے ساتھ ایسا معاملہ ہونا گوارہ کر سکتے ہو اور وہ شخص برابر یہی کہتا رہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بالآخر آپ نے فرمایا جب تم اپنی ماں، بیٹی، بہن، بیوی وغیرہ کے ساتھ یہ بد کاری برداشت نہیں کرتے تو تم خود کسی کی ماں، بیٹی، بہن، بیوی وغیرہ کے ساتھ بد کاری کا کیسے ارادہ کرتے ہو وہ شخص آپ کی گفتگو سن کر شرمندہ ہوا اور بھرے مجمع میں ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا حضور علیہ السلام نے اس کی مغفرت اور استقامت کی دعا فرمائی۔

یہ واقعات نمونہ ہیں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت و شفقت بھرے طریقہ تعلیم کا جس کا اثر اپنوں پر ہی نہیں غیروں پر بھی ہوتا تھا کہ یہود و نصاریٰ کے اہل علم نے آپ کے انداز تبلیغ ہی سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اور یہ طریقہ تعلیم ہی کا اثر تھا۔ کہ عرب کے بدو اونٹ و بکریاں چرانے والے بے مقصد غیر مہذب زندگی بسر کرنے والے حصول علم کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد علم حاصل کرنا اور تعلیم دینا ہی بنا لیا وہی حضرات علم دین کا مخزن اور سرچشمہ بنے کہ آج تک علم کا ہر پیاسا انہی کے دریائے علم سے سیراب ہوتا ہے یہ شخصیات ثبوت ہیں معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تعلیم کا دعوت و تبلیغ میں اس نرمی کا جس سے آپ کو اللہ نے نوازا تھا۔

یوں تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا سلسلہ ہر وقت اور ہر جگہ جاری رہتا تھا کہ آپ کا ہر عمل اور زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ دعوت و تبلیغ ہی ہوتا تھا مگر خصوصیت کے ساتھ آپ یہ کام مسجد میں انجام دیتے تھے کبھی ہر نماز کے بعد کبھی کسی مخصوص نماز کے بعد کبھی روزانہ اور کبھی ہفتہ میں دو ایک بار یعنی جیسی ضرورت تھی اس کے مطابق آپ اپنے وعظ و ارشاد کا وقت کم و زیادہ فرماتے رہتے تھے اگرچہ صحابہ کی ہمیشہ خواہش رہتی تھی کہ آپ کچھ نہ کچھ سکھاتے اور تعلیم دیتے رہیں۔ لیکن آپ لوگوں کی تکلیف ان کی مصروفیات کا خیال رکھتے ہوئے وقت مقرر فرماتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ فی الایام

کراھۃ السامۃ علینا

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو ناغہ دے کر نصیحت فرماتے تھے کہ ہم لوگ اکتا نہ جائیں۔"

اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کا بھی طریقہ یہی تھا۔

عن شقیق قال کان عبداللہ ابن مسعود یذکر الناس فی کل خمیس فقال لہ رجل یا اباعبد الرحمٰن لوددت انک ذکرتنا فی کل یوم قال اما انہ یمنعنی من ذلک انی اکرہ ان املکم وانی اتخولکم بالموعظۃ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بہا مخافۃ السامۃ علینا

"حضرت شقیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ ہر جمعرات کو مجلس وعظ منعقد کر کے دین کی باتیں بتاتے تھے ایک مرتبہ ان سے ایک شخص نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ سنائیں آپ نے فرمایا مجھے یہ بات روکتی ہے کہ میں تمہیں روزانہ نصیحتیں کر کے تنگ کروں اور یہ مجھے پسند نہیں البتہ میں ناصحانہ انداز میں تمہاری خبر گیری رکھتا ہوں جس طرح ہمارے اکتا جانے کے خیال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری خبر گیری فرماتے تھے۔"

بہرحال تبلیغ ایک نہایت ہی نازک کام ہے جس کے حکمت نرم مزاجی تحمل و بردباری کی خوبیاں بیحد ضروری ہیں کہ کوئی مبلغ عالم ان کے بغیر کامیاب و کامران نہیں ہو سکتا علاوہ ازیں مبلغ کو اپنی کامیابی اور گمراہیوں کی ہدایت کے لئے ہر وقت اللہ سے دعا بھی کرتے رہنا چاہئے۔

شام کا ایک شخص ہمیشہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اچھا آدمی تھا

نیک تھا بارعب اور با اثر تھا ایک عرصہ گذر گیا حاضر نہ ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام سے آئے ہوئے کچھ لوگوں سے اس کا حال دریافت کیا بتایا گیا وہ شراب نوشی میں مبتلا ہو گیا ہے اور بہت بری حالت میں ہے آپ کو بہت افسوس ہوا کچھ سوچنے کے بعد آپ نے اس کے نام ایک خط لکھوایا اور فرمایا میرا یہ خط اس کو پہنچا دینا خط کا مضمون یہ تھا۔

من عمر بن الخطاب الی فلان بن فلان سلام علیك فانی احمد الیك اللہ الذی لاالہ الا ھو غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذاالطول لاالہ الا ھو الیہ المصیر ؕ

"عمر بن خطاب کی طرف سے بنام ابن فلاں سلام علیک پس میں تمہارے لئے اس اللہ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ گناہوں کو معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے سخت عذاب والا بڑی قدرت والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

پھر آپ نے حاضرین سے فرمایا سب مل کر اپنے بھائی کی ہدایت کے لئے دعا کرو سب نے دعا کی خط اس شخص کو پہنچایا اس نے غور سے پڑھا خوب غور کیا سوچنے لگا امیر المومنین مجھے بتا رہے ہیں کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے گویا وہ مجھے توبہ کی دعوت دے رہے ہیں اور اگر میں نے گناہوں کی یہ زندگی نہ چھوڑی تو آپ مجھے اللہ کے سخت عذاب کی خبر دے رہے ہیں خوب رویا اور ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مبارک خط تحریری دعوت و تبلیغ کا انداز بتا رہا ہے ظاہر ہے کہ تحریر بھی دعوت و تبلیغ کا ایک نہایت ہی باثر ذریعہ ہے لیکن اس میں بھی احتیاط ضروری ہے کہ ایسا انداز اختیار کیا جائے ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جو قارئین کے دل میں نفرت پیدا نہ کریں بلکہ دل کے اندر اترتے چلے جائیں اور انہیں سوچنے اور عمل کرنے پر مجبور کر دیں اس کے لئے خود قرآن کریم بہترین نمونہ پیش کرتا ہے پھر نبی کریم علیہ السلام کی

احادیث کے الفاظ قابل غور ہیں اور اس کے بعد اگر ہم اپنے اکابر مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو ہمیں یہی انداز تحریر نظر آئے گا۔ اپنے دور کے مصنفین میں علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تفسیر "ضیاء القرآن" کا مطالعہ کر کے دیکھئے کیا پیارا انداز ہے کیسے پر اثر الفاظ کا استعمال ہے کس قدر درد بھرے طریقے سے دعوت ملتی ہے کہ سخت سے سخت دل بھی تھوڑی دیر کے لئے تو موم ہو ہی جاتا ہو گا۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے آج بھی ایسے علماء کی ہمیں سرپرستی عطا فرمائی ہے جن سے اگر ہم چاہیں تو بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں اور اپنی زندگی سدھار سکتے ہیں۔ اللہ عمل کی توفیق دے۔

يقومنا اجيبو داعي
الله وامنوا به يغفرلكم من ذنوبكم ويجركم من
عذاب اليم ومن لايجب داعي الله فليس بمعجزة
فى الارض وليس له من دونه اولياء اولئك فى
ضلل مبين

"اے ہماری قوم! قبول کر لو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو اور اس پر ایمان لے آؤ بخش دے گا تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو اور بچا لے گا تمہیں دردناک عذاب سے۔ اور جو قبول نہیں کرتا اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو تو وہ اللہ کو عاجز کرنے والا نہیں زمین میں (کہ اس سے بچ کر بھاگ نکلے) اور نہیں اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار۔ یہ (منکر لوگ) کھلی گمراہی میں ہیں۔"

علم کی قسمیں

بنیادی طور پر علم دین کی دو قسمیں ہیں۔ **علمِ شریعت، علمِ طریقت**

علمِ شریعت

ظاہری علم جس سے انسان کے افعال و اعمال کی اصلاح ہوتی ہے۔ شریعت کے احکام و مسائل کا علم ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے مطابق عبادات و معاملات کی ادائیگی ہوتی ہے۔ مثلاً طہارت، پاکی و صفائی، وضو، غسل، تیمم، نماز کا طریقہ، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح و طلاق، تجارت، حکومت، جرائم کی سزا، شرعی حدود کا نفاذ وغیرہ سے متعلق تمام احکام و مسائل علمِ شریعت میں داخل ہیں۔

علمِ طریقت

باطنی علم جس سے انسان کے دل کی اصلاح ہوتی ہے اور اس کے اخلاق و کردار سنورتے ہیں، عبادات و معاملات مزین و آراستہ ہوتے ہیں، زندگی پر سکون اور آسان ہو جاتی ہے معاشرے میں امن و امان پیدا ہوتا ہے۔ ہر قسم کی خوشحالی میسر آتی ہے مثلاً عبادات میں خشوع و خضوع پیدا ہونا خلوص و للّٰہیت پیدا ہونا معاملات میں جھوٹ، بددیانتی، دھوکا دہی، خود غرضی، حسد، کینہ، بغض وغیرہ جیسے امراض سے پاک ہونا حقوق العباد کی ادائیگی کا ہمہ وقت احساس رہنا اللہ کا خوف طاری رہنا اس کے فضل و کرم کی امید رکھنا، رسول کا عشق و محبت غرضیکہ قلب کی اصلاح کی تمام تعلیم علمِ طریقت سے حاصل ہوتی ہے۔

علم کی ان دونوں قسموں کا سرچشمہ قرآن و حدیث اور صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کا کردار ہے اور یہ دونوں قسمیں دوسرے تمام علوم کا مرکز ہیں علم اصول

تفسیر، اصول حدیث، فن رجال، اخلاقیات، معاشیات، تصوف اور جتنے بھی علم ہیں درحقیقت علمِ شریعت و طریقت کو نکھارنے کا ذریعہ ہیں یا ان سے فیضیاب ہونے کو آسان بنانے کا طریقہ ہیں۔ نیز یہ دونوں علم دوسرے تمام علوم پر غالب ہیں اور علمِ شریعت علمِ طریقت پر غالب ہے یعنی طریقت کا کوئی طریقہ یا حکم شریعت سے علیحدہ اور اس کے خلاف ہونا ممکن نہیں۔

علمِ شریعت و طریقت ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں، بلکہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں کہ شریعت کو چھوڑ کر طریقت اختیار کرنا ناممکن اور طریقت کے بغیر شریعت کی برکتیں نصیب ہونا اس کے آثار کا ظاہر ہونا ممکن نہیں گویا شریعت، طریقت کے لئے جسم کی مانند ہے، کہ بغیر جسم کے کسی چیز کا ظاہری وجود تسلیم نہیں ہوتا اور طریقت و شریعت کے لئے روح کے مانند ہے کہ کسی جسم میں بغیر روح حرکت اور تروتازگی پیدا نہیں ہوتی، روح جس قدر طاقت ور ہوگی، جسم اتنا ہی تروتازہ نظر آئے گا پس طریقت پر جتنا زیادہ عمل ہوگا شریعت کے اعمال کی ادائیگی اتنی ہی آسان ہوگی ان کی برکتیں اتنی ہی زیادہ میسر آئیں گی۔ اتنا ہی زیادہ ان کا نور چہروں پر چمکے گا۔ مثلاً

نماز بلاشبہ افضل عبادات میں سے ہے ہر مسلمان اس کو ادا کرنے کے لئے علم شریعت کا محتاج ہے کہ اس کا مقبول ہونا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اسے اس کی شرطوں کے ساتھ ادا نہ کیا جائے۔ پوری طہارت ہو وقت ٹھیک ہو کعبہ کی طرف منہ ہو رکعتوں کی تعداد پوری کی جائے۔ قرآن کریم کی تلاوت پوری طرح ہو رکوع و سجود ٹھیک یعنی جو طریقہ نماز کا شریعت نے بتایا ہے اس کی پابندی لازمی ہوگی اور جب اس طریقے سے نماز پڑھی گئی تو یقیناً ادا ہوگئی لیکن نماز کا فائدہ اس کی برکتیں اس کا اثر حاصل کرنے کے لئے علم طریقت کی ضرورت ہوگی غور فرمایئے اللہ فرماتا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

"بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور گناہ سے۔" (عنکبوت، ۴۵)

کیا آج ہماری نمازوں میں یہ اثر نظر آتا ہے الحمدللہ مسجدیں بھری ہوتی ہیں سب مسلمان نظر آتے ہیں لیکن جونہی مسجدوں سے نکلے گلی کوچوں بازاروں میں پھیلے کسی میں

اسلام کی کوئی پہچان نظر نہیں آتی بالخصوص مغربی ممالک، یورپ وغیرہ میں جبکہ اللہ کا ارشاد حق ہے نماز کا یہ اثر ضرور ہونا چاہئے کہ نمازی بے حیائی اور گناہوں سے نفرت کرنے لگے بچنے لگے یہ اثر طریقت کی تعلیم سے ملتا ہے کہ نماز میں خشوع و خضوع کامل توجہ اللہ کے خوف اور امید کرم کی ملی جلی کیفیت پیدا کرنے کا طریقہ سیکھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے پھر دیکھئے نماز کی لذت اور اس کا اثر پھر نظر آئے گا مسلم کے چہرے پر نماز کا نور۔

اسی طرح ظاہری احکام کی پابندی سے روزہ تو ادا ہو جائے گا لیکن مقصد روزہ حاصل کرنے کے لئے طریقت کے سکھائے ہوئے آداب اختیار کرنا ضروری ہیں مقصد روزہ بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ﴿۱۸۳﴾

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔" (بقرہ، ۱۸۳)

مقصد روزہ "تقویٰ" ہے کہ ایک ماہ روزے رکھنے کے بعد مسلمان کو پورے سال شریعت کی پابندی کا احساس رہے۔ کیا ہمیں رمضان کے روزے رکھنے سے یہ مقصد حاصل ہوتا ہے خدا کرے آپ کو حاصل ہوا ہو لیکن ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ رمضان ختم ہوتے ہی مساجد ویران نظر آنے لگیں معلوم ہوتا ہے رمضان میں بندھے شیطان چھوٹے تو سب رمضانیوں کو کھینچ کر لے گئے آخر تقویٰ کیوں حاصل نہیں ہوا اس لئے کہ ہم نے احکام روزہ کی پابندی کی، شریعت کی پابندی کی، طریقت کی پابندی نہ کی، سجدوں میں سر جھکایا دل نہ جھکایا، غیبت، بغض، کینہ وغیرہ سے اپنے آپ کو پاک و صاف نہ رکھا۔

بہرحال طریقت شریعت سے علیحدہ نہیں نہ علماء شریعت اور علماء طریقت علیحدہ علیحدہ ہیں۔ نہ شریعت کی دعوت و تبلیغ کرنے والے اور طریقت کی تعلیم دینے والے علیحدہ علیحدہ۔ ظاہر ہے جب دونوں کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے اور اس کا وارث نبی نے علماء کو قرار دیا ہے تو علماء شریعت و طریقت دونوں علموں کے وارث ہیں ہاں علم شریعت

حاصل کرنے کے لئے علماء کا شاگرد ہونا کافی ہے لیکن علم طریقت حاصل کرنے کے لئے بیعت ہونا مرید بننا ضروری ہے تاکہ قلبی تعلق اور لگاؤ پیدا ہو روحانی رشتہ قائم ہو تب ہی باطنی فیض حاصل ہوتا ہے اور باطن یعنی قلب کی اصلاح ہوتی ہے لیکن عالموں اور پیروں کا طبقہ علیحدہ نہیں کہ ہر پیر کو عالم ہونا شریعت جاننا لازمی ہے کہ جاہل پیر تو خود ہی جہالت کی تاریکی میں مبتلا ہوتا ہے وہ کسی کی رہنمائی کیا کر سکتا ہے۔ یہ جاہل پیروں ہی کا کارنامہ ہے کہ عوام میں شریعت و طریقت کا ایک علیحدہ تصور پیدا کر دیا ہے اور اس مکر سے وہ خود ہی فائدہ حاصل کرتے ہیں کہ جب ان کی کسی غیر شرعی حرکت پر اعتراض کیا گیا وہ اس کو طریقت کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں اور اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے ہی کے لئے وہ لوگوں کو ہر وقت قصہ، کہانی، نعت خوانی، قوالی، اوراد و وظائف، مراقبہ، چلہ کشی وغیرہ چکروں میں پھنسائے رکھتے ہیں۔ پس پیر عالم ہی ہوتا ہے اور عالم ہی کو پیر بننا چاہئے اور جب پیر عالم ہو گا تو وہ طریقت کی تعلیم شریعت کے مطابق دے گا وہ قوالی کی اجازت دے گا لیکن شرعی پابندی کے ساتھ اوراد و وظائف بتائے گا لیکن پہلے نمازوں کی پابندی کا حکم دے گا قرآن کریم کی تلاوت کی تاکید کرے گا ریاض و مجاہدے کے طریقے بتائے گا لیکن اس بات کا لحاظ رکھے گا کہ کسی کی حق تلفی نہ ہونے پائے آپ گذشتہ صفحات پر پڑھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے صحابہ کو ساری رات عبادت کرنے ہمیشہ روزہ رکھنے روزانہ ختم قرآن کرنے سے منع فرمایا اور حقوق العباد کی تلقین فرمائی ایک صحابی کو جہاد سے روکتے ہوئے آپ نے ان کو والدین کی خدمت کرنے کا حکم دیا ان کے لئے اسی کو جہاد قرار دیا پس عالم مرشد حضور علیہ السلام کی تعلیمات کے عین مطابق مریدین کی رہبری اور راہنمائی کرتا ہے۔ جبکہ جاہل پیر تو خود کسی راہبر کے محتاج ہوتے ہیں پس خدارا جاہل اور پیشہ ور پیروں کے حالات کو سامنے رکھ کر علماء کے معیار کا اندازہ نہ کیجئے۔

علمِ تصوف

علمِ تصوف درحقیقت علمِ طریقت ہی کا دوسرا نام ہے۔ تصوف کا لفظ زہد و تقویٰ اور

پرہیزگاری کا بہترین ترجمان ہے لیکن نہ تو شریعت و طریقت سے علیحدہ کوئی علم ہے اور نہ ہی کسی مخصوص عقیدے کا نام ہے وہ حضرات جنہیں صوفیوں کا مقتداء و پیشوا کہا جاتا ہے وہ در حقیقت علماء کرام ہی ہیں جو شریعت و طریقت دونوں کے مبلغ تھے مثلاً حضرت امام غزالی، حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ محی الدین ابن العربی، مولانا جلال الدین رومی، مولانا نورالدین جامی، حضرت مجدد الف ثانی وغیرہم (رحمتہ اللہ علیہم اجمعین) ان حضرات کو جیسے صوفیوں کے طبقہ میں خصوصیت حاصل ہے اسی طرح یہ علماء کے لئے بھی قابل احترام ہیں ان کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے تو ان کی کتابوں میں وہی کچھ ملے گا جو قرآن و حدیث میں ہے اور جس کو مفسرین و محدثین نے بیان کیا ہے حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "احیاء العلوم" اور "کیمیائے سعادت" تصوف پر بڑی عظیم کتابیں کہلاتی ہیں۔ مگر ہم ان کو علم شریعت و طریقت کا بہترین مجموعہ ہی قرار دیں گے۔

ہر طبقے کے برے افراد اس طبقے کے لئے ایک داغ ہوتے ہیں لیکن یہ بڑی بے انصافی ہوگی کہ آپ چند برے افراد کو دیکھ کر پورے طبقے ہی کو ناکارہ قرار دیدیں۔ ڈاکٹروں کے طبقے میں وکیلوں کے طبقے میں ایسے لوگ موجود ہیں جو واقعی کسی اعتبار سے قابل اعتماد نہیں قابل احترام نہیں لیکن سب ڈاکٹر یا سب وکیل تو اس زمرے میں شامل نہیں کئے جاسکتے۔ بالکل اسی طرح جاہل پیر، جاہل صوفی طبقہ علماء پر کلنک کا داغ ہیں۔ یہ بڑی ہی بے انصافی ہوگی کہ بس آپ کا واسطہ ان میں سے کسی جاہل سے پڑا اس نے آپ کو خوب اپنے مکروفریب کا شکار بنایا اور جب آپ کی آنکھ کھلی ہوش آیا تو آپ ہر عالم سے ہر پیر سے حتیٰ کہ دین تک سے نفرت کرنے لگے للہ ایسا نہ کیجئے کہ یہ بڑی گمراہی ہے اللہ محفوظ رکھے۔

۵۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور آپ کو بھی باخبر کرنا چاہتے ہیں کہ اس دور میں صوفیوں نے اپنے آپ کو ایک علیحدہ طبقہ قرار دے لیا ہے ان کا حال یہ ہے کہ صرف وہ خود ہی کو زاہد متقی سمجھتے ہیں علماء سے خود بھی دور رہتے ہیں اور اپنے معتقدین کو بھی ان سے متنفر کرتے رہتے ہیں آئمہ کے پیچھے نماز تک پڑھنا پسند نہیں کرتے اپنی غیر شرعی حرکات سے

تصوف کا سہارا لے کر جائز قرار دینے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں ان کے جاہل قائدین نے اشاعت تصوف کی باقاعدہ تحریک جاری کی۔ اس انداز کا لٹریچر شائع کیا کہ تصوف کا مقدس نام صوفی ازم میں تبدیل ہو گیا غیر مسلم تک صوفی ازم کا مطالعہ کرنے لگے اس پر مضامین لکھنے لگے اور صوفی ازم اسلام میں کسی ایسی مخصوص تربیت کو سمجھا جانے لگا جس کا دین کی پابندی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ صرف ایسی جسمانی ورزش ہے جس سے تہذیب نفس حاصل کی جاتی ہے۔

نوبت بایں جارسید۔ کہ امریکہ و یورپ اور افریقہ کے بعض شہروں میں "صوفی سنٹر" قائم ہو گئے جہاں اکثر غیر مسلم لڑکے اور لڑکیاں تصوف کی تربیت حاصل کرتے ہیں جس میں سانس روکنے کے علاوہ مخصوص انداز پر جسمانی ورزش اور اس کے ساتھ میوزک وغیرہ کی تربیت شامل ہے ایک سفر کے دوران ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی جو غیر مسلم تھا اس کے نام کے ساتھ صوفی بھی لگا ہوا تھا تصوف کی پسندیدگی کا اظہار کر رہا تھا۔ مجھ سے تصوف پر کسی کتاب کا نام معلوم کرنے لگا تو میرا جواب سن کر اسے بڑی حیرت ہوئی، کہ تصوف کی سب سے اہم کتاب قرآن کریم ہے۔ لیکن تم جب تک مسلمان نہ ہو جاؤ اس کو چھونے کی بھی اجازت نہیں دی جا سکتی اور اگر اسلام قبول کئے بغیر تم اس کا مطالعہ کر بھی لو تو کچھ سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

غرضیکہ علم تصوف علم طریقت ہی ہے صوفی زاہد ہوتا ہے متقی ہوتا ہے پرہیزگار ہوتا ہے تو ہر مسلمان کو ایسا ہونا چاہئے نام کے ساتھ صوفی لگانے سے یہ خوبیاں پیدا نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی صوفی کہلانا ضروری ہے۔ نہ کوئی خاص یونیفارم پہننا ضروری ہے، نہ حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام قرار دے لینا ضروری ہے نفس کی خواہشات پر کنٹرول کرنے کے لئے ریاض و مجاہدہ کیا جائے لیکن اس طرح کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو بیوی بچے بھوکے مرنے لگیں اور صوفی صاحب نوکری یا کاروبار چھوڑ کر چلہ کشی کرتے رہیں یہ تصوف کی تعلیم نہیں شیطانی مکر ہے ایک واقعہ پیش کرتا ہوں طریقت اور تصوف دونوں سمجھ میں آ جائیں گے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے کسی کے متعلق سنا کہ وہ بہت بڑا صوفی، ولی،

متقی اور زاہد ہے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس سے ملاقات کا ارادہ فرمایا اور اس سے ملنے چل دیئے دور سے دیکھا کہ ایک صاحب اپنے مریدین و معتقدین کے قافلے کے ساتھ مسجد کی طرف جارہے ہیں کسی نے بتایا یہی ولی ہیں۔ حضرت بسطامی اس کو غور سے دیکھتے رہے چلتے چلتے اس شخص نے قبلہ کی طرف تھوکا آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا بس واپس چلو لوگوں نے عرض کیا بغیر ملاقات کئے فرمایا جس شخص کو اتنا پتہ نہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے قبلہ کی سمت تھوکنے سے منع فرمایا ہے وہ ہرگز ولی نہیں ہوسکتا یہ شخص شیطان کے مکر میں مبتلا ہے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے جہالت اور ولایت ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے تصوف کا شریعت کی اتباع کے بغیر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور سنتوں کا پابند نہ ہو وہ رہبر اور مرشد نہیں بن سکتا وہ تو خود کسی مرشد کا محتاج ہے۔

حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ کے خادم سے کسی نے پوچھا کہ شبلی کی وفات کے وقت تم ان کے پاس تھے کیا تم نے اس وقت ان کا کوئی خاص عمل دیکھا خادم نے کہا جب حضرت کی وفات کا وقت قریب آگیا اور ان کی زبان تک لڑکھڑا گئی پیشانی پر پسینہ آگیا تو آپ نے اشاروں سے کہا کہ مجھے وضو کرادو جب معتقدین میں سے کسی نے وضو کرا کے آپ کو لٹا دیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میری انگلیوں سے داڑھی میں خلال کرنے لگے۔ (جو سنت ہے) وضو کرانے والے کو خیال ہوا کہ وہ خلال کرنا بھول گئے تھے۔ اور حضرت وضو کی اس سنت کو ادا فرما رہے ہیں۔

یہ ہے سنت کی پابندی اور اس کا احساس ایسا ہی شخص ولی، متقی، زاہد، صوفی سب کچھ کہلانے کا مستحق ہے مختصر یہ کہ تصوف علم شریعت اور علم طریقت سے ہی حاصل ہوتا ہے جس پر شریعت غالب ہے اور علماء کرام جو دین کے مبلغ معلم ہوتے ہیں وہی طریقت و تصوف کے معلم ہیں جو بھی دین کی شریعت کی پابندی کرتا ہے وہ صوفی ہے صوفی نہ کوئی خاندان ہے نہ مسلمانوں کا کوئی خاص طبقہ اسی لئے وہ تمام اکابر جو تصوف کے مبلغ کہلاتے ہیں ان کے نام کے ساتھ کبھی صوفی کا لفظ استعمال نہ ہوا شیخ، علامہ، مولانا ہی کہلائے پس جاہل چاہے طریقت کا لبادہ اوڑھے یا تصوف کا جاہل ہی رہے گا عالم نہیں

بن سکتا اور یہ بڑی ہی بے انصافی ہوگی کہ ایسے لوگوں کو دیکھ کر آپ عالموں سے بھاگنے لگیں ان سے متنفر ہو جائیں اور ان کو بھی جاہلوں جیسا ہی سمجھنے لگیں۔

ایک ایسے صاحب آج میرے حلقہ احباب میں ہیں جو علماء سے بے حد نفرت کرتے تھے۔ پیری، مریدی کو کھانے پینے کا ڈھونگ کہتے تھے، پہلی مرتبہ ان سے ملاقات ہوئی تو بڑے پیخ پا تھے میرے سامنے انہوں نے بزرگوں کو نہ جانے کیا کیا کہہ ڈالا میں نے بڑے تحمل سے سب کچھ سنا اور ملاقات ختم ہوگئی شاید میری خاموشی ہی کا ان پر اثر ہوا کہ چند دن بعد پھر ملنے آئے اب میری باری تھی میں نے پوچھا کیا کبھی کسی پیر صاحب سے آپ کی ملاقات ہوئی بس پھر شروع ہوگئے بولے اللہ بچائے ان پیروں، صوفیوں سے میں ایک پیر صاحب کا بہت معتقد تھا میں نے دیکھا کہ جس مرید کے گھر وہ ٹھہرے ہوئے تھے وہاں ان کا ایک بڑا فوٹو لگا ہوا ہے جس پر ہار ڈلے ہوئے ہیں مجھے اچھا نہ لگا میں نے مرید سے کہا یہ کیا ہے بولے پیر صاحب کا فوٹو ہے ہر نماز کے بعد اس کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کرتا ہوں (استغفراللہ) میں نے یہ بات پیر صاحب کو بتائی فرمانے لگے کوئی حرج نہیں یہ عشق و محبت کی علامت ہے اور پیر کا احترام ذریعہ نجات ہے بس اسی دن سے مجھے اس پیر سے نفرت ہوگئی پھر مجھے ایک پیر صاحب کی شہرت اور کمالات کا پتہ چلا میں ان کے پاس جانے آنے لگا لیکن مجھے یہ پریشانی تھی کہ کبھی ان کو نماز پڑھتے نہ دیکھا جبکہ کئی مرتبہ نماز کا وقت آیا میں نے نماز پڑھی دوسرے لوگوں نے پڑھی۔ نہ رہا گیا آخر پوچھ بیٹھا حضور آپ نماز نہیں پڑھتے فرمانے لگے تم نے نماز کے وقت کبھی ہمیں بات کرتے دیکھا ہے عرض کیا جی نہیں بولے یہ ایک راز ہے چلو ہم آج تمہیں بتائے دیتے ہیں نماز کے وقت ہم مدینہ منورہ میں سرکار کے دربار میں حاضر ہو جاتے ہیں اور وہاں نماز ادا کرتے ہیں۔ (لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ) ہمارے دوست بولے بس مولانا اسی دن سے مجھے مولویوں، پیروں، صوفیوں سے نفرت ہوگئی۔

یہ ہے جہالت و گمراہی ایسے ہی لوگوں کے متعلق ہم نے عرض کیا کہ وہ وارثین انبیاء علماء کے لئے کلنک کا داغ ہیں بدنامی کا سبب ہیں، پس یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ جاہل و عالم میں فرق کریں اور اس جاہل سے بچیں جو بظاہر کتنا ہی متقی، پرہیزگار، باکمال

اور باکرامت نظر آتا ہو راہبری اور قیادت علماء کی قبول کیجئے کہ وہ بذات خود کچھ نہیں صرف وراثت نبی کے ذریعہ، راہ ہدایت دکھاتا ہے، طریقت کی تعلیم دیتا ہے تصوف کی تعلیم دیتا ہے لیکن صرف اور صرف شریعت کے مطابق کہ کامیابی و کامرانی کا سرچشمہ اور ہدایت کا ذریعہ شریعت ہی ہے پس اللہ کے لئے جاہل و عالم کو ترازو کے ایک ہی پلے میں نہ رکھئے دونوں کو ایک آنکھ سے دیکھ کر وراثت نبی علم کی ناقدری نہ کیجئے۔

عن مالك انه بلغه ان لقمان الحكيم اوصى ابنه فقال يابني جالس العلمآء وزاحمهم بركبيتك فان الله يحيي القلوب بنورالحكمة كما يحيي الارض الميتة بوابل

"حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لقمان حکیم نصیحت کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے فرمایا کرتے تھے کہ علماء کی مجلس میں بیٹھا کرو دوزانو ہو کر (ادب سے) کیونکہ اللہ تعالیٰ علم کے نور سے مردہ دلوں کو اسی طرح زندہ فرماتا ہے جس طرح وہ مردہ زمین کو بارش سے زندگی بخشتا ہے۔ (مؤطا امام مالک)

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون انما يتذكر اولوا الالباب

آپ پوچھئے کیا کبھی برابر ہوسکتے ہیں علم والے اور جاہل البتہ صرف عقلمند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

اے اللہ، تو ہمیں دین کی پابندی علم دین حاصل کرنے کا ذوق عطا فرما۔ وارثین انبیاء علیہم السلام کی قدر ان کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ، ہمارے علماء کو اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ، خود ساختہ جاہل، راہبر و راہنماؤں کے شر سے محفوظ فرما۔ "آمین بجاہ رحمۃ للعالمین"

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

کتب جن سے استفادہ کیا گیا

قرآن کریم

تفسیر روح البیان — الشیخ اسماعیل حقی البروسی رحمتہ اللہ علیہ

تفسیر ضیاء القرآن — الشیخ پیر محمد کرم شاہ الازہری

بخاری شریف — الشیخ حضرت ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمتہ اللہ علیہ

مسلم شریف — الشیخ حضرت امام مسلم بن حجاج القشیری رحمتہ اللہ علیہ

مشکٰوۃ شریف — الشیخ امام ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی رحمتہ اللہ علیہ

احیاء علوم الدین — الشیخ امام ابو حامد الغزالی رحمتہ اللہ علیہ

الترغیب والترھیب — الشیخ الحافظ ابو محمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری رحمتہ اللہ علیہ

مرقاۃ المفاتیح — الشیخ علی بن سلطان محمد القاری (ملا علی قاری) رحمتہ اللہ علیہ

اشعۃ اللمعات — الشیخ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

مؤطا امام مالک — الشیخ سیدنا امام مالک رحمتہ اللہ علیہ